زاد المعاد

حصۂ سوم

مُترجمہ
سید رئیس احمد جعفری ندوی

مُصنّفہ
علامہ حافظ ابنِ قیّم

نفیس اکیڈمی
بلاسس اسٹریٹ ——— کراچی نمبر ا

قیمت:- بارہ روپیہ مجلّد

طبع اوّل ——— دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء

مطبوعہ

انٹرنیشنل پریس۔ کراچی

زاد المعاد

في

هدى خير العباد

★

لشمس الدين ابی عبد اللہ محمد بن القیم الجوزیہ

۶۹۱ ــــــــــــ ۷۵۱ھ

★

الجزء الثالث

فہرست

. . . .

"آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید!"

از محمد اقبال سلیم گاہندری

خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج میں "زاد المعاد" کا تیسرا حصہ خوانندگان کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اُردو زبان علم وفن کے اعتبار سے دنیا کی کسی ترقی یافتہ زبان سے فرومایہ نہیں ہے۔ ہر علم وفن پر اس زبان میں بہترین کتابیں تصنیف وتالیف یا ترجمہ کی صورت میں موجود ہیں، اور اسلامیات پر تو اتنا بڑا اور اتنا اچھا ذخیرہ موجود ہے کہ ہماری یہ زبان فخر کے ساتھ عربی سے آنکھ ملا سکتی ہے بلکہ بعض اعتبارات سے اس پر برتری کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

لیکن باایں ہمہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابھی تک کئی ایسے گنج ہائے گراں عربی زبان میں موجود ہیں جو دفینہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اردو خواں پبلک ان کے مشاہدے سے محروم ہے۔ انہی میں ایک علامہ ابن قیم کی یہ کتاب زاد المعاد بھی ہے جس کے دو حصے آپ کی نظر سے گزر چکے ہیں اور اب یہ تیسرا حصہ آپ کے سامنے ہے۔

اس کتاب کی اہمیت، افادیت اور عظمت کا اندازہ آپ کو پہلے دو حصے پڑھ کر ہو چکا ہو گا، اب یہ تیسرا حصہ بڑا اہم ترین مباحث ومسائل پر مشتمل ہے۔ آپ کی رائے کو اور زیادہ محکم واستوار کرے گا اسے پڑھ کر آپ محسوس کریں گے کہ واقعی یہ اردو زبان کی بدنصیبی تھی کہ ایسی معرکہ آرا، اور یگانۂ روزگار

کتاب سے اردو کا دامن خالی تھا، اور اب میری طرح آپ بھی فخر کریں گے کہ اتنی بڑی محرومی کی تلافی بالآخر ہوگئی۔

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ۔
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید !

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کا آخری یعنی چوتھا حصہ بھی میں اگلے مہینہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت اور سعادت حاصل کرسکوں گا۔ و باللّٰہ التوفیق۔

"زادالمعاد"

حصہ سوئم کے مباحث ومسائل

یہ زادالمعاد کا تیسرا حصہ ہے۔

پہلے دونوں حصوں سے یہ حصہ، اپنے علمی وتحقیقی مباحث، مسائل فقہیہ، واقعات تاریخی اور بیان وکلام کے اعتبار سے کسی طرح کم نہیں ہے، بلکہ بعض اعتبارات سے زیادہ ہے۔

اس حصہ کا اگر ہم تجزیہ کریں اور اس کے مباحث ومسائل کو سمیٹنے کی کوشش کریں تو انہیں ہم چار انواع میں منقسم کرسکتے ہیں:

(۱) غزوات

اس حصہ میں غزوات کا ذکر زیادہ نہیں ہے، اس لیے نہیں ہے کہ گزشتہ حصص میں ان کی تفصیل آچکی ہے، لیکن غزوہ تبوک اور اس کے متعلقات اور متضمن فوائد ومسائل کا ذکر ضروری تفصیل، اور جامعیت کے ساتھ موجود ہے، اور اس میں پوری یکتائی کے ساتھ وہ شان نطق وفکر موجود ہے جو علامہ ابن قیم کا خاص حصہ ہے۔

یہ مبحث نہ صرف عام قارئین کے لیے بلکہ عالم وفاضل اصحاب فکر ومطالعہ کے لیے بھی حددرجہ مفید اور نافع ہے۔

(۲) وفود عرب

اس حصہ میں تفصیل کے ساتھ ان وفود کا ذکر ہے، جو مختلف قبائل کی نمائندگی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ عیسائی بھی تھے اور مشرک بھی۔ ہر طرح کے لوگ تھے۔ ان کی پذیرائی آپ نے کس طرح فرمائی؟ ان کے ساتھ کس حسن سلوک سے پیش آئے؟ خود یہ کس طرح کے تاثرات لے کر واپس گئے؟ ان کے دل کا دروازہ اسلام کے لیے بند رہا یا کھل گیا؟ یہ باتیں آپ کو، ضروری تفصیل اور انتہائی جامعیت کے ساتھ اس حصہ میں ملیں گی اور کوئی شبہ نہیں ہر جہت سے روح پرور، اور ایمان افروز ثابت ہوں گی۔

یہ ایک تاریخ بھی ہے، ایک سبق بھی، اور ایک مطالعہ بھی۔

(۳) مکاتیب نبویؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک اور سلاطین کو اسلام کی دعوت بھی دی، اور اس سلسلہ میں، ان کی مکاتیب کے ذریعہ عزت افزائی بھی فرمائی۔

یہ مکاتیب نبویؐ جہاں اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں۔ وہاں ان میں وہ گیرائی اور کشش بھی ہے، جو نبی امیؐ کی صداقت پر دال ہے۔ ان مکاتیب میں جو بے حد مختصر ہیں، صدق و راستی کی ایک دنیا موجود ہے، ان چند الفاظ میں وہ کشش ہے جو ایک پورے دفتر میں بھی نہیں مل سکتی۔

ان خطوط کی تاریخی حیثیت بھی بہت زیادہ ہے۔

ایک مؤرخ اگر اسلام کی تاریخ لکھتا ہے یا داعی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے احوال و سوانح پر قلم اٹھاتا ہے۔ یا ظہور اسلام کے وقت جو ملوک و سلاطین ریگ زار عرب سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق، رکھنے والے موجود تھے۔ تو وہ کسی حالت میں بھی ان مکاتیب سے استفادہ کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آج سے ۱۴ سو برس پہلے کا انداز فکر و نظر کیا تھا؟ روح کی تشنگی اور قلب کی بیداری کا کیا عالم تھا؟ کفر کی سیاہی، اور شرک کی ظلمت کی کیفیت کیا تھی؟ اور اسلام جو وقت کا ایک بہت بڑا انقلاب تھا، کیا پیام لے کر آیا تھا؟ اس پیام کے مضمرات کیا تھے؟ اس پیام کے جو اثرات و نتائج مرتب ہوں ان کی نوعیت کیا تھی؟

سیرت کے ہر طالب علم کے لیے ۔ یہ مکاتیب ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہیں۔
مجھے امید ہے ان کا مطالعہ عامی و عالم سب کے لیے یکساں سود مند ثابت ہوگا۔

(۳) طب نبوی ؐ

پیش نظر کتاب کا بہت بڑا حصہ طب نبوی پر مشتمل ہے۔
علامہ ابن قیم نے، اس ساری کتاب میں، اس کتاب کے چاروں حصوں میں، کسی مبحث کے لیے اتنے زیادہ صفحات وقف نہیں کیے ہیں، جتنے طب نبوی ؐ پر، اپنی طرف سے انھوں نے کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسے تشنۂ بحث رہنے دیا ہو۔
یہ طب نبوی ؐ جسے اس کتاب میں مصنف علاّم نے بہت زیادہ بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے تین حصوں پر مشتمل ہے۔
ایک حصّہ تو وہ ہے جو امراض و علاج کے سلسلہ میں ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہے یعنی وہ دعائیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف امراض کے علاج و تدارک کے سلسلہ میں مروی ہیں اور کوئی شبہ نہیں اگر اعتقاد زنگ ریب و شک سے پاک ہو تو یہ دعائیں تیر بہدف ثابت ہو سکتی ہیں، اور ان کے کامیاب اثرات فوراً اور بہ طرفۃ العین دیکھے جاسکتے ہیں۔ رسول ؐ کی بتائی ہوئی دعا نہ بے اثر رہ سکتی ہے۔ نہ رائگاں جاسکتی ہے۔
اور دوسرا حصّہ وہ ہے، جو مختلف امراض کے سلسلہ میں دواؤں، اور جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہے۔ اس حصّہ کی صحت و استناد زیر بحث لائی جاسکتی ہے۔ یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ دوائیں جن افراد کو بتائی گئیں ان کے لیے خاص تھیں۔ یا ہر فرد اور آنے والی تمام نسلوں کے لیے عام ہیں؟ یہ بات بھی زیر بحث لائی جاسکتی ہے کہ یہ دوائیں اور جڑی بوٹیاں امراض کی مخصوص نوعیت کے ساتھ اپنی افادیت اور تریاقیت کے لحاظ سے وابستہ ہیں۔ یا بغیر کسی ردوکد کے اور بلا کسی امتیاز و تخصیص کے جملہ امراض میں نافع ہیں؟
لیکن ان باتوں سے قطع نظر کر کے بھی، یہ حصّہ تحقیق و دقت نظر، اور ژرف نگاہی کا جیتا جاگتا مرقع ہے، مصنف نے اس حصہ کی تکمیل میں جس محنت سے کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر کتنی وسیع تھی، اور جس موضوع پر وہ قلم اٹھاتے تھے اس پر کتنی زیادہ

تحقیق و تدقیق کے بعد لب کشائی کرتے تھے۔

تیسرا حصہ ہے جو علاج بالمفردات سے تعلق رکھتا ہے، اور ان مفردات کے خواص و فوائد پر مشتمل ہے۔

اگرچہ یہ چیزیں طب نبویؐ کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں، لیکن زیادہ تر یہ مصنف علام کی طبی معلومات، اور تحقیقات کا نتیجہ ہیں۔

کوئی شبہ نہیں، مفردات کے افعال و خواص، ان کے نفع و ضرر، ان کی کمیت و کیفیت ان کے اثرات و فوائد، اور ان کی تفصیل و تنقیح پر مصنف علام نے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور اس ضمن میں بہت سے ایسے اشارے کیئے ہیں جو آج کی طب اور سائنس کی دنیا میں بھی مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں، جن کی طرف میں نے حواشی میں کہیں کہیں اشارہ بھی کر دیا ہے۔

اس مبحث پر اتنی سیر حاصل اور مکمل و مفصل گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ کو فن طب سے کتنی گہری دلچسپی تھی، وہ اگر عالم یگانہ کے بجائے طبیب فرزانہ کی حیثیت سے منظر عام پر نمودار ہوئے ہوتے تو بھی ان کی انفرادیت جملہ معاصرین پر بالا رہتی، اور ان کا نام نامی ابدالآباد تک زندہ رہتا۔

ایک خیال میرے دل میں یہ بھی آتا ہے کہ طب علامہ ابن قیمؒ کا موضوع خصوصی نہیں تھا، لیکن چونکہ انھیں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی تھی، اس لیے طب نبویؐ کو بھی انھوں نے عقیدت کی آنکھ سے دیکھا، اور یہی عقیدت انھیں طبی تفتیش کے میدان میں کھینچ لائی، اور انھوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا —— خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

(۴) مسائل و مباحث فقہیہ

دوسرے حصص کی طرح اس حصہ میں بھی علامہ ابن قیمؒ، ایک فقیہہ یگانہ کی حیثیت سے نمودار ہوئے ہیں، یہ ان کی خصوصیت خاصہ ہے، بلکہ میں تو کہوں گا اس انفرادیت میں کوئی بھی ان کا شریک و سہیم نہیں۔

سیرت نبوی کا جو گوشہ بھی ان کے سامنے آجاتا ہے دوسرے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ آپؐ کے قول و فعل، اور امر و نہی سے فقہی نکات و مسائل ضرور پیدا کر لیتے ہیں اور کوئی شبہ نہیں ان کے یہ فقہی نکات اپنے اندر غیر معمولی وزن رکھتے ہیں۔ وہ یہاں ان کے تفقہ، ذہانت، دقیقہ سنجی نکتہ آفرینی

اور فہم وادراک قانون پر دال ہیں وہاں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر آزادانہ اور بے لاگ طور پر مسائل کا تجزیہ کرتے، ان کی تنقیح کرتے، اور ان کے مختلف گوشوں کو کھنگال کر ایک جچی تلی رائے پیش کرتے ہیں، جس کے بعض پہلوؤں سے اختلاف ہو، یہ دوسری بات ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فقہ اور اصول فقہ پر انھیں غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔ احادیث پر ان کا استدراک اور نقد و جراح دیکھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان کی تخلیق اس لیے ہوئی تھی کہ ساری زندگی قال الرسولؐ کی ترانہ سنجی میں گزار دیں، وہ راویوں پر جرح کرتے ہیں۔ اسناد پر تنقید کرتے ہیں۔ ائمہ حدیث کی متاع فکر و نظر پر تبصرہ کرتے ہیں اور ایسے ایسے گوشے نظر کے سامنے لاتے ہیں کہ دل سے بے اختیار صدا اٹھتی ہے کہ بلاشبہ یہ شخص امیر المومنین فی الحدیث ہے لیکن جب ان کی عنان توجہ فوائد و مسائل و مباحث فقہیہ کی طرف مبذول ہوتی ہے تو ان کی تحقیق و تدقیق اور زور نقد و جرح، اور کمال وسعت نظر دیکھ کر ایسا اندازہ ہے کہ یہ شخص امیر المومنین فی الفقہ بھی تھا۔

میں اس سے پہلے بھی یہ عرض کر چکا ہوں، اور اب بھی یہ عرض کرنے میں مجھے تامل نہیں کہ حدیث و فقہ میں جلالت شان کے حامل ہونے کے باوجود علامہ ابن قیم کی ہر رائے ہر مسئلہ میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر جرح بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے اور ان کے نکالے ہوئے نتائج کو کبھی کبھی اور کہیں کہیں ناقابل قبول بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ بات امام بخاری سے لے کر دار قطنی تک، اور امام مالک سے لے کر امام ابو یوسف تک کسی کے لیے نہیں کہی جا سکتی لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہ حیثیت مجموعی ان کا انداز تحقیق اور اسلوب فکر اپنے اندر ایسی ندرت اور انفرادیت رکھتا ہے کہ بے ساختہ اس کی عظمت کے سامنے سر جھک جاتا ہے اور کسی محقق کی بھی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

مجھے امید ہے یہ حصہ بھی اسی قدر اور توجہ کی نظر سے دیکھا جائے گا جس طرح سے دو حصے دیکھے گئے تھے۔

اب چوتھا حصہ زیر ترجمہ ہے انشاء اللہ وہ بھی جلد منظر عام پر آجائے گا۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

(رئیس احمد جعفری)

یہ حصہ مشتمل ہے :

- غزوۂ تبوک، اور اس غزدہ سے متعلق تاریخ و سیرت کے اہم ترین مباحث و مسائل پر۔
- اس میں ان وفود عرب کی کیفیت مندرج ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
- ان مکاتیب نبویؐ کی تفصیل ہے جو مقوقس اور دوسرے ملوک و سلاطین کو آپؐ نے بھیجے۔
- نبی کاذب مسلیمہ کذّاب کے وفد کا، اور آپؐ کے ارشاد کا ذکر بھی بہ تفصیل اس حصّہ میں موجود ہے۔
- طب نبویؐ کی پوری تفصیل، مع معالجات، ادویہ اور مفردات کے موجود ہے۔

علاوہ ازیں:

- بہت سے فقہی فوائد و مسائل پر جامع و مانع بحث کی گئی ہے۔

غزوۂ تبوک

تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین غزوہ اور اس سے متعلقہ مباحث

یہ غزوہ ۹ھ رجب میں واقع ہوا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کے موقع پر لوگ سخت تنگی اور فقر و فاقہ و قحط سالی میں مبتلا تھے (آئندہ موسم) کا پھل پک چکا تھا۔ لوگ اپنے پھلوں کے زیر سایہ آرام کرنا چاہتے تھے اس حالت میں انھیں گھر سے باہر نکلنا ناپسند تھا۔

کم ہی ایسے غزوات ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر رازداری سے کام لیا ہوگا جس قدر غزوۂ تبوک میں تنگ حالی اور بعد مسافت کے باعث رازداری سے کام لیا۔

چنانچہ منافقین کی جماعت نے ایک دوسرے سے کہا، گرمی میں کہاں جاتے ہو؟ مت جاؤ۔ اس موقع پر اللہ تعالٰے نے آیت نازل فرمائی۔ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ یعنی ان لوگوں نے کہا مت کوچ کرو گرمی میں۔

خدا کی راہ میں حضرت عثمانؓ کا ایثار اور قربانی

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیزی سے سفر کی تیاری شروع کردی اور لوگوں کو بھی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اور اہل ثروت و دولت کو اللہ کی راہ میں سواریوں، اور اخراجات کے لیے (صدقہ) کرنے کی ترغیب دی جس سے متاثر ہو کر اہل ثروت حضرات سواریاں اور سامانِ سفر لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے اس غزوہ میں بہت ہی زیادہ رقم پیش کی ان کے برابر کسی نے بھی مال خرچ نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ عثمانؓ نے اس موقع پر تین سو اونٹ، ان کے

پالان رکھ دے، اور اسلحہ پیش کیے۔ نیز ایک ہزار اشرفی پیش خدمت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ باچشم تر حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد سات تھی۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سامان اسلاح جنگ کے متمنی تھے۔ آپؐ نے فرمایا، اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں، یہ واپس چلے گئے، شدتِ الم کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، کہ ان کے پاس کچھ نہیں کہ جس کے ذریعہ وہ صدقہ کر کے شریک جہاد ہو سکیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) سالم بن عمیر (۲) علیہ بن یزید (۳) ابولیلیٰ مازنی (۴) عمرو بن غنمہ۔ (۵) سلمہ بن صخر (۶) عرباض بن ساریہ اور بعض روایات میں عبداللہ بن مغفل اور معقل بن یسار کا نام آتا ہے۔

اللہ کا ایک بے مایہ بندہ اور اس کی چشم تر

حضرت علیہؓ بن یزید کھڑے ہوئے انھوں نے تہجد کی نماز پڑھی اور رونے لگے اور کہا:

اے اللہ تو نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ اس کی ترغیب دی۔ مجھے اتنا مال اور ساز و سامان عطا نہ فرمایا جس کے بل پر میں تیرے رسولؐ کے ہمراہ زور و قوت حاصل کر سکتا۔ اور نہ تو نے اپنے رسولؐ کے ہاتھ میں کچھ دیا کہ وہ اس سلسلہ میں میری مدد فرماتے۔ لیکن میں بہرحال ہر مسلمان پر اپنے نظلم، مال قوت، یا عزت کو صدقہ کرتا ہوں۔

صبح ہوئی تو علیہ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آج رات کا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ مگر کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

کہاں ہے وہ صدقہ کرنے والا؟ وہ کھڑا ہو جائے۔

علیہ کھڑے ہو گئے۔ اور تمام ماجرا عرض کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش ہو جا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، بلاشبہ تیرا یہ صدقہ زکوٰۃ متقبلہ میں لکھا دیا گیا ہے۔

علیؓ اور محمدؐ: موسیٰؑ اور ہارونؑ کی مماثلت

عبداللہ بن ابی بن سلول، یہود و منافقین میں سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وادی وداع میں تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کا لشکر دو لشکروں سے کم نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ انصاری کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا۔ ابن ہشام کہتے ہیں منصب نیابت سباع بن عرفطہ کو ملا تھا، لیکن پہلی روایت ثابت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی پیچھے رہ گئے۔ ان کے علاوہ کچھ مسلمان بھی پیچھے رہ گئے لیکن ان کے ایمان اور عزم جہاد میں شک یا تذبذب نہ تھا۔ ان میں سے کعبؓ بن مالک۔ ہلالؓ بن امیہ۔ مرارہؓ بن ربیع۔ ابوخثیمہؓ سلمی اور ابوذرؓ کے نام مروی ہیں۔ اس کے بعد ابوخثیمہؓ اور ابوذرؓ آپؐ سے جا ملے۔

اس غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تیس ہزار فوج تھی، جس میں دس ہزار سوار تھے۔ آپؐ بیس دن یہاں اقامت پذیر رہے اور نماز قصر کر کے ادا کرتے رہے۔ اس وقت ہرقل حمص میں تھا،

ابن اسحاقؒ بتاتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اپنے گھر پر بطور نگران مقرر فرمایا۔ منافقین نے انھیں عار دلانے اور بھڑکانے کی کوشش کی اور کہا:

"آنحضرتؐ آپ کو نکما اور بے کار سمجھ کر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ اب بھلا حضرت علیؓ میں تاب ضبط کہاں تھی؟ اسلحہ زیب تن کیے اور نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپؐ اس وقت مقام جرف میں اترے ہوئے تھے، حضرت علیؓ نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبیؐ، منافقین کا خیال ہے کہ آپؐ نے مجھے نکما اور بے کار سمجھ کر مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا، انھوں نے جھوٹ کہا، میں نے تو تمھیں ان کا نگراں بنایا ہے جنھیں میں نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے، فوراً واپس جاؤ۔ میرے اور اپنے گھر کی نگرانی کرو۔ کیا تم مجھ سے اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرا تمہارا وہی تعلق ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کا تھا؟ مگر خبردار میرے بعد کوئی (کسی قسم کا: ظلی یا بروزی) نبی نہیں، چنانچہ وہ واپس مدینہ چلے گئے۔

ابوخثیمہ، رسول خدا کا ایک فدائی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے رخصت ہوئے چند دن گزرے تھے کہ ابوخثیمہ اپنے گھر گئے۔ اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی، انھوں نے دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے اپنے خیموں میں ٹٹیوں پر پانی چھڑک رکھا

اور پانی بھی خوب ٹھنڈا کر لیا تھا۔ کھانا بھی مزے کا پکایا تھا۔ یہ جب گھر میں داخل ہونے لگے اور دروازے پر کھڑے ہوئے تو اپنی بیویوں کو دیکھا اور جو کچھ انھوں نے ان کے لیے تیار کر رکھا تھا اس پر ایک نظر ڈالی اور کہنے لگے :

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دھوپ اور گرمی اور آندھی میں، اور ابو خیثمہ رضؓ ٹھنڈی چھاؤں، لذیذ کھانے اور خوبصورت عورتوں میں؟ یہ انصاف نہیں ہے، پھر گویا ہوئے :

خدا کی قسم میں تم میں سے کسی کے خیمے میں داخل نہ ہوں گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں گا۔ اس لیے میرے لیے زادِ راہ تیار کرو۔ انھوں نے (زادِ راہ) تیار کر دیا، پھر اونٹ کو اٹھایا۔ اس پر کجاوہ ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ آخر آپؐ سے تبوک میں جا ملے۔ حضرت ابو خیثمہ رضؓ کی راستہ میں عمیر بن وہب جمحی سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھے، یہ دونوں رفیق سفر ہو گئے اور جب تبوک کے قریب پہنچے تو ابو خیثمہ رضؓ نے عمیر رضؓ بن وہب سے کہا :

مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل کہیں مجھ سے الگ نہ ہونا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

جب یہ دونوں تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل کے قریب پہنچے تو لوگ کہنے لگے، دیکھنا کوئی سوار آ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو خیثمہ رضؓ ہو گا۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم یہ ابو خیثمہ رضؓ ہی ہے۔

راستہ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں دیار ثمود کے پاس سے گذرے تو آپؐ نے فرمایا، اس علاقے کا پانی بالکل نہ پینا، اور نہ اس سے نماز کے لیے وضو کرنا۔ اور تم نے جو اس سے آٹا گوندھ لیا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو، اور خود اس میں سے کچھ نہ کھانا۔ اور تم میں سے کوئی بھی اپنے رفیق کو ہمراہ لیے بغیر باہر نہ نکلے۔

بنی ساعدہ کے دو آدمیوں کے سوا تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ دونوں تنہا نکلے۔ ایک اپنی کسی ضرورت کے باعث اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش میں۔ جو اپنی ضرورت سے نکلا تھا۔ اس نے خودکشی کی کوشش کی اور جو اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے ہوا نے اڑا کر بنی طے کے ایک پہاڑ پر ڈال دیا

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا:
کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے ہمراہی کے بغیر باہر نہ نکلے۔ پھر آپؐ نے اسے طلب فرمایا جس نے خودکشی کی کوشش کی تھی، وہ درست ہو گیا۔ اور دوسرے کو قبیلہ طے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ واپس تشریف لانے کے بعد پیش کر دیا۔
میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں ابو حمیدؓ کی یہ حدیث ہے کہ ہم چلے اور تبوک پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج شب کو تم پر ایک سخت آندھی آئے گی۔ اس لیے تم میں سے کوئی کھڑا نہ ہو، جس کا اونٹ ہو وہ اسے رسی سے باندھ لے۔ چنانچہ شدید ترین آندھی آئی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا، آندھی نے اُسے اٹھا کر طے کے پہاڑ پر ڈال دیا۔

منافقوں کی شرانگیزیاں اور شرارتیں

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپؐ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ابر بھیجا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ سیراب ہو گئے اور حسب ضرورت پانی بھی جمع کر لیا۔ پھر آپؐ نے کوچ کا فرمان صادر کیا۔ آپؐ ایک مقام پر پہنچے تھے کہ آپؐ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ زید بن ابی صلت بول اٹھا (یہ منافق تھا) کہ محمدؐ کا خیال ہے کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ تمھیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، حالانکہ انھیں یہ بھی معلوم نہیں، کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی ایسی بات کہتا ہے۔ پھر آپؐ نے اس کی ایک ایک بات بتا دی اور فرمایا، اللہ کی قسم میں صرف اسی قدر جانتا ہوں جو مجھے اللہ نے بتایا ہے۔ اس واقعہ کے متعلق بھی اللہ نے مجھے بتا دیا۔ وہ اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے۔ اور ایک درخت سے اس کی لگام اٹک گئی اسی وجہ سے وہ رکی ہوئی ہے۔ پس جاؤ اور اسے یہاں میرے پاس لاؤ اور اسی جگہ آپؐ نے ایک عورت کے باغ کے پھل کا دس وسق اندازہ لگایا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں آنحضرتؐ کی پیش گوئی

حضرت ابوذرؓ اپنے اونٹ کو چھوڑ رہے تھے۔ جب اس نے دیر کر دی تو انھوں نے سامان اتار کر اپنی پیٹھ پر لاد لیا اور پا پیادہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا

پر چل پڑے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک منزل پر اترے ہوئے تھے کہ کسی مسلمان کی ابوذر رضی پر نظر پڑی۔ اس نے عرض کیا:

یا رسول اللہ، کوئی آدمی راستہ پر تن تنہا چلا آرہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ابوذر رضی ہوگا۔

جب لوگوں نے دیکھا اور پہچان لیا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول، خدا کی قسم یہ تو واقعی ابوذر رضی ہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے۔ تنہا چلتا ہے تنہا مرے گا اور تنہا ہی اٹھے گا۔ لیکن یہ نظری ہے۔

لہ حضرت ابوذر غفاری

حضرت ابوذر غفاری مخصوص صفات و خصائل کے بزرگ تھے۔ ذات رسالت مآب صلعم سے والہانہ شغف رکھتے تھے، اور اسی شغف کا یہ نتیجہ تھا کہ جو بات اسوۂ نبی صلعم اور سنت رسول اللہ کے خلاف نظر آتی، برسر عام، نتائج سے بے پروا ہو کر "نہی عن المنکر" کے فرائض سرانجام دیتے۔

حضرت عثمان غنی رضی کے عہد خلافت میں ان کی سادگی، نرمی اور رقت و لینت کے باعث موقع پرستوں اور طالع آزماؤں کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ عہد نبوی کی سداجت، اور عہد شیخین (ابوبکر رضی و عمر رضی) کی للہیت ختم ہوگئی، اور سرمایہ داری کا، زرداری کا، امارت اور ثروت کا دور ابھرنے لگا۔ جاگیریں بننے لگیں دولت کے انبار جمع ہونے لگے، سوسائٹی کے امیر و غریب، دو طبقوں میں بٹنے کی طرح پڑ گئی۔

یہ بات حضرت ابوذر کس طرح برداشت کرسکتے تھے؟

وہ میدان میں اتر آئے، انھوں نے برسر عام قرآن کریم کی [illegible] وعیدیں سنانا شروع کیں جو سیم و زر جمع کرنے والوں کے لیے وارد ہوئی ہیں، انھوں نے چاہا کہ وہی دور پھر واپس آجائے کہ مال غنیمت سے لدے ہوئے اونٹوں کے قافلے آئیں اور سارے کے سارے عامۂ مسلمین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ ان کی یہ سچی باتیں، بعض لوگوں کو کڑوی لگیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی کے پاس جب ان کی بہت زیادہ شکایتیں پہنچیں تو انھوں نے ابوذر رضی کو امیر معاویہ رضی کے پاس شام، ازراہ ہمدردی و تعلق خاطر بھیج دیا کہ یہ اس آشوب سے محفوظ رہیں جو تیزی سے اٹھ رہا تھا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابوحاتم بن حبان نے صحیح ابن حبان میں ابوذر کے قصۂ وفات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے مجاہد سے انھوں نے ابراہیم بن اشتر سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے ام ذر سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں:

جب ابوذرؓ کی وفات کا وقت آیا تو میں رو پڑی۔ وہ کہنے لگے کیوں روتی ہو؟

میں نے جواب دیا کس طرح آنسو نہ بہاؤں، جب کہ تم ایک ویرانے میں فوت ہو رہے ہو اور میرے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں جو تمہارے کفن کے لیے کافی ہو سکے اور تمہیں دفن کرنے کی بھی مجھ میں ہمت نہیں۔

انھوں نے جواب دیا، خوش ہو جاؤ، اور روؤ نہیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی ایک جماعت کو مخاطب کرکے، جس میں میں بھی تھا، فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی ویرانے میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے (جنازہ) میں شریک ہوگی۔ اور اس جماعت میں سے اس وقت کوئی آدمی بھی زندہ نہیں بلکہ تمام کے تمام فوت ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ (تنہا فوت ہونے والا) میں ہی ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے نہ غلط کہا اور نہ تکذیب کی۔ اس لیے راستہ کی

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) امیر معاویہ کو حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں دیکھا تھا، شام میں نہیں دیکھا ابوذرؓ نے شام میں جا کر دیکھا کہ انھوں نے خلیفۂ راشد کی زندگی ہی میں مسندِ امارت کو قیصر و کسریٰ کا دربار بنا رکھا ہے، جو سرمایہ بیت المال میں جمع ہونا چاہیے یا عامۂ مسلمین میں تقسیم ہونا چاہیے، وہ ذاتی عیش و تنعم پر خرچ ہو رہا ہے۔ قرآن و سنت کی عملداری کے بجائے، آئینِ خسروی اور دستورِ قیصری کارفرما ہے، تو ان کے منہ سے نکلے ہوئے بول برق و شرر بن گئے۔ امیر معاویہؓ انھیں کسی طرح برداشت نہ کر سکے۔ انھوں نے سوچا اگر یہ چند دن بھی رہ گئے تو ان کی مسندِ امارت بوریۂ فقر میں تبدیل ہو جائے گی اور انھوں نے ثروت و امارت کے جو قلعے بنانا شروع کیے ہیں وہ ڈھے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کو ایک زبردست شکایت نامہ بھیجا۔ ابھی عثمانؓ اور علیؓ زندہ تھے، لہٰذا وہ حجر بن عدی کی طرح انھیں قتل تو نہ کر سکے صرف شکایت نامہ پر اکتفا کیا اور لکھا کہ ابوذر کے وجود سے شام کے امن و امان کو خطرہ ہے۔

حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کی بات پر یقین کر لیا، انھیں بلایا، سرزنش کی اور جلاوطن کر دیا۔

حضرت علیؓ انھیں رخصت کرنے مدینہ سے باہر تک آئے کہ وہ امیر معاویہؓ کے اطوار، اور ابوذرؓ کی طینت کے رمز آشنا تھے ـــــ ابوذر نے اسی ویران میں سکونت اختیار کرلی، اور یہیں انتقال کیا۔

طرف دیکھیو۔

میں نے کہا، حجاج جا چکے ہیں۔ راستے خالی ہو چکے ہیں اب کون یہاں ہوگا ؟

انھوں نے کہا، جاؤ اور جا کر دیکھو۔

(ام ذرؓ) فرماتی ہیں کہ میں ٹیلے کی جانب جا کر دیکھتی اور پھر واپس آکر تیمارداری کرتی۔ میں اور وہ اسی حالت میں تھے کہ کچھ لوگ سواریوں پر نظر آئے۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کیا وہ تیزی سے میری طرف آئے۔ اور قریب آکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے :

اے اللہ کی بندی کیا معاملہ ہے ؟

میں نے جواب دیا، ایک مسلمان فوت ہو رہا ہے کیا تم اُسے کفن دو گے ؟

انھوں نے پوچھا وہ کون ہے ؟

میں نے جواب دیا صحابی رسول ابوذرؓ۔

کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست اور ساتھی ؟

میں نے کہا، ہاں وہی۔

انھوں نے حضرت ابوذرؓ کے متعلق "ان پر ہمارے ماں باپ قربان" جیسے الفاظ میں، (اظہار عقیدت کیا) پھر ان کی طرف بڑھے۔ جب (ابوذر) کے پاس پہنچے تو (ابوذرؓ) نے فرمایا

حضرت ابوذرؓ کی وصیت

خوش ہو جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت کے بارے میں جس کا ایک فرد میں بھی تھا اسے مخاطب کر کے فرماتے ہوئے سنا کہ اس جماعت میں سے ایک آدمی ویرانے میں فوت ہوگا، اور مومنین کی ایک جماعت اس کے (جنازہ) میں شریک ہوگی۔ اب اس جماعت کا ہر فرد کسی نہ کسی موقع پر فوت ہو چکا ہے، صرف میں زندہ ہوں، بخدا نہ میں نے غلط کہا اور نہ تکذیب کی اور اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کفن کے لیے کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اس میں کفنایا جاتا۔ اس لیے میں اللہ کے نام پر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو مجھے جو کفن میسر آئے وہ کسی امیر (حاکم)، سردار قاصد یا نقیب کا نہ ہو۔

اس جماعت میں ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر آدمی ان میں سے کسی نہ کسی بات میں ملوث تھا

پس نوجوان بولا :

اے چچا میں آپ کو اپنی اس چادر اور ان دو کپڑوں میں کفن دوں گا جو میری والدہ نے کاتے اور بنے تھے ۔

انھوں نے فرمایا ، ہاں ، تم مجھے کفن دینا ۔

چنانچہ انصاری نوجوان نے انھیں کفن پہنایا اور اسی جماعت نے جنازہ پڑھا ، اور اسی مبارک جماعت نے انھیں دفن کیا ۔

واقعۂ تبوک کی طرف رجوع ، دو منافقوں کی کہانی

ہم دوبارہ واقعہ تبوک کی طرف لوٹتے ہیں ، منافقین کا ایک گروہ جس میں ودلیعہ بن ثابت بھی تھا جو بنی عمرو بن عوف میں سے تھا ۔ نیز بنی سلمہ کا ایک حلیف بھی تھا جسے مخشن بن حمیر کہا جاتا تھا ۔ یہ منافقین ایک دوسرے سے کہنے لگے :

کیا تم جلاد بن اصفر کو معرکہ آرائی میں ایسا سمجھتے ہو جیسے عرب کے بعض قبائل دوسرے قبائل کے مقابلہ میں لڑتے ہیں ؟ خدا کی قسم ہم صبح مومنوں کو ڈرانے اور دھمکانے کا عہد پورا کرنے والے ہیں ۔

مخشن بن حمیر بولا ، بخدا میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر آدمی سو سو کو قتل کرے گا ، اور تمہاری اس گفتگو کی طرح کل ہم پر قرآن نازل ہوگا "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر کو حکم دیا ، اس منافقین کی جماعت سے ملو کیونکہ یہ لوگ بھسم ہو چکے ، اور ان سے دریافت کرو کہ ابھی تم نے کیا کہا تھا ؟ پس اگر انکار کریں تو کہنا تم نے تو یہ یہ کہا تھا ۔

حضرت عمارؓ ان کی طرف گئے ، اور ان سے یہی بات کہہ دی ۔

یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت خواہی کرتے ہوئے آئے ۔ ودلیعہ بن ثابت کہنے لگا ۔ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل فرمائیں ، وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ، پ ، ۱۰ آخر ، یعنی "اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی "۔

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ وہاں پہنچنے سے قبل آپؐ نے فرمایا، کہ کل انشاء اللہ تبوک کا چشمہ (یا کنواں) آئے گا، لیکن خبردار چاشت ہونے سے پہلے وہاں مت جانا۔ اور اگر کوئی جائے تو وہ ذرا سا بھی پانی نہ استعمال کرے جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دو آدمی پہلے سے پہنچ چکے تھے اور اس چشمہ میں سے ـــــ ذرا ذرا سا پانی رک رک کر بہہ رہا تھا، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا، کیا تم نے اس میں سے کچھ پانی لیا ہے؟

وہ کہنے لگے، ہاں! آپؐ ان پر خفا ہوئے اور سخت سست کہا، پھر چشمہ سے تھوڑا تھوڑا چلو کے ذریعہ پانی لیا گیا۔ آخر کچھ پانی جمع ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا چہرہ اطہر اور دونوں ہاتھ دھوئے اور اس (استعمال شدہ) پانی کو دوبارہ اس چشمہ میں ڈال دیا۔ دفعتہً کثرت کے ساتھ پانی (کا فوارہ) بہنے لگا اور لوگوں نے خوب پانی پیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ زمانہ قریب ہے اے معاذؓ اور اگر تیری زندگی رہی تو تو خود بھی دیکھے گا، کہ اس پانی سے یہاں کے باغ شاداب ہوا کریں گے۔

بسلسلۂ غزوۂ تبوک

حاکم ایلہ سے صلح

غیر مسلموں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روادارانہ اور فراخ دلانا برتاؤ

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچے تو ایلہ کا حاکم حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کرلی۔ اور جزیہ دینے پر آمادگی اور تیاری کا اظہار کیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت والا میں اہل جرب اور اذرح والے حاضر ہوئے۔ انھوں نے بھی جزیہ پیش کیا۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک تحریر لکھ دی جو ان کے پاس رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امان نامہ

حاکم ایلہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مکتوب لکھ دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو نبی اور اللہ کے رسول ہیں، یحنہ بن رویہ اور اہل ایلہ کے لیے امان نامہ ہے۔ اہل ایلہ کی کشتیاں اور سواریاں خواہ وہ خشکی میں ہوں یا سمندر میں، اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت اور ذمہ میں ہیں۔ اور اہل شام اہل یمن اور اہل سمندر میں سے جو لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے (ان کے لیے بھی یہ امان نافذ ہے) البتہ ان میں سے اگر کسی نے کوئی شرارت کی تو اس کا مال اس کی جان کے عوض میں بچاؤ نہ کرسکے گا۔ اور جو بھی اسے حاصل کرلے گا، اُسی کا مال ہوگا اور جس گھاٹ پر یہ ذمی آتے ہیں، یا جس راہ پر چلتے ہیں، یا جس سمندر اور خشکی میں ان کی آمد ہے اس سے انھیں روکنا مسلمانوں کے لیے جائز نہ ہوگا[1]۔

---

[1] اس طرح کی رواداری اور فراخ دلی کی مثالیں صرف تاریخ اسلام ہی پیش کرسکتی ہے۔

بسلسلۂ غزوۂ تبوک

عیسائی بادشاہ اکیدر دومہ

حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھوں گرفتاری دربار رسالت سے پروانہ رہائی

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اکیدر دومہ کی طرف روانہ کیا۔

اکیدر بن عبداللہ، کندہ کا ایک آدمی تھا جو مذہباً عیسائی تھا اور اس قوم کا بادشاہ بن گیا تھا۔ خالدؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اُسے گائے کا شکار کرتے دیکھو گے۔

حضرت خالدؓ نکلے اور جب وہاں پہنچے جہاں سے اس کا قلعہ نظر آتا تھا۔ اس وقت چاندنی رات تھی ہر طرف چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ وہ (حاکم) اور اس کی بیوی قلعے کی چھت پر تھے۔ اچانک ایک گائے نے محل کے دروازے پر سینگ رگڑنے شروع کیے۔

اس کی بیوی نے کہا، کیا تم نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا، نہیں، بخدا نہیں، وہ بولی بھلا اس گائے کو کون چھوڑ دے گا؟ اس نے کہا، کوئی نہیں (چھوڑے گا) یہ کہہ کر اترا گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیا، اس کے ہمراہ گھر کے چند افراد بھی سوار ہو کر چل نکلے، جن میں اس کا بھائی حسان بھی تھا۔ یہ لوگ سوار ہو کر اپنے شکار کے پیچھے نکلے، نکلے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے انھیں پکڑ لیا۔ اور اس کے بھائی کو قتل کر دیا۔

بادشاہ کے بدن پر دیباج (ایک ریشم کی قسم) کا لبادہ تھا جس پر زری کا کام تھا، حضرت خالدؓ نے یہ لے لیا اور واپس ہونے سے قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد خالدؓ بھی اکیدر کو لے کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے

اس کا خون معاف کر دیا اور اس نے جزیہ پر مصالحت کرلی ۔ پھر آپؐ نے اسے رہا کر دیا ۔ اور وہ واپس اپنے شہر میں چلا آیا۔[1]

ایک صحابی کی وفات کا واقعہ

امام مسلمؒ کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے محمد بن ابراہیم بن حرث تیمی نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں رات کو اٹھا اور اُسی وقت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں شریک تھا ۔ میں نے لشکر کے ایک جانب آگ کا شعلہ دیکھا ۔ میں اُسے دیکھنے لگا ۔ اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ اور عمرؓ نظر آئے اور دیکھا کہ عبداللہ ذوالبجادین مزنی فوت ہو گئے ۔ اور ان کے لیے قبر کھودی گئی ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں کھڑے ہیں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ انھیں (قبر) میں اتار رہے ہیں اور آپؐ فرمارہے ہیں کہ اپنے بھائی کو میرے قریب کردو ۔ ان دونوں نے انھیں (صحابی کو) آپؐ کے قریب کر دیا ۔

آپؐ نے فرمایا : اے اللہ میں اس سے راضی ہوں ، تو بھی اس سے راضی ہو جا ۔

راوی کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے ، کاش وہ صاحب قبر میں ہی ہوتا ۔

عذر کی بنا پر شرکت جہاد سے محرومی

غزوۂ تبوک سے واپسی پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

بے شک مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جہاں چلے اور جو وادی بھی تم نے طے کی ، وہ دل سے تمہارے ہمراہ تھے ۔

(صحابہؓ نے) عرض کیا ، "اے اللہ کے رسول ، حالانکہ یہ لوگ مدینہ میں ہیں"۔

آپؐ نے فرمایا ، ہاں ، انھیں (شرعی) عذر نے روک رکھا تھا ۔

---

[1] کیا اس رواداری کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کر سکتی ہے ؟

بسلسلۂ غزوۂ تبوک

آنحضرتؐ کا ایک اثر انگیز خطبہ

انسانی کردار و سیرت کی تشکیل کا معیار اور اس کی حقیقت راسخہ

انسان کس طرح بنتا اور بگڑتا ہے

دلائل بیہقی اور حاکم میں حضرت عقبہ رضؓ بن عامر سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ تبوک کے لیے نکلے۔ ایک شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مصروف خواب استراحت ہوگئے۔ جب نیند سے بیدار ہوئے تو سورج ایک نیزے کے بقدر طلوع ہو چکا تھا۔

آپؐ نے فرمایا، اے بلالؓ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ ہمیں فجر کے وقت بیدار کر دینا؟ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول مجھے نیند نے بے بس کر دیا جس طرح آپؐ کے ساتھ ماجرا گزرا۔[1]

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے ہٹ کر تھوڑی دور آگے جا کر اترے اور نماز ادا کی۔ پھر باقی دن رات چلتے رہے۔ اور تبوک میں صبح ہوئی۔ وہاں آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا،

اما بعد

سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، اور مستحکم و قابل اعتماد چیز، کلمۂ تقویٰ ہے۔ اور تمام ملتوں سے بہترین ملّت ملتِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور تمام سنن سے بہترین سنت سنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور سب سے عظمت والی بات اللہ کا ذکر ہے

---

[1] بشری کیفیتوں سے نبی اور غیر نبی کوئی مستثنیٰ نہیں۔

اور سب سے احسن قصہ یہ قرآن ہے، اور سب سے بہتر کام استقلال والا ہے اور سب سے بدتر کام بدعات ہیں۔ اور سب سے بہتر راہ انبیاء علیہم السلام کی راہ ہے، اور سب سے بہتر موت شہداء کے قتل (کی صورت میں موت) ہے اور اندھوں کا اندھا وہ ہے جو ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائے۔ اور بہترین اعمال میں سے وہ عمل ہے جو نفع دے، اور بہترین ہدی (طریقہ) وہ ہے جس کا اتباع کیا جائے اور بدترین نابینائی دل کا کور ہونا ہے، اور اونچا ہاتھ (دینے والا) نیچے ہاتھ (لینے والا) سے بہتر ہے۔ اور جو تھوڑا اور کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ اور (نیکی سے) روکنے والا یا غافل بنانے والا ہو۔ اور سب سے بدترین معذرت (توبہ) وہ ہے جو موت کے وقت کی ہو۔ اور بدترین ندامت قیامت کی ندامت ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو جمعہ میں بہت دیر سے آتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کو اعراض کناں یاد کرتے ہیں اور جھوٹے کی زبان تمام خطاؤں سے بڑی خطا ہے۔ اور بہترین بے نیازی قلب کی بے نیازی ہے۔ اور بہترین توشہ تقویٰ ہے اور دانائی کی جڑ اللہ عزوجل کا ڈر ہے۔ اور سب سے زیادہ باعظمت بات قلب میں یقین و ایمان کا ہونا ہے اور شک کرنا از قبیل کفر ہے اور واویلا کرنا (بین کرنا) جاہلیت (کفر) کے کاموں میں سے ہے اور غل کرنا (غبن کرنا) حرارتِ دوزخ میں سے ہے اور نشہ آگ کا داغ ہے، اور شعر ابلیس کی طرنگ ہے[1]۔ اور شراب گناہوں کو جمع کرنے کا سبب ہے، اور بدترین خوراک یتیم کا مال ہے۔ اور نیک بخت وہ ہے جسے نصیحت کیے بغیر نصیحت ہو جائے اور بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بدبخت پیدا ہوا ہو۔ اور تم میں سے ایک آدمی چار گز جگہ (قبر) کی جانب میں جائے گا۔ اور اصل معاملہ آخرت کا معاملہ ہے۔ اور اعمال کا معاملہ انجام کے ساتھ ہے۔ بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔ اور جو آنے والا ہے۔ وہ قریب ہے۔ اور مومن کو گالی دینا فسق ہے، اسے قتل کرنا کفر ہے، اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے، اور جو

---

[1] وہ شاعری جو ہوس اور نفس کی شاعری ہو۔

اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اس کی تکذیب کرتا ہے۔ اور جو (دوسروں کو) بخش دیتا ہے اللہ بھی اسے بخش دیتا ہے، اور جو معاف کرتا ہے، اللہ بھی اسے معاف کر دیتا ہے، اور جو غصہ پی جاتا ہے، اللہ اسے اجر دیتا ہے اور جو تکلیف پر صبر کرتا ہے اللہ اسے ثواب دیتا ہے۔ اور جو کسی (کا بھید) سننے کے لیے کان لگاتا ہے، اللہ بھی اس کے لیے کان لگا دیتا ہے۔ اور جو صبر کرے گا اسے اللہ دوگنا اجر دے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا، اللہ اسے عذاب دے گا۔ پھر آپؐ نے تین بار مغفرت چاہی (استغفار کیا)

غزوۂ تبوک کے دوران میں جمع بین الصلاتین

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں قتیبہؓ بن سعد نے بتایا انھیں لیث نے انھیں یزید بن ابی حبیب سے انھیں ابی طفیل سے انھیں عامر بن واثلہ سے انھیں معاذ بن جبل سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے دوران میں زوال آفتاب سے قبل کوچ کیا۔ آپؐ ظہر کی نماز مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ اُسے عصر کے ساتھ جمع کر کے (دونوں نمازیں) ایک ساتھ ہی ادا فرماتے اور جب مغرب سے قبل دن کے آخری حصہ میں سفر کرتے، تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ادا کرتے اور جب کبھی مغرب کے بعد سفر کرتے تو عشاء کی نماز مقدم کر لیتے۔ اور اسے مغرب کے ساتھ ادا کرتے۔ اور ظہر و عصر ایک ساتھ پڑھتے اور بتایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ (آخری) حدیث منکر ہے[1]۔

---

[1] ظہر کو مؤخر کر کے عصر اور مغرب کو مؤخر کر کے عشا پڑھنا سفر میں، یا سخت ضرورت کے وقت) حنفیوں کا مسلک ہے۔ ظہر کے ساتھ عصر، اور مغرب کے ساتھ عشاء پڑھنا، دوسرے مذاہب فقہ کا مسلک ہے۔

بسلسلۂ غزوۂ تبوک

منافقین کی طرف سے آپ ﷺ کی جان لینے کی کوشش ناتمام

رحمت للعالمین نے ان منافقوں کے نام ظاہر نہیں ہونے دیئے

صاحب السِّر ابو حذیفہ رض

مغازی ابوداؤدؒ میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے بتایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ راستہ میں تھے کہ کچھ منافقین نے آپ ﷺ کو دھوکہ دے کر ضرر پہنچانا چاہا۔ چنانچہ انھوں نے مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کو راستہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا جائے۔

جب قافلۂ نبوی چوٹی پر پہنچا تو منافقین نے بھی چاہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اب رات ہو چلی تھی اور تاریکی بڑھ چکی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے جو چاہے کہ وادی کے درمیان سے جائے تو کوئی حرج نہیں وہ تمہارے لیے کافی ہوگی۔ یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی کا راستہ اختیار فرمایا اور چند لوگوں کے سوا باقی (صحابہؓ) وادی میں سے گزرنے لگے۔

منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ جب انھوں نے سُنا تو یہ تیار ہو گئے اور نقاب ڈال کر آیا۔ انتہائی شدید ترین خباثت کے لیے تیار ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمانی اور عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمار رض کو اونٹنی کی نکیل پکڑنے کا حکم دیا۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے اونٹنی ہانکنے کے لیے فرمایا۔ یہ قافلہ جا رہا تھا کہ ان کے پیچھے سے ایک گروہ کے اچانک حملہ کرنے کی آواز آئی۔ اور اتنے میں انھوں نے آپ ﷺ کو گھیر لیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں ہٹا دیں جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دیکھی تو واپس ہوئے۔ ان کے پاس ایک محجن (چھڑا سا

تھا۔ انھوں نے ان (منافقین) کی طرف منہ کر لیا اور ان کی سواریوں پر اس سے ضربیں لگائیں۔ جس گروہ کو نقاب اوڑھے دیکھا، تو اسے محض مسافروں کی ایک عادت ہی سمجھا۔

جب حضرت حذیفہؓ نے انھیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے (منافقین) کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ سمجھے، کہ ان کے مکر کا اظہار ہو گیا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ہٹ کر لوگوں میں خلط ملط ہو گئے۔ پھر حضرت حذیفہؓ آگے بڑھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جب یہ آپؐ کے پاس پہنچے تو ارشاد ہوا، اے حذیفہ تم سواری کو ہنکاؤ، اور اے عمارؓ تم چلتے رہو۔

چنانچہ تیزی کے ساتھ یہ چھوٹا سا قافلہ (پہاڑ) کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا، تم اس جماعت یا سواریوں میں سے کسی کو جانتے ہو؟

حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا کہ میں فلاں فلاں کی سواری جانتا ہوں۔ اور عرض کیا چونکہ رات اندھیری تھی اور وہ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نیز انھوں نے نقاب اوڑھ رکھے تھے (اس لیے زیادہ نہیں پہچان سکا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو ان کا کیا قصد ہے اور ان کا کیا خیال تھا؟

انھوں نے عرض کیا نہیں! اے اللہ کے رسول، واللہ میں نہیں جانتا۔

آپؐ نے فرمایا، انھوں نے میرے ساتھ چلنے کے لیے مکر سے کام لیا تاکہ جب میں چوٹی کے اوپر چڑھوں تو مجھے وہاں سے گرا دیں۔

حذیفہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول۔ آپؐ نے حکم کیوں نہ دیا کہ ہم ان کی گردن مار دیتے؟

آپؐ نے فرمایا، میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ چرچا کریں کہ محمدؐ نے اپنے ساتھیوں پر ہاتھ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ پھر آپؐ نے ان تمام (منافقین) کے نام اپنے ان دونوں (ہم سفر) صحابہ کو بتا دیئے۔ اور فرمایا کہ یہ بات پوشیدہ رکھنا۔

اس سیاق حدیث میں ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ اس سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو ان منافقین کے نام بتائے اور ان کے علاوہ کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ کو صاحب السر (رازدان) کہا جاتا ہے۔ جس شرف سے حضرت عمرؓ یا دوسرے صحابہؓ مشرف نہ تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی ان (منافقین) کے ناموں سے آگاہ نہ تھا، چنانچہ جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے۔ دیکھو اگر حذیفہؓ نے اس کا جنازہ پڑھا ہے تو ٹھیک ورنہ یہ ان منافقین میں سے ہے۔

بسلسلۂ غزوۂ تبوک

مسجد ضرار

منافقوں کی تعمیر کردہ مسجد کو ڈھا دینے کا فرمان نبوی

وحی کے ذریعہ آنحضرتؐ کو اطلاع یہی وہ مسجد ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اس میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گروا دیا۔

(یہ واقعہ اس طرح ہے) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک تشریف لے گئے اور ذی اوان میں اترے۔ اس مقام اور مدینہ کے درمیان ایک ساعت کا فاصلہ ہے۔ اس وقت مسجد ضرار کے بنانے والے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ ہم نے بیمار، ضرورت مند اور دوسرے معذور لوگوں کے لیے یہ مسجد تعمیر کی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور اس میں ہماری خاطر برکت کے لیے نماز پڑھ دیں۔

آپؐ نے فرمایا، اس وقت میں سفر پر ہوں، اور اسی کام میں مشغول ہوں اور اگر ہم واپس آئے، انشاء اللہ ہم یہاں تمہارے پاس آئیں گے، اور تمہاری خاطر اس میں نماز بھی پڑھیں گے۔

چنانچہ آپؐ جب ذی اوان میں اترے تو اس مسجد کے متعلق اللہ نے وحی بھیجی۔ چنانچہ آپؐ نے مالک بن دخشم جو بنی سلمہ بن عوف کے بھائی تھے۔ نیز حصین بن عدی عجلانی کو بلایا اور فرمایا، تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم (گمراہ) ہیں، اسے گرا دو اور اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ (مسجد بنانے والے) منتشر ہو گئے۔ ان کے متعلق آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ الخ یعنی "اور جنھوں نے

بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں۔"

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسے بنایا۔ یہ بارہ آدمی تھے۔ ثعلبہ بن حاطب بھی انہیں میں سے تھا۔

عثمان بن سعید دارمی فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن صالح نے بتایا۔ انہیں معاویہ بن صالح سے انہیں علی بن ابی طلحہ سے انہیں ابن عباسؓ سے۔ اس آیت کے متعلق روایت پہنچی کہ یہ کچھ انصاری تھے جنہوں نے اس مسجد کو تعمیر کیا تھا۔ ان سے ابو عامر نے کہا۔ اپنی (الگ) مسجد بناؤ اور قوت اور ہتھیاروں سے اپنی طاقت میں اضافہ کر لو، کیونکہ میں قیصر شاہ روم کے پاس جا رہا ہوں۔ وہاں سے رومی لشکر لے آؤں گا۔ پھر میں محمدؐ اور ان کے اصحابؓ کو نکال دوں گا۔ جب یہ (منافقین) تعمیر مسجد سے فارغ ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے مسجد بنائی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ اس میں نماز پڑھیں۔ اور برکت کی دعا فرمائیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے حکم نازل فرمایا۔

لَا تَقُمْ فیه ابدا لمسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیه سے لے کر فاعفار به فی نار جهنم۔

یعنی تو نہ کھڑا ہو اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی۔ پرہیزگاری پر اول ہی دن سے وہ اس لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں۔۔۔ سے لے کر پھر اس کو لے کر ڈھے پڑا دوزخ میں۔"

سلسلۂ غزوۂ تبوک

کعبؓ بن مالک اور ان کے رفقاء کا معاملہ

آنحضرتؐ کی طرف سے مقاطعہ کا حکم اور اس کے اثرات و نتائج،

آں حضرتؐ کی مدینہ میں واپسی پھر جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگ استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ عورتیں اور بچے بھی باہر نکل آئے۔ بچوں کی زبان پر اشعار تھے:

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع

ہم پر چاند طلوع ہوا ہے — وداع کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا — ما دعا اللہ داعی

ہم پر شکر کرنا واجب ہوگیا — جب تک بلانے کوئی بلانے والا

بعض راویوں کا خیال ہے کہ یہ اشعار اس وقت پڑھے گئے جب آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ وداع کی وادیاں شام کی جانب ہیں، جنھیں مکہ سے مدینہ آنے والا نہیں دیکھتا۔ اور نہ ادھر سے گذرتا ہے۔ ہاں اگر وہ شام کو جانا چاہے، تو ضرور راستہ میں پڑتی ہیں)

جب آپؐ کو مدینہ نظر آیا، تو آپؐ نے فرمایا، یہ کتنی خوشگوار جگہ ہے اور یہ احد ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپؐ کی شان میں ایک نعت پیش کی۔ یہ لعنت مترجم کو کیا ہے مقابلہ اصل

مترجم نہ کرتا ہوتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں داخلہ

جب آپ کا مدینہ منورہ میں داخلہ ہوا تو آپ نے مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر لوگوں کی طرف چہرہ انور کر کے بیٹھ گئے۔ چنانچہ پیچھے رہ جانے والے آئے۔ اور آپ کی خدمت میں معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ان کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی۔ آپ نے ان کی ظاہری معذرت قبول کر لی اور ان سے (از سر نو بیعت لی۔ اور ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی اور ان کے دلوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

پھر کعب رض بن مالک حاضر ہوئے۔ جب انھوں نے سلام کیا آپ نے تبسم فرمایا جس سے برہمی جھلک رہی تھی پھر ان کو فرمایا، آؤ۔

(کعب رض) فرماتے ہیں کہ میں چلا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

آپ نے سوال کیا تو پیچھے کیوں رہ گیا تھا؟ کیا تو نے سواری خریدی نہ تھی؟

میں نے عرض کیا، ہاں! اللہ کی قسم اس وقت میں اگر اہل دنیا میں سے کسی کے پاس بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ میں معذرت کر کے اس کی خفگی دور کر دیتا۔ کیونکہ مجھے مباحثے کا فن خوب آتا ہے، لیکن خدا کی قسم، میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آج میں ایک جھوٹ بول کر آپ کو راضی بھی کر لوں، تو یہ خطرہ ہے کہ کہیں اللہ تعالے مجھ پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور اگر میں سچ بولوں تو مجھے امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا۔ اللہ کی قسم، میرا کوئی عذر نہ تھا۔ اللہ کی قسم جب میں آپ سے (جہاد میں شرکت نہ کر کے) پیچھے رہا، تو اس وقت مجھ سے زیادہ کوئی (ساتھ جانے سے) قوی اور صاحب سہولت نہ تھا (مجھے ہر طرح ہمراہی کی قوت تھی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے سچ کہا، بس اب جاؤ، تاآنکہ اللہ تعالےٰ تمہارے لیے کوئی فیصلہ کر دے۔

میں اٹھ گیا۔ بنی سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے آئے اور مجھ پر طعن و تشنیع کرنے لگے اور کہنے لگے بخدا ہم نہیں جانتے کہ تم نے اس سے قبل کبھی گناہ کیا ہو، اور جس طرح دوسرے پیچھے رہنے والے معذرتیں پیش کرتے رہے، تم اس بات میں بھی رہ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عذر پیش کر دیتے۔ اب تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے متعلق بخشش کی

دعا فرمائیں گے تب ہی گناہ معاف ہوگا۔

(حضرت کعبؓ) فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مجھے مسلسل زجر کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا تاکہ اپنے آپ کی تکذیب کر دوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا، کیا کسی اور نے بھی میری طرح کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، ہاں دو آدمیوں نے کیا ہے جو تم نے کہا، اور انھیں بھی دربار نبوت سے ویسا ہی جواب ملا ہے جیسا تمھیں ملا ہے۔

میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ مرارہؓ بن ربیع عامری اور ہلالؓ بن امیہ واقفی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ دونوں نیک آدمی ہیں جو بدر کے غزوہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اور یہی (میرے لیے بھی بہترین نمونہ ہیں۔ جب انھوں نے ان کا تذکرہ کیا۔ تو میں واپس جانے کی بجائے) اپنے گھر چلا گیا۔

مسلمانوں کو حکم کہ کعبؓ وغیرہ کا بائیکاٹ کر دیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ ان تینوں سے ہی جو کہ آپؐ سے پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ لوگ ہم سے الگ ہو گئے۔ اور ہم سے بگڑ گئے۔ حتیٰ کہ زمین میرے لیے اجنبی ہو گئی۔ اب یہ زمین وہ نہ تھی جسے میں جانتا تھا۔ ہم پچاس دن اسی حالت میں گزارے، میرے دوسرے دونوں ساتھی تو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ اور روتے رہتے، اور میں ذرا توانا اور جوان ساتھا۔ اس لیے میں باہر آیا کرتا اور مسلمانوں کے ہمراہ نماز میں شریک ہوا کرتا۔ بازاروں میں پھرتا اور مجھ سے کوئی آدمی بھی بات نہ کرتا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا، ان پر سلام پیش کرتا۔ جب کہ نماز کے بعد اپنی مجلس میں آپؐ تشریف فرما ہوتے اور میں دل میں سوچتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے جواب کے لیے ہونٹ مبارک ہلائے ہیں یا نہیں؟ پھر میں آپؐ کے قریب نماز پڑھتا اور آپؐ کو کن انکھیوں سے دیکھتا رہتا، اور میں جب نماز کے لیے آتا تو آپؐ میری جانب نظر فرماتے اور جب میں دیکھتا تو مجھ سے اعراض فرما لیتے۔

امتحان اور آزمائش کی گھڑیاں

جب اہل اسلام کا اعراض حد سے طویل اور سخت تر ہو گیا، تو میں ابو قتادہؓ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ یہ میرے

چچا کے بیٹے تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا، اللہ کی قسم انھوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔

میں نے پوچھا، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں؟

وہ خاموش رہے، میں نے پھر وہی بات دہرائی وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے پھر وہی بات دہرائی تو وہ کہنے لگے، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔

اس پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور میں واپس آگیا۔

ایک اور کڑی آزمائش، شاہِ غسان کی طرف سے رشوت

اس دوران میں کہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا اچانک شام کے قبطیوں[1] میں سے ایک قبطی جو مدینہ میں غلہ لے کر بیچنے کے لیے آیا تھا، کہہ رہا تھا کون ہے جو مجھے کعبؓ بن مالکؓ کا پتہ بتائے؟ لوگ اسے اشارے سے بتانے لگے۔ جب وہ میرے پاس آیا، تو اس نے مجھے شاہِ غسان کا ایک خط دیا، اس میں لکھا تھا:

"اما بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجھ پر زیادتی کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلت و رسوائی کے لیے پیدا نہیں کیا، اس لیے آؤ، ہم سے مل جاؤ ہم تمہاری موانست کریں گے۔"

جب میں نے اسے پڑھا تو کہا، کہ یہ بھی ایک امتحان ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے اسے تنور میں ڈال کر اسے (جلا) دیا۔

آخری اور سخت ترین آزمائش

آخر جب چالیس راتیں گزر گئیں تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جا۔

میں نے دریافت کیا، کیا اُسے طلاق دے دوں، یا کچھ اور؟

انھوں نے کہا، نہیں، بلکہ صرف الگ ہو جا، اور اس کے قریب نہ جا۔ نیز اسی طرح میرے دوسرے دو ساتھیوں کو بھی ایسا ہی حکم بھیجا۔

---

[1] عیسائیوں کا ایک فرقہ

میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے اہل کے گھر چلی جاؤ، اور ان کے پاس ٹھہری رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ فرما دیں

ہلال بن امیہ کی بیوی حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول۔ ہلالؓ بن امیہ ایک بوڑھا ناتواں آدمی ہے۔ اس کے پاس کوئی خادم نہیں، کیا آپؐ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں کہ میں اس کی صرف خدمت ہی کر دیا کروں؟

آپؐ نے فرمایا، کوئی مضائقہ نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ اور (صحابیہؓ) نے جواب دیا، اللہ کی قسم، اس میں کوئی سکت ہی نہیں رہی، بلکہ جس دن سے یہ معاملہ ہوا ہے اسی دن سے آج تک وہ بس روتا ہی رہتا ہے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے ایک عزیز نے کہا، کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلالؓ بن امیہ کی بیوی کو اجازت دے دی ہے تم بھی آپؐ سے اجازت لے لو تا کہ وہ تمہاری خدمت ہی کرے۔

میں نے جواب دیا، اللہ کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا سوال نہیں کروں گا، اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا سوال کروں، تو نہ جانے آپؐ کیا فرمائیں؟ میں ایک جوان آدمی ہوں۔

دس مزید راتیں اسی حالت میں گزر گئیں۔

آخر امتحان کی گھڑی گزر گئی

اور جب ہمارے ساتھ مقاطعہ کلام سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔ اور پچاسویں رات کے بعد میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر نمازِ فجر ادا کی۔ میں اسی حالت میں بیٹھا تھا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ مجھ پر زندگی جان آ چکی تھی، اور اپنے کیے کی بنا پر زمین بھی تنگ ہو گئی تھی میں نے ایک آواز دینے والے کی صدا پہاڑ کی چوٹی سے سنی۔

اے کعبؓ بن مالک، خوش ہو جا۔

میں فوراً سجدے میں گر گیا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ کی جانب سے آسانی آ گئی۔

نمازِ فجر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری توبہ قبول ہونے کے متعلق (صحابہؓ) کو

خبر دے دی تھی۔ چنانچہ لوگ ہمیں خوشخبریاں دینے کے لیے آئے اور میرے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی گئے۔ ایک آدمی گھوڑے پر میری طرف بھاگا اور بنی اسلم سے ایک آدمی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ اس کی آواز گھوڑے والے سے جلد پہنچ گئی۔ اور جب بلند آہنگ خوشخبری دینے والا میرے پاس پہنچا تو میں نے اپنا لباس اتار کر اسے دے دیا۔ اللہ کی قسم میرے پاس اس کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا چنانچہ میں نے دو کپڑے مستعار لیے اور انھیں پہنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

خطاکار، دربار رسالت میں

لوگ گروہ در گروہ میری توبہ کی قبولیت کی مبارک دیتے ہوئے ملے، اور کہتے لگے:

اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کرلی، تجھے مبارک ہو۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، اور صحابہؓ آپؐ کے ارد گرد تھے۔ طلحہؓ بن عبید اللہ اٹھ کر دوڑے، مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک دی۔ اللہ کی قسم مہاجرین میں سے ان کے سوا کوئی میری جانب نہ آیا۔ اور میں طلحہؓ کی یہ محبت کبھی بھول نہیں سکتا۔

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپؐ کا چہرۂ انور خوشی و فرحت سے چمک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا، جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے تب سے آج تک آج کا دن از حد خوش ہو جا۔

کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ توبہ کی قبولیت، آپؐ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے ہے؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ اللہ کی جانب سے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرۂ انور روشن ہو جاتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم اسی سے پہچان لیتے۔

ایثار اور فدویت کی مثال

اس کے بعد جب میں آپؐ کے سامنے بیٹھا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، میں قبولیت توبہ کی خوشی میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرنا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو۔ وہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔
میں نے عرض کیا کہ میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھتا ہوں (اور باقی اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

دس خطاکاروں کا واقعہ

حضرت عثمانؓ بن سعید دارمی نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں عبداللہ بن صالح سے انھیں معاویہ بن صالح سے انھیں علی بن ابی طلحہؓ سے انھیں ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق روایت ملی۔ آیت یہ ہے:

وآخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا وآخر سیئاً۔

انھوں نے بتایا: یہ دس آدمی تھے جو کہ غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ گئے اور پیچھے رہ گئے۔ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات آدمیوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر مسجد میں ان کے قریب سے گزر رہے تھے تو دریافت فرمایا۔

یہ کون ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟

عرض کیا گیا، (ابو لبابہؓ) اور ان کے ساتھی جو کہ اے اللہ کے رسول (غزوہ) میں آپؐ سے پیچھے رہ گئے (اور ہمراہ نہیں گئے) ان لوگوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا ہے تاآنکہ آپؐ ہی انھیں کھولیں اور ان کی معذرت قبول فرمالیں۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نہ انھیں کھولوں گا اور نہ ان کی معذرت قبول کروں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں کھولے۔ یہ لوگ مجھ سے اعراض کر گئے اور مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہونے سے پیچھے رہ گئے۔

جب انھیں یہ معلوم ہوا تو کہنے لگے، ہم اپنے آپ کو بالکل نہ کھولیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں نہ کھولے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وآخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحاً وآخر سیئاً عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم، یعنی اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انھوں نے اپنے گناہوں کا، ملایا انھوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد، قریب ہے کہ اللہ معاف کرے ان کو،

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کسی کو بھیجا اور انھیں آزاد کر کے ان کا عذر قبول فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ ہمارے مال حاضر ہیں۔ ہماری جانب سے ان کا صدقہ فرما دیجئے اور ہمارے لیے بخشش کی دعا فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے تمہارا مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی : خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم۔ پ۱۱ رکوع

یعنی "لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس وجہ سے اور دعا دے ان کو بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے"۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال قبول فرما کر صدقہ کیا اور ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی۔ اور تین آدمیوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھا نہ تھا۔ انھیں خیال ہوا کہ نہ معلوم انھیں عذاب دیا جائے گا، یا ان کی بھی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی :

لقد تاب الله على النبى والمهاجرين والانصار.... اس آیت تک .... وعلى الثلاثة الذين خلفوا .... اس آیت تک ان الله هو التواب الرحيم۔

یعنی، اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین و انصار پر ..... اور ان تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا..... بے شک اللہ ہی مہربان رحم والا ہے۔

بسلسلۂ غزوۂ تبوک

فقہی احکام و مسائل کا استنباط

وہ نکات و معارف جو اس غزوہ سے حاصل ہوئے

۱- کوچ کا حکم ملنے کے بعد تاخیر روا نہیں جب امیر اپنے لشکر کو نکلنے کا حکم دے، تو ہمراہ چلنا لازم ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ امام کے اذن کے بغیر پیچھے رہ جائے اور لشکر کے نکلنے سے متعلق یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک آدمی کو متعین طور پر حکم دیا جائے، بلکہ جب لشکر چلے گا تو ہر آدمی کو اس کے ہمراہ نکلنا واجب ہے۔

جہاد کے تین مقامات ہیں۔

ایک فرضِ عین۔

دوسرا جب دشمن شہر میں آجائے۔

تیسرے جب کہ میدانِ جنگ میں صفیں جم جائیں۔ (یہ سب مذکورہ صورتیں فرضِ عین کی ہیں)

۲- مالی جہاد بھی واجب ہے، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جان کے ساتھ جہاد کرنے کے علاوہ مال سے جہاد کرنا بھی واجب ہے۔

امام احمدؒ کی دو روایتوں میں سے یہ ایک روایت ہے اور یہی صائب رائے ہے جس میں کچھ شبہ نہیں، کیونکہ قرآن میں جہاد بالنفس کے ساتھ ساتھ ہی جہاد بالمال کا ذکر کیا گیا ہے، بلکہ ایک مقام کے سوا تمام مقامات پر جہاد بالمال کا مذکور جہاد بالنفس سے پہلے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے جہاد بالمال ایک اعتبار سے جہاد بالنفس کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور ضروری ہے اور یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ یہ دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔ اور بڑا جہاد ہے جیسا کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو کسی غازی کے لیے سامانِ جہاد مہیا کرے اُس نے گویا جنگ میں حصہ لیا۔

پس جو شخص مالی استطاعت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ راہِ خدا میں جہاد پر نکلنے والوں کے لیے سروسامان بہم پہنچائے، بالکل اسی طرح جیسے جسمانی قوت وطاقت رکھنے والے شخص پر لازم ہے کہ دست وبازو سے جہاد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور جہادِ بدنی کی تکمیل مالی زرخرچ کیے بغیر نہیں ہوتی کہ تعدادِ (رجال) اور سرمائے کے بغیر دشمن پر قابو پانا دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے اگر افراد کثرت سے مہیا نہ کرسکے تو مال اور اسلحہ سے تعاون کرنا واجب ہے کیونکہ جسمانی طور پر معذور آدمی اگر دولت مند ہو تو حج (بدل) اس پر واجب ہوجاتا ہے، پس جہاد میں مال سے تعاون کرنا زیادہ واجب اور اولیٰ ہوگا۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کی فضیلت ومزیت | اور انہی حکم میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے اس غزوہ میں ایک عظیم سرمائے سے اہل اسلام کی مدد کی اور تمام لوگوں پر گوئے سبقت لے گئے اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے عثمانؓ، اللہ تعالےٰ نے تجھے بخش دیا، جو تو نے چھپ کر کیا، جو تو نے اعلانیہ کیا، جو تو نے مخفی رکھا، اور جو تو نے ظاہر کردیا۔

پھر فرمایا!

آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی بات بھی ضرر نہ دے گی[1]۔

(حضرت عثمانؓ) نے اس دن ایک ہزار دینار، تین سو اونٹ سازوسامان سمیت اور اسلحہ وغیرہ پیش خدمت کیے تھے۔

۴۔ عاجز کسے تسلیم کیا جائے گا؟ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاجز صرف وہ ہے جو کوشش وجہد کے باوجود مال حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

۵۔ استخلافِ امام کا مسئلہ | نیز اس سے استخلافِ امام کا مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جب امام سفر کرے تو ضعفا۔ معذورین۔ عورتوں اور بچوں پر کسی آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر جاسکتا ہے۔ یہ مجاہدین کا نائب ہوگا کیونکہ یہ کام (دراصل) مجاہدین سے بہت بڑا تعاون ہے جناب

---

[1] یعنی کوئی پرسش نہ ہوگی۔ اس طرح بشارات دوسرے صحابہ کرام کے لیے بھی آئے ہیں لیکن یہ سب کے سب تابع ہیں امر عمل اور نہی سے اجتناب کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم ابن اُمِّ مکتوم کو نائب بنا کر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے انھیں دس سے زائد مرتبہ نائب بنایا

۶۔ حضرت علیؓ کی فضیلت و مزکیت

اور اہلِ حدیث و اثر کے ہاں ثبوت ملتا ہے، غزوۂ تبوک میں آپؐ نے علی بن ابی طالب کو نائب بنایا جیسا کہ صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں جاتے وقت علی کرم اللہ وجہہ کو نائب بنایا۔ انھوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ اپنے پیچھے چھوڑے جا رہے ہو؟

آپؐ نے فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہارا اس طرح تعلق ہو جیسا ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا؟ البتہ یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" لیکن یہ خلافت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے متعلق تھی۔ باقی رہا استخلافِ عمومی! تو یہ محمد بن سلمہ انصاری کے سپرد تھا۔

۷۔ علاقہ قوم ثمود کی چیزوں کا استعمال

نیز اس میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قوم ثمود کے علاقہ میں کنوؤں سے پانی پینا یا اس سے کچھ پکانا، آٹا گوندھنا اور وضو کرنا جائز نہیں۔ البتہ بیر ناقہ کے سوا دیگر مقامات سے چوپاؤں کو پانی پلانا جائز ہے۔ یہ کنویں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک باقی تھے۔ اس کے بعد پھر آج تک صدیوں پر صدیاں گذرتی رہیں۔ اس کنویں کے سوا کوئی مسافر کہیں نہیں اترا۔ یہ کنواں بند ہے اور اس کی عمارت پختہ اور وسیع ہے۔ اس پر قدامت کے آثار صاف نمایاں ہیں جن سے قطعاً کسی طرح کا شبہ نہیں ہوتا۔

۸۔ مغضوب قوموں کے علاقہ سے کس طرح گزرنا چاہیے؟

نیز جو آدمی مغضوب علیہ اور سزا یافتہ اقوام کے علاقہ سے گذرے اسے چاہیے کہ وہ اس کے اندر داخل نہ ہو اور نہ وہاں پر قیام کرے۔ کپڑا لپیٹے ہوئے تیزی کے ساتھ ادھر سے گزر جائے۔ بلکہ گریہ کناں داخل ہو۔ اور اسی حالتِ گریہ و عجز میں گزر جائے، یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی محسر میں منیٰ اور عرفہ کے درمیان تیزی سے گزر گئے، کیونکہ اسی جگہ اصحاب فیل پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔

۹ سفر میں جمع بین الصلاتین کا مسئلہ

نیز اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو سفر میں جمع کرکے پڑھنا منقول ہے۔

لیکن یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ ہاں عرفہ میں دخولِ عرفہ سے قبل آپؐ سے جمع تقدیم ثابت ہے کہ آپؐ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھی اور اس کی علت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے باعث ایسا کیا۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ سفرِ طویل کے باعث جمع کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کام کی کثرت یعنی دقوت کے باعث جمع کیا۔ نیز اس خیال سے کہ وہاں غروب آفتاب تک پہنچ سکیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر ضروری کام ہو تو اس کی وجہ سے دو نمازوں کو(ایک وقت پر ایک وقت سے پہلے) جمع کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ اگر مٹی نہ ملے تو ریت سے بھی تیمم جائز ہے

نیز اس سے ریت کے ساتھ جوازِ تیمم بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب مدینہ اور تبوک کے ریگستانی علاقہ کو طے کر رہے تھے اور اس میں قطعاً شک نہیں کہ آپؐ اپنے ساتھ مٹی نہیں لے گئے۔ اور یہ چٹیل ریگستان ایسا ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی اور یہ تو یقینی بات ہے کہ جہاں وہ اترے تھے وہیں پر انھوں نے ریت سے تیمم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ:

میری امت کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں اس کی مسجد ہے اور وہیں طہارت کا سامان ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیس دن تبوک میں مقیم رہے اور قصر کرتے رہے مگر امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ جب تم میں سے کوئی اس سے زیادہ دن قیام کرے تو قصر نہ کرے۔ بلکہ آپؐ کی یہ اقامت (اتنی مدت) رہی اور حالت سفر میں یہ اقامت سفر سے خارج نہیں ہوتی چاہے طویل ہو یا قلیل، بشرطیکہ وہ اجنبی علاقے میں ہو اور اس جگہ مقیم ہوجانے کا ارادہ بھی نہ ہو۔

سلف اور خلف میں یہ مسئلہ کافی حد تک اختلافی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں انیس دن ٹھہرے اور آپؐ نے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ اس لیے ہم جب انیس دن ٹھہرتے ہیں تو قصر کرتے ہیں اور اگر زیادہ دن ٹھہرنا ہوتا ہے

تو مکمل نماز پڑھتے ہیں۔

اور کلام احمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کا مطلب زمانہ فتح میں مدت قیام مکہ سے ہے۔

دوسروں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا مطلب قیام تبوک سے ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن ٹھہرے رہے اور نمازیں قصر کرتے رہے (مسند احمد) اور مسورؓ بن مخرمہ نے بتایا کہ ہم شام کی کسی بستی میں حضرت سعدؓ کے ہمراہ چالیس دن تک ٹھہرے حضرت سعدؓ قصر کرتے رہے اور ہم مکمل نماز پڑھتے رہے۔ حضرت نافعؒ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ آذربائیجان میں چھ ماہ تک ٹھہرے رہے اور دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ ان کی واپسی کی راہ میں برف سے رکاوٹ ہو گئی تھی۔

حضرت حفص بن عبیدہ بتاتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ملک شام میں دو برس مقیم رہے اور مسافر کی نماز پڑھتے رہے۔

حضرت انسؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رام ہرمز میں سات ماہ ٹھہرے اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ بابل میں دو سال ٹھہرا اور وہ قصر نماز پڑھتے رہے اور جمع نہ کرتے تھے۔

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ رے میں ایک سال سے زیادہ مدت تک ٹھہرے وہ قصر کرتا ہے اور سجستان میں دو سال ٹھہرے (اور قصر کیا) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی یہی سنت طیبہ ہے اور یہی بہتر اور صائب ہے۔

رہے لوگوں کے مذاہب تو امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب چار دن تک اقامت کا ارادہ ہو تو مکمل نماز ادا کرے۔ اور اگر اس سے کم کا ارادہ ہو تو قصر کرے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے آثار کا انھوں نے یہ مطلب لیا ہے کہ ان کا ارادہ اتنی مدت کا نہ تھا، بلکہ خیال یہ تھا کہ ہم کل جائیں گے۔ اور پھر کل جائیں گے۔

امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر چار دن سے زیادہ اقامت کا ارادہ ہو تو مکمل نماز پڑھے اور اگر کم کا ارادہ ہو تو قصر کرے۔

ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اگر پندرہ روز کے قیام کا ارادہ ہو تو مکمل نماز پڑھے اور اگر اس سے کم کا ارادہ ہو تو

قصر کرے، حضرت لیثؒ بن سعد کا یہی مذہب ہے اور تین بزرگ صحابہؓ، حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت سعیدؒ بن مسیب فرماتے ہیں اگر تو چار دن ٹھہرے تو چار رکعتیں پڑھ۔ نیز آپؒ سے ابوحنیفہؒ کے مطابق بھی ایک قول منقول ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں، اگر دس دن قیام کرے تو مکمل نماز پڑھے، یہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں، جب تک اپنے شہر میں واپس نہیں آتا، تب تک قصر کرتا رہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک زادِ راہ اور ساز و سامان نہیں رکھ دیتا، تب تک قصر کرتا رہے۔

ویسے ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی حاجت سے قیام کرے اور ہر روز یہ ارادہ کرتا رہے کہ کل جاؤں گا، کل جاؤں گا اور انتظار میں لگا رہے، تو وہ زندگی بھر قصر کر سکتا ہے۔ البتہ ایک منقول قول میں امام شافعیؒ کا فرمان یہ ہے کہ سترہ یا اٹھارہ دن تک قصر کرے اور اس کے بعد قصر نہ کرے۔

ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ مسافر کو اس بات کی اجازت ہے کہ جب تک وہ مدتِ مخصوص کے لیے اقامت کا ارادہ نہ کرے قصر کرتا رہے۔ چاہے اس پر کئی سال گزر جائیں[1]۔

١١- اگر مصلحت دائمی ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے،

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حالف کو اپنی قسم توڑنا مستحب ہے۔ اگر بصورت دیگر اسے مصلحت علائی اور نیکی نظر آئے، البتہ اس کے عوض چاہیے کہ کوئی دوسرا نیک کام کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔ یہ

---

[1] سفر کے سلسلے میں حنفی فقہ کا مسئلہ مختصر طور پر یوں ہے:

١۔ قصر کا آغاز سفر پر روانہ ہوتے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس کی شرط نہیں کہ اتنے میل یا اتنی مسافت طے کرنا ضروری ہے۔ وطن سے یا مستقل اقامت گاہ سے نکلتے ہی اگر نماز کا وقت حالت سفر میں آجائے تو قصر جائز ہے۔

٢۔ مسافر کی حیثیت سے اگر ساری زندگی بھی گزر جائے تو قصر برابر جاری رکھا جائے گا۔ اس کے لیے بھی شرط نہیں کہ اتنی مدت تک تو قصر کیا جا سکتا ہے۔ اس مدت میں اضافہ ہو جائے تو قصر نہیں کیا جائے گا، یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر اس وقت تک کیا جائے گا، جب تک مسافر اپنے وطن نہ واپس آ جائے، یا کسی اور جگہ مستقل اقامت نہ اختیار کرلے۔

بات اس کی صوابدید پر منحصر ہے کہ خواہ قسم توڑنے سے قبل کفارہ ادا کر دے، خواہ بعد میں ادا کرے۔

سنن میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی حدیث ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ
جب تو حلف لے (قسم کھائے) اور یہ دیکھے کہ نیکی اور بھلائی تو دوسری صورت میں ہے تو قسم توڑ دے
اور حلف کا کفارہ ادا کر دے اور وہ دوسری صورت جو خیر کی ہے اختیار کرلے۔

یہ روایت اصل صحیحین میں مروی ہے۔ اسی بنیاد پر احمدؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کا خیال ہے کہ قسم توڑنے سے قبل کفارہ دینا جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ نے روزے کے ذریعہ کفارہ ادا کرنے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ روزوں میں تقدیم کرنا جائز نہیں۔ البتہ ابوحنیفہؒ نے علی الاطلاق پیشگی کفارے سے منع کیا ہے[1]۔

۱۲۔ غصہ کی قسم بھی معتبر سمجھی جاسکتی ہے

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حالتِ غضب کی قسم معتبر سمجھی جائے گی، بشرطیکہ حالت اس حد تک نہ لے جائے کہ قسم کھانے والا ہوش وحواس کھو چکا ہو اور نہ جانتا ہو کہ کیا کہہ رہا ہے؟ ایسی قسم کے معتبر سمجھے جانے کی صورت میں اس کا حکم نافذ ہوگا اور اس کا عقد بھی درست ہوگا اور اگر غضب اغلاق تک پہنچ جائے تو ایسے شخص کی نہ قسم معتبر ہوگی، نہ عقد، نہ طلاق، نہ عتاق، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ کی نہ طلاق معتبر ہے نہ عتاق

۱۳۔ اصل معطی، مانع، اور عامل خدا ہے، رسولؐ صرف منفذ ہے

اسی طرح جناب رسالتمآبؐ کا فرمان، کہ میں نے تمہاری طرف یہ (ساز وسامان) تعاون سفر نہیں بھیجا، بلکہ اللہ تعالےٰ نے ارسال فرمایا ہے ایسا کلام گاہے گاہے جبرِ قلوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا کی قسم میں نہ کسی کو کچھ دیتا ہوں اور نہ کسی سے کچھ روکتا ہوں، بلکہ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ جہاں مجھے حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

کیونکہ آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے اور حکم کے مطابق امور میں تصرف فرماتے تھے چنانچہ

---

[1] قسم ہو یا روزہ، کسی کا کفارہ بھی وقوع واقعہ سے پیشتر ادا کرنا تکلیف مالا یطاق، اور عقلی و شرعی نقطۂ نظر سے غیر مستحسن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ نے علی الاطلاق پیشگی کفارہ کو روا نہیں قرار دیا ہے۔

پروردگار کریم آپؐ کو کسی امر کا حکم فرماتا، آپؐ نافذ کر دیتے، کیونکہ اصل عطا کنندہ اور روکنے والا تو صرف اللہ ہی ہے۔

۱۴. نفاق کفر تک پہنچ جائے تو بھی منافق کا قتل روا نہیں

اسی طرح منافقین کو قتل نہ کرنا۔ حالانکہ یہ لوگ کفر صریح تک پہنچ چکے تھے

اسی سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ زندیق کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ ظاہری طور پر توبہ کرے کیونکہ (ان منافقین) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھائی کہ ہم نے یہ نہیں کہا، لہٰذا، ان الفاظ کا مطلب تو یہی قرار دیا جائے گا اور بعض منافق تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہنے لگے کہ آپؐ نے عدل نہیں کیا۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کیا آپؐ انھیں قتل نہیں کریں گے؟
آپؐ نے یہ جواب نہیں دیا کہ ان کے خلاف بینہ نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ لوگ یہ چرچا کرنے لگیں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ اس لیے صحیح جواب تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کا ترکِ قتل ایک مصلحت کے پیش نظر تھا، تاکہ آپؐ کی جانب تالیف قلوب ہو سکے: اور تمام لوگ آپؐ کے کلمہ پر جمع ہو جائیں۔ نیز ان کے قتل سے تنفر کا خطرہ تھا اور اس وقت اسلام کی حالتِ غربت تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تالیفِ قلوب چاہتے تھے اور یہ ایسا امر تھا، جو صرف آپؐ کے عہد سے مخصوص تھا، اسی طرح سے آپؐ نے اپنے آپؐ پر حملہ کرنے والوں کے خلاف بھی اقدام نہیں کیا، لیکن آپؐ کے بعد امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا حق بھی نہ لے[1]۔ بلکہ اب ضروری ہے کہ

[1] قرآن، حدیث اور داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ سے جو کچھ مستنبط اور متبادر ہوتا ہے کہ شریعت میں اور احکام و قضایا میں عمل ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ منافقین اگرچہ دل میں اسلام اور داعی اسلام کے بدترین دشمن تھے، لیکن زبان سے اسلام کا اقرار کرتے رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے انھیں سزا نہیں دی، لیکن اگر ان کے کفر کی کوئی ناقابل تردید شہادت مل جاتی تو ظاہر ہے پھر وہ سزا سے نہ بچ سکتے۔ ایک جنگ میں ایک جلیل القدر صحابی نے جب میدان جنگ میں ایک شخص کو اپنی شمشیر خاراشگاف کی زد پر پایا تو اس نے اپنے مسلمان ہو جانے کا اقرار کیا، لیکن صحابی نے یہ سوچ کر اس کی گردن اڑا دی کہ یہ جان بچانے کا ایک حیلہ ہے۔ آپؐ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو برہم ہوئے اور ان سے دریافت فرمایا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

پورا پورا حق لیا جائے۔ ان مسائل پر ایک دوسری جگہ وضاحت آئے گی اور یہاں صرف اشارہ اور تنبیہہ ہی مقصود ہے۔

۱۵۔ معاہدین اور اہل ذمہ کے بارے میں ایک رائے

نیز معاہدین اور اہل ذمہ لوگ جب کبھی ایسی حرکت کا ارتکاب کریں جس سے اسلام کو ضرر پہنچتا ہو تو ان کے مال اور جان کی حفاظت سے متعلق کیا ہوا عہد ختم فوراً ہو جائے گا۔ اور اگر امام اس کی جان و مال پر غلبہ نہ حاصل کر سکے تو اس کی جان و مال (ہر مسلمان کے لیے) مباح اور ہدر ہو گی۔ اور جو بھی اسے پکڑ لے گا، اسی کی ملکیت سمجھی جائے گی، جیسے کہ آپؐ نے اہل ایلہ کے ساتھ مصالحت کے موقع پر فرمایا کہ جو ان میں سے شرارت کرے تو اس کا مال اس کی جان کے بچانے کے لیے حائل نہ ہو سکے گا اور جو بھی اس پر قبضہ کرے گا وہ اسی کی ملکیت ہو گا یہ اس لیے کہ شرارت (احداث) سے وہ محارب بن چکا ہے۔ اور اس کا حکم اہل حرب ہی کے مانند ہو گا۔

۱۶۔ رات کے وقت تدفین کا مسئلہ

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالبجادینؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔

امام احمدؒ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں اور فرمایا کہ ابوبکرؓ

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) هل شققت قلبه ؟ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا ؟ ۔۔۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر آپؐ نے خدائے عزوجل کی بارگاہ میں تین مرتبہ اس فعل سے برأت کا اظہار فرمایا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات کس طرح مانی جا سکتی ہے کہ منافقین کا قتل عہد رسالت میں ناجائز تھا بعد میں جائز ہو گیا۔ اگر ہو گیا ہوتا تو ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ نے منافقوں کو کیوں قتل نہیں کیا ؟ اس سے تو بہرحال انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے عہد میں بھی منافقین تھے اور اچھی خاصی تعداد میں تھے۔

تاریخ اسلام میں ایک مثال بھی اس کی نہیں مل سکتی کہ نفاق کے جرم میں کسی کو قتل کیا گیا ہو اس لیے کہ نفاق اگر ثابت ہے تو کفر ہے۔ ثابت نہیں ہے تو نفاق ہے اور جو ثابت نہ ہو اس پر نہ حد جاری ہو سکتی ہے، نہ سزا دی جا سکتی ہے۔

رات کو دفن کیے گئے ۔ علیؓ اور فاطمہؓ کی تدفین بھی رات کو ہوئی ۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے متعلق دریافت فرمایا، یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا، فلاں ہے، گذشتہ شب کو دفن کیا گیا۔ آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی (یا جنازہ پڑھا) اگر یہ کہا جائے کہ صحیح مسلم کی روایت کا آپ کیا جواب دیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا، اور ایک صحابی کا ذکر کیا جو فوت ہو گئے اور انھیں بالکل ہی معمولی درجے کا کفن پہنایا گیا، اور رات کو دفن کیے گئے ۔ اس موقع پر آپؐ نے شدتِ اضطرار کے سوا رات کو قبر میں دفن کرنے سے منع فرمایا ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اسی جانب جاتے ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ ہم بحمداللہ دونوں احادیث کو تسلیم کرتے ہیں ۔ اور کسی کو بھی رد نہیں کرتے اس طرح کہ ہم رات کو دفن کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں بلکہ زجر کرتے ہیں ہاں اگر کوئی مصلحت یا ضرورت ہو تو الگ بات ہے ۔ مثلاً رات کو مسافروں کے قافلے میں سے ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے اور اہل قافلہ کے لیے صبح تک ٹھہرنا خطرناک ہے یا مثلاً میت کے پھٹ کر بدبودار ہو جانے کا اندیشہ ہے اس قسم کے ترجیحی اسباب کی وجہ سے رات کو دفن کر دیا جائے گا ۔

۱۷۔ مالِ غنیمت اور قیدی مجاہدین کا حق ہیں

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام جب کوئی سریہ بھیجے اور اسے مالِ غنیمت یا قیدی حاصل ہوں یا کوئی قلعہ فتح ہو جائے تو خمس نکالنے کے بعد باقی سب کچھ اہل سریہ کا حق ہو گا لیکن اگر جنگ کے دوران میں (بہ حالتِ سفر) فوج کا ایک حصہ بطور سریہ بھیجا جائے اور فوج کی پشت پناہی کے بل پر اور اس کی قوت سے اسے کچھ حاصل ہو تو یہ خمس اور نفل نکالنے کے بعد مالِ غنیمت ساری فوج کا ہو گا ، صرف اہل سریہ کا نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنتِ طیبہ تھی ۔

۱۸۔ ایک اہم شرعی نکتہ

نیز غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ذکر ہو چکا ہے :

"مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ تم نے جو وادی طے کی ، یا تم جہاں بھی چلے وہ لوگ تمہارے ہمراہ تھے ۔"

یہ معیت قلبی اور عزائم و ہمم کی ہے ، نہ کہ یوں جیسے جہلاء اور سفہاء نے سمجھ رکھا ہے کہ ... اپنے جسم و اعضا سمیت ان کے ہمراہ تھے ۔ یہ محال ہے کیونکہ آپؐ کے سامنے عرض کیا گیا وہ تو مدینہ میں ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں وہ مدینہ میں ہیں۔ انھیں عذر نے روک دیا ہے۔ یہ لوگ قلبی و روحی طور پر ان کے ہمراہ تھے اور ان کے اجسام دار الہجرت (مدینہ) میں تھے، اسے جہاد قلبی کہتے ہیں۔

ان کا یہ جہاد اصل میں جہاد کے چار مراتب قلبی، لسانی، مالی اور بدنی میں سے ایک ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ مشرکین کے ساتھ زبان، قلب اور مال کے ذریعہ جہاد کرو۔

۱۹۔ مقاماتِ معصیت کی تخریب و انہدام جائز ہے

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ معصیت کے مقامات کو جلانا جائز ہے

جہاں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوتی ہو، اسے گرا دینا چاہیے، جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو جلا دیا۔ اور اسے منہدم کر دینے کا حکم فرمایا، حالانکہ اس مسجد میں نماز پڑھائی جاتی تھی اور اس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا کیونکہ اس کی بنیاد ہی ضرر اور مومنین کے درمیان افتراق و انتشار پر تھی یہ منافقین کی جائے پناہ تھی اور ہر ایسی جگہ جس کا معاملہ مسجد ضرار کا سا ہو، امام پر واجب ہے کہ اسے گرا کر اور جلا کر ختم کر دے یا اس کی صورت متغیر کر کے اسے مٹا دے اور جس کام (مثلاً بت پرستی، قبر پرستی وغیرہ) کے لیے بنائی گئی ہے۔ اسے وہاں سے ہٹا دے کیونکہ جب مسجد ضرار کے متعلق یہ طرز عمل روا رکھا گیا تو وہ مقاماتِ شرک گرا دینے کے زیادہ مستحق ہیں۔ جن کے مجاورین لوگوں کو وہاں اللہ کا شریک بنانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ایسے فسق و فجور کے مقامات مثلاً شراب کی دکانیں اور منکرات کے مراکز[1] چنانچہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک پورا گاؤں ہی جلا دیا تھا جس میں شراب کی خرید و فروخت ہوتی تھی[2] اور رویشد ثقفی کی دکان جلا دی اور اسے ذلیل (غنڈہ) کا خطاب دیا۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکین جماعت اور جمعہ کے گھر جلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا[3] لیکن عورتوں اور بچوں کی وجہ سے رک گئے کیونکہ ان پر مسجد میں جماعت کی حاضری واجب نہیں۔

۲۰۔ وقف کب درست اور جائز ہے

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف نیکی اور قربت کی خاطر وقف درست ہو سکتا ہے ورنہ مسجد ضرار کا وقف کیا

---

[1] وہ مراکز جو مسلمانوں نے قائم کیے ہوں، غیر مسلموں پر یہ اصول نافذ نہیں ہو سکتا۔

[2] یہ واقعہ تاریخی طور پر مشتبہ ہے، کسی مستند تاریخ میں اس کا مذکور نہیں۔

[3] آپؐ کا یہ عزم تنبیہاً تھا۔ واقعتہً نہ تھا جیسا کہ کتب فقہ میں تصریحات مذکور و موجود ہیں۔

درست ہوتا۔

۲۱ - قبر پر مسجد یا صحن مسجد میں قبر کی تعمیر ناجائز ہے

نیز ایسے ہی قبر کے اوپر مسجد بنانا ناجائز ہے اور اسی طرح اگر مسجد کے اندر (یا صحن) میں کسی کو دفن کر دیا جائے تو قبر کو اکھاڑ دیا جائے گا۔ یہ امام احمد وغیرہ سے منصوص ہے۔

اسلام میں مسجد اور قبر دونوں جمع نہیں ہو سکتیں بلکہ جو پہل کر جائے دوسرے کے لیے رکاوٹ ہو گی۔ اور پہل کرنے والے ہی کے حق میں فیصلہ ہو گا۔ نیز اگر دونوں ایک ساتھ بنائی جائیں تو وقف درست نہ ہو گا اور نہ جائز ہو گا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے باعث ایسی (قبر والی) مسجد میں نماز ادا کرنا جائز نہیں اور آپؐ نے اس پر لعنت کی جو کہ قبر کو مسجد بنا لے، یا اس پر چراغ جلائے۔ اب یہ اسلام کا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول پر نازل فرمایا۔ مگر اب غربتِ اسلام کیسی نمایاں ہے۔

۲۲ - مدحیہ اشعار کے جواز کا پہلو

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے کے استقبال کے لیے فرحت و انبساط کا اظہار کرتے ہوئے شعر پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ محرمات (حرام کام) مثلاً باجہ اور مزمار اور عود شامل نہ ہوں اور ایسے فنائی اشعار نہ ہوں جن سے فحاشی ٹپکتی ہو، یا ایسی بات جسے اللہ نے حرام کر دیا ہو اور فاسقانہ عناد کے قائل تو شراب جیسی مسکرات کو بھی حلال سمجھتے ہیں۔ اور اسے انگور اور عصارت انگور (افشردۂ انگور) پر قیاس کرتے ہیں، حالانکہ افشردہ مسکر نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کے انداز اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ انما البیع مثل الربٰوا یعنی بے شک بیع ربٰوا کی طرح ہے۔[1]

---

[1] یعنی کفار کہا کرتے تھے کہ بیع اور سود دونوں یکساں طور پر کاروبار ہیں۔ زید اپنی چادر جو اس نے چار روپے میں لی تھی پانچ روپے میں فروخت کر کے ایک روپیہ نفع کماتا ہے اور خالد دس روپے نقد دے کر گیارہ روپے لیتا اور اس طرح ایک روپیہ نفع کماتا ہے۔ دونوں نے اپنے مال پر نفع لیا، لہٰذا بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن اسلام ان دونوں صورتوں میں فرق کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احل اللّٰہ البیع و حرم الربٰوا (اللہ تعالیٰ نے بیع حلال کی ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے)

اس میں مصلحت یہ ہے کہ تاجر، اپنی جیسی چیز پر نفع کماتا ہے اس میں نفع کے ساتھ نقصان کا بھی

(باقی اگلے صفحہ پر)

۲۳۔ ممدوح مدحیہ اشعار سن سکتا ہے

اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح کرنے والوں کی مدح سنی اور سننے سے انکار نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کو دیگر ممدوحین پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، جن کے متعلق فرمایا گیا:

مدح کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو۔

۲۴۔ امام اپنا ارادہ مخفی رکھ سکتا ہے

نیز امام جب کسی بات کو عوام سے مخفی رکھنے میں مصلحت دیکھے تو اپنے عزائم اور دشمن کی جانب کوچ کرنے کو اس کے لیے مخفی رکھنا جائز ہے۔

۲۵۔ بدعت حسنہ کا جواز

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فوج کے لیے کوئی دیوان (دفتر) نہ تھا۔ یہ طریقہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جاری فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفائے راشدین کی اتباع کا حکم دیا تھا، اور اہل اسلام نے دفتری ضرورت واہمیت کو بھی محسوس کر لیا تھا۔

۲۶۔ پچھڑنے والوں سے امام کو باز پرس کرنی چاہیے

نیز امام مطاع کو چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کو آزاد ہرگز نہ رہنے دے جو کہ اس سے (جنگ کے موقع) پر پیچھے رہ جائیں بلکہ ان سے باز پرس کرے تاکہ وہ اطاعت کریں اور توبہ کریں۔

۲۷۔ سفر سے واپسی کے آداب

نیز آنے والے کے لیے مسنون یہ ہے کہ سفر سے واپسی پر اپنے اپنے شہر میں داخل ہوتے وقت باوضو ہو اور سب سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) تری امکان ہوتا ہے خراب ہو سکتی ہے۔ سڑ سکتی ہے، جل سکتی ہے۔ نیز اسے مالی تجارت کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ دقتیں اور دشواریاں اٹھانا پڑتی ہیں۔ جان و مال دونوں طرح کے خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کے برعکس سود خوار ہر خطرے، زیاں اور خسارہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ دو روپیہ دے کر — جو مال تجارت نہیں ہے — زیادہ روپیہ لیتا ہے اسے اپنے ابنائے جنس سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ وہ سنگ دل اور سفاک بن جاتا ہے۔ معاشرہ کے لیے ایک ناقابل برداشت چیز بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بیع کی اجازت دی ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اللہ کے گھر (مسجد) میں جائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر مسلمانوں کے پاس بیٹھے۔ اس کے بعد اپنے گھر میں آئے۔

۲۸ - منافقین کے اظہار اسلام میں جرح نہیں کی جا سکتی

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کا اظہار اسلام قبول کر لیتے اور ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کر دیتے۔ اور ظاہری حالت کے مطابق حکم نافذ فرماتے اور مخفیات پر زجر نہ کرتے۔

۲۹ - امیر یا امام تادیباً سلام کا جواب نہ دے یہ جائز ہے

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام اور حاکم کو چاہیے کہ وہ ایسے آدمی کے سلام کا جواب تادیباً نہ دے جو اسلام میں کوئی بدعت جاری کرے، تاکہ دوسروں کو بھی زجر و نصیحت ہو جائے۔ کیونکہ آپؐ سے یہ ثابت نہیں کہ آپؐ نے حضرت کعبؓ کے سلام کا جواب دیا ہو، بلکہ برہمی کے انداز میں تبسم فرمایا۔

۳۰ - ایک اہم اور لطیف نکتہ

ان تمام میں سے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے صرف ان تین سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ممانعتِ کلام ان کی صداقت اور باقی لوگوں کے کذب کی دلیل ہے۔

چنانچہ آپؐ نے صادقین سے ان کی غلطی کے باعث تادیب کے لیے وقتی علیحدگی اختیار فرمائی اور جو منافقین تھے ان کا گناہ اس سے زیادہ تھا، لہٰذا ان کے لیے ہجر نبی کی دوا پہلے تینوں کے برعکس کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کے جرائم پر ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ چنانچہ مومن بندہ کی جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ادنیٰ اور معمولی سی غلطی اور لغزش پر گرفت کرتا ہے تاکہ وہ مسلسل ہوشیار اور چوکنا رہے، اور اگر کوئی بندہ اس کی نگاہوں سے گر جاتا اور ذلیل ہو جاتا ہے پھر اسے گناہوں پر آزاد چھوڑ دیتا ہے، اور جیسے جیسے وہ گناہ کرتا ہے اس پر انعامات میں اضافہ کرتا ہے۔ اور یہ مغرور یوں سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کا فضل ہے حالانکہ اسے علم نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ اسے آخرت میں شدید ترین عذاب دے اور سچ تو یہ ہے آخرت کی سزا کا کسی دوسری سزا سے مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے حدیث مشہورہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ

اپنے بندے کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا ہی میں سزا دیتا ہے ، اس کے گناہ کٹ جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حق میں سزا کا ارادہ کرتا ہے تو دنیا میں اس کی سزا روک لیتا ہے اور قیامت میں وہ اپنے گناہوں سے لدا ہوا آتا ہے۔

۳۱ - مقاطعہ کی صورت میں ترک جماعت قابل مواخذہ نہیں

اس میں یہ بھی ذکر ہوا ، کہ ہلال بن امیہ اور مرارہؓ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور وہیں نمازیں ادا کرتے رہے - اور جماعت میں حاضر نہ ہوا کرتے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اسلام کا انقطاع تعلقات اس آدمی کے لیے معقول عذر ہے کہ وہ جماعت میں شریک نہ ہو۔ اور یا یوں کہا جائے گا کہ انقطاعِ تعلقات کا اکمال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں بھی حاضر نہ ہو۔

لیکن کہا جائے گا کہ حضرت کعبؓ جماعت میں شریک ہوا کرتے تھے - مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کبھی منع نہیں فرمایا، نہ آن دونوں پر ترک جماعت کے باعث عتاب فرمایا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق کا حکم ملا تو انھوں نے ایسے امور میں بھی قطع تعلق کر لیا جن کا انھیں حکم نہ تھا - چنانچہ انھوں نے کلام کرنا بھی بند کر دیا۔ اور آپؐ نے جو نماز میں حاضر ہوتا ہے منع نہ فرمایا۔ اور جو نہ حاضر ہوتا اس کے متعلق بھی کچھ کہا نہیں ، یا کہا جائے گا کہ وہ دونوں صحابی کمزور ہو چکے تھے اور باہر نکلنے سے عاجز و درماندہ تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے مقابلہ میں مضبوط تھا۔ اور ان سے زیادہ جوان تھا - اس لیے باہر بھی نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز باجماعت میں بھی شریک ہوتا ، اور وہ یہ بھی کہتے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور انھیں سلام کرتا - آپؐ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھے ہوتے اور میں سوچا کرتا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے اپنے لب مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت دی ہے یا نہیں ؟

یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ جس سے (اہل اسلام) قطع تعلق کر لیں - اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔

۳۲ - واقعہ کعبؓ اور اس سے حاصل شدہ نکات و مصالح

اس کے علاوہ شاہ غسان کا انھیں خط لکھنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک طرح کا

امتحان وابتلا تھا۔ چنانچہ ثابت ہوگیا کہ کعب نے اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور ایمان کے معاملہ میں ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائی ۔ نیز صحابہؓ کے سامنے بھی اس کا اظہار ہوگیا کہ یہ ان میں سے نہیں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے قطع تعلق کے باعث جن کا ایمان کمزور ہوگیا ہو، اور نہ ایسے لوگوں میں سے ہیں جو ان حالات میں بھی دین کے مقابلہ میں جاہ وحشمت ظاہری کے طلب گار ہوں ۔ یہ تمام امور اس لیے وارد ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نفاق سے ان کی برأت کرنا چاہتا تھا اور ان کی قوتِ ایمانی نیز اللہ اور اس کے رسول اور صحابہؓ سے محبت اور صداقت کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ پس یہ معاملہ تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتمام نعمت اور لطف وکرم اور زخمی دل پر مرہم رکھنے کا معاملہ تھا اور اس ابتلاء نے ان کی باطنی حالت کو آشکارا کر دیا اور ان کا یہ کہنا کہ "میں نے اس مکتوب کو "نذرِ آتش کر دیا" اس بات کا ثبوت ہے کہ فسادِ دین کے خطرہ کے پیش نظر انھوں نے فوراً اسے جلا دیا۔ اور محتاط آدمی نہ انتظار کرتا ہے اور نہ تاخیر سے کام لیتا ہے۔

اور اس زمانہ میں عرب وشام کے بادشاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اتر آئے تھے، اور آپؐ سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں جمع کر رہے تھے اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جب شجاعؓ بن وہب اسدی کو حرث بن ابی شمر غسانی کی طرف دعوتِ اسلام دیتے ہوئے آپؐ نے ارسال فرمایا اور ساتھ ہی ایک نامہ مبارک بھی تحریر کر دیا تو شجاعؓ کا بیان ہے میں وہاں پہنچا اور وہ دمشق کے مقام غوطہ میں تھا اور قیصر کے استقبال اور اسے ٹھہرانے میں مصروف تھا، اور وہ حمص سے ایلیا تک آیا تھا۔ میں اس کے دروازے پر دو یا تین دن تک ٹھہرا رہا۔ پھر میں نے دربان سے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور تمہارے بادشاہ کے پاس آیا ہوں۔

اس نے جواب دیا وہ فلاں فلاں دن باہر آئے گا۔ جب وہ باہر آئے تب ہی مل سکتے ہو۔ اس سے پہلے نہیں۔

۲۳۔ شاہ غسان کے رومی دربان کا قبول اسلام

یہ دربان رومی تھا اس کا نام مری تھا۔ مجھ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات چاہنے لگا اور میں اسے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی دعوت کے متعلق بتلاتا رہا۔ رقت قلب کے باعث اس پر گریہ کی حالت طاری ہو جاتی ، وہ کہتا ہاں میں نے انجیل میں بھی یہ پڑھا ہے اور میں نے نبیؐ کی

یہی صفت وہاں دیکھی ہے۔ اس لیے میں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں کہ بے شک آپؐ سدا لئے لاشریک لہٗ اور یگانہ و بے ہمتا کے بھیجے نبی گرامی ہیں۔ البتہ مجھے حرث سے خطرہ ہے کہ وہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے کیونکہ وہ میرا احترام کرتا رہا ہے اور میری خوب خاطر و مدارات کرتا رہا ہے۔

آخر حرث ایک دن نکلا، تاج زیب سر تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ میں نے اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک دیا، اس نے پڑھنے کے بعد پھینک دیا اور کہنے لگا میرا ملک مجھ سے کون چھین سکتا ہے؟

پھر کہنے لگا، میں خود اس کی طرف جاؤں گا۔ اگر وہ (نبی) یمن میں ہوتا تو میں اسے لوگوں کے سامنے لاتا۔ اس طرح کی بیہودہ باتیں بکتا رہا۔ آخر کھڑا ہو گیا، اور گھوڑوں کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر مجھ سے کہا جو کچھ تو نے دیکھا ہے اپنے سردار کو اس کی خبر دے دینا۔ نیز قیصر کو بھی اس نے خط لکھا اور تمام حالات اور اپنے عزائم بتائے۔

قیصر نے اسے جواب دیا۔ محمدؐ کی طرف سفر مت کرو اور اس سے باز رہو، بلکہ ایلیا میں مجھ سے ملاقات کرو۔

جب قیصر کا خط آیا تو اس نے مجھے بلایا اور سوال کیا، تم اپنے سردار کے پاس کب جا رہے ہو؟ میں نے کہا، کل! اس نے مجھے ایک سو مثقال سونا دینے کا حکم دیا اور اس کے دربان نے (جو رومی تھا اور اسلام قبول کر چکا تھا) مجھے سفر خرچ اور لباس دیا اور کہا، میری جانب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کر دینا۔

اس کے بعد میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپؐ کو تمام حالات کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا، اس کا مالک تو گیا۔

پھر میں نے اس کے دربان کی جانب سے سلام عرض کیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہ بھی عرض کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس نے سچ کہا۔

حرث بن ابی شمر کا انتقال فتح مکہ کے زمانہ میں ہو گیا۔ مرنے سے پہلے ہی اس نے حضرت کعبؓ کو خط لکھا تھا (جس میں انہیں) اپنے ساتھ مل جانے کے لیے اکسایا تھا لیکن انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دین سے اعراض کرنے سے انکار کر دیا۔

۳۴۔ کامیابی و کامرانی کی بشارت جب کعبؓ اور ان کے ساتھیوں کو اسی حالت میں چالیس راتیں گذر گئیں تو یہاں سے نوید و بشارت کا سلسلہ شروع ہوا۔ فتح و کشائش کے ابتدائی مقدمات کے طور پر، اور یہ بشارت دو طریق پر تھی۔

ایک تو یہ کہ آپؐ نے بذاتہٖ اور بنفسہٖ قطع کلام و گفتگو کے باوجود آپؐ نے انھیں پیغام ارسال فرمایا اور پیغام یہ تھا کہ اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لو۔ اس میں اس بات کی تنبیہ اور ہدایت تھی کہ اس اثنا میں عبادت اور ریاضت کی جانب زیادہ سے زیادہ توجہ کی جائے۔ خیالات نفسانی قریب نہ پھٹکنے پائیں اور لہو و لعب و لذائذ سے انقطاع کامل کر لیا جائے اور کامل یکسوئی کے ساتھ عبادت میں انہماک اور استغراق کیا جائے۔

دوسرے یہ حکم درحقیقت کامرانی اور کامگاری کا آئینہ دار تھا۔ مطلب یہ کہ ابتلا و محن کی بس چند ساعتیں رہ گئی ہیں۔

۳۵۔ ایک فکر آفریں اور اہم نکتہ اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ عبادات کے زمانہ میں عورتوں سے علیحدہ رہنا چاہیے جیسے حالتِ احرام، زمانۂ اعتکاف، اور حالتِ صوم میں۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان تینوں کے حق میں یہ آخری ایام وفور عبادت کے باعث احرام اور صیام کی طرح ہو جائیں، رحمت و شفقت کے باعث یہ حکم ابتدا ہی میں نہیں دیا اس خیال سے کہ شاید دور ابتلاء کے آغاز میں بیویوں سے علیحدگی ان کے لیے زیادہ گراں ثابت ہوئی یہ حکم اس وقت دیا، جب دور ابتلا ختم ہو رہا تھا جیسے حاجی کو ان چیزوں سے رکنے کا حکم اس وقت ہے جب وہ احرام باندھ لے، نہ کہ اس وقت جب وہ حج کا ارادہ اور نیت کرے۔

۳۶۔ سجدۂ شکر کی اہمیت و عظمت بشارت دینے والے کی بشارت پر حضرت کعبؓ کا سجدہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان صحابہؓ کی عادتِ جمیلہ تھی اور یہ سجدۂ شر کے دفعیہ اور تجدید نعمت کی بنا پر سجدۂ شکر تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سجدۂ شکر کیا جب انھیں مسیلمہ کذاب کے قتل ہونے کی خبر ملی اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کو جب پتہ چلا کہ ذوالثدیہ خوارج کے مقتولین جنگ میں ملا ہے، تو انھوں نے بھی سجدۂ شکر ادا کیا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدۂ شکر کیا۔ جب حضرت

جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو بشارت دی۔

جو آپؐ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔

نیز جب آپؐ نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو بھی سجدہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تین بار آپؐ کی شفاعت قبول فرمائی۔

ایک بار ایک خوشخبری دینے والا حاضر ہوا۔ آپؐ کو عسکر اسلام کی فتح یابی کی خوشخبری دی۔ اس وقت آپؐ کا سر مبارک حضرت ام المومنین عائشہؓ کے زانو پر تھا، آپؐ کھڑے ہو گئے اور سجدہ میں چلے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مسرت انگیز خبر پہنچی، تو آپؐ اللہ کے حضور میں سجدہ گزار ہوتے، اور یہ بات تمام آثارِ صحیحہ سے ثابت ہے اس میں کوئی طعن اور کمزوری نہیں۔

۳۷۔ مسلمان کی شان

اور گھوڑے سوار کا جلدی سے آنا اور ٹیلے پر چڑھنے والے کا عمل اس لیے تھا کہ حضرت کعبؓ کو بشارت پہنچائی جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جماعت بھلائی اور امورِ خیر کی ازحد طالب اور اس کی طرف سبقت کرنے والی تھی۔ اور ایک دوسرے کی مسرتوں میں شرکت کرتی اور خوشی محسوس کرتی تھی۔

۳۸۔ خوشخبری دینے والے کو عطیہ دینا اخلاق کریمانہ کی علامت ہے

اور حضرت کعبؓ کا دونوں کپڑے اتار کر خوشخبری دینے والے کو دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ بشارت دینے والوں کو عطیہ دینا اخلاق کریمانہ اور عادتِ اشراف کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ایک غلام آزاد کر دیا تھا جب اس نے انھیں یہ خوشخبری سنائی کہ حجاج بن علاط نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے آپؓ کے لیے ایک خبر لائے ہیں جو ان کے لیے مسرت بخش ہوگی۔

۳۹۔ دینی نعمت میسر آنے پر پورا لباس دے دینا بھی مستحب ہے

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مبشر کو تمام کپڑے دے دینا بھی جائز ہے۔ نیز جسے کوئی نعمتِ دینی عطا ہو اس کے لیے اس میں استحباب کا پہلو بھی ملتا ہے۔

۴۰۔ خوشخبری کے موقع پر مصافحہ کرنا بھی مستحب ہے

اور مصافحہ کرنا بھی اس وقت مستحب ثابت

ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ تمام طرق سنن مستحبہ ہیں، ہاں اگر کوئی دنیاوی نعمت مہیا ہو تو اُسے صرف جائز سمجھا جائے گا۔

۴۱۔ توبہ قبول ہونے پر حسب استطاعت صدقہ کرنا مستحب ہے

حضرت کعبؓ کا یہ قول کہ اے رسول خدا، میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال راہ خدا میں دے ڈالوں، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توبہ کے موقع پر حسب استطاعت صدقہ کرنا مستحب ہے۔

۴۲۔ پورا مال صدقہ کرنے کی نیت کر چکنے کے بعد بھی اس پر عمل واجب نہیں

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ کچھ مال اپنے لیے روک لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اپنے تمام مال کے صدقہ کر دینے کی نذر مان لے۔ اس پر تمام مال دے دینا واجب نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ حصہ بچا لینا جائز ہے۔ اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبؓ سے فرمایا کہ اپنا کچھ مال روک لو۔ اور اس کی مقدار مقرر نہیں فرمائی، بلکہ مطلق چھوڑ دی۔ اور بقدر کفایت ذاتی اجتہاد پر ہی چھوڑ دی۔ اور یہی مطلب درست ہے کیونکہ جو مال صدقہ کرنے والے اور اس کے اہل کی کفایت سے بھی کم ہوگا۔ اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس کی نذر طاعت نہ ہوگی اس لیے اسے پورا کرنا بھی واجب نہیں اور جو اس کی کفائت اور ضرورت سے زائد مال ہوگا اسے دینا اور اس کا صدقہ کرنا افضل ہے اس لیے جب پورے کی نذر مان لے تو اس میں سے بقدر کفایت اخراج واجب ہوگا، اور فقہی قیاس اور قواعد شرعیہ کا تقاضا یہی ہے اس لیے واجبات مالی ادا کرنے پر اپنے اور اپنے اہل کی کفایت کے معاملہ کو مقدم رکھنا چاہیئے، خواہ اللہ کا حق ہو، جیسے کفارے اور حج یا انسانوں کا حق ہو، جیسے ادائیگی قرضہ جات۔ اس طرح ہم بے مایہ لوگوں کے لیے بھی اتنا چھوڑ دیتے ہیں جو رہائش۔ طعام۔ لباس۔ حرفت وصنعت اور ضروریات زندگی کے لیے کفایت کرتا ہو۔ اتنے مال کو علیحدہ کر دینے کے بعد جو باقی بچے گا اس میں قرضخواہوں کا حق ہوگا۔

۴۳۔ صدقہ کی نذر تہائی مال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے

امام احمدؒ سے نص ملتی ہے کہ جو اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی

نذر مانے۔ اس کے لیے تہائی کی اجازت ہے۔ اور ان کے اصحابؒ نے حضرت کعبؓ کے اسی قصہ سے استدلال کیا ہے، کعبؓ نے آپؐ سے عرض کیا تھا، اے اللہ کے رسول! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی خاطر دے ڈالوں۔

آپؐ نے فرمایا، نہیں۔

انھوں نے عرض کیا پھر کیا نصف مال دے ڈالوں؟

آپؐ نے فرمایا نہیں یہ بھی نہیں،

کعبؓ نے عرض کیا۔ اچھا ایک تہائی تو دے ڈالوں؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں، اتنے میں مضائقہ نہیں۔ کعبؓ نے عرض کیا، اچھا پھر میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں۔ (ابوداؤدؒ)

۴۴۔ صدقہ کرنے والا اپنے لیے کیا رکھے؟ یہ اس کے ذاتی فیصلہ پر منحصر ہے

لیکن اس روایت کے ثبوت محل نظر ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت کعبؓ کی روایت سے متعلق اصحاب صحیح کی روایت زیادہ مستند اور صحیح ہے۔ جو امام زہری کی حدیث میں وارد ہے کہ انھوں نے کعبؓ بن مالک کے لڑکے سے روایت کی، کہ آپؐ نے فرمایا، اپنا کچھ مال روک لو۔ اس میں مقدار کا تعین نہیں فرمایا۔ اور یہ دوسروں کے مقابلہ میں صحیح روایت کا زیادہ علم رکھتے تھے۔ کیونکہ کعبؓ کے صاحبزادے تھے، لہٰذا ان کی روایت کی بنیاد والد ہی سے سنی ہوئی باتوں پر ہوگی۔

۴۵۔ مسند احمد کی ایک روایت اور اس کی تشریح

اگر یوں کہا جائے کہ مسند احمدؒ کی اس روایت کے متعلق کیا خیال ہے؟ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ بن منذر کی توبہ قبول فرمائی تو انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں قبولیت توبہ کی مسرت کے باعث اپنے گھر سے دستبردار ہوتا ہوں اور آپؐ کو پیش کرتا ہوں۔ نیز اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیسرے حصہ کا (صدقہ) ہی تجھے کافی ہے۔

اس روایت میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ حضرت کعبؓ اور ابولبابہؓ نے کوئی خاص نذر مانی جس کا

ایفاء لازمی ہو، بلکہ انھوں نے توبہ کی خوشی میں تمام مال سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ صراحت نذر کے خلاف ہے کیونکہ اس میں تو ان دونوں کا پختہ عزم تھا کہ قبولیتِ توبہ کے باعث تمام مال اللہ کا شکر ادا کرنے کی وجہ سے صدقہ کر دیا جائے۔ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا، کہ اس مطلب کے لیے مال کا کچھ حصہ بھی کفایت کر سکتا ہے۔ اور تمام مال نکالنے کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح حضرت سعدؓ نے جب عرض کیا، میں تمام مال (صدقہ کرنے کی) وصیت کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تو آپؐ نے انھیں صرف ثلث کی اجازت دی اور ثلث سے زیادہ صدقہ کی ممانعت فرمائی۔

یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ سہولت اور صدقہ کرنے والے کے دینی اور دنیاوی منافع اور فوائد آپؐ کے پیشِ نظر تھے، کیونکہ اگر آپؐ انھیں تمام مال خیرات کر دینے کی اجازت دے دیتے تو وہ فقر اور افلاس میں مبتلا ہو جاتے۔

اسی طرح ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں ایک تھیلی لے کر حاضر ہوا آپؐ نے اسے سارا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا۔ اور فقر کے خطرہ کے باعث اس میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔

اس کے علاوہ ایک اور صورت بھی بیان کی جاتی ہے جسے میں ترجیح دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کرنے والے کے حالات کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو تمام مال صدقہ کرنے کی اجازت دے دی۔ اور جب دریافت فرمایا کہ تم نے گھر میں کیا رکھا؟ تو انھوں نے عرض کیا، ان کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہے، آپؐ نے ابوبکرؓ کو منع نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ نے نصف مال پیشِ خدمت کیا۔ آپؐ نے انھیں بھی اجازت دے دی، جو تھیلی لے کر آیا تھا اسے پورا مال دینے کی اجازت نہ دی اور حضرت کعبؓ کو حکم دیا کہ کچھ مال روک لو، اس لیے جو آدمی تمام مال صدقہ کرنے کی نذر مان لے اسے چاہیے کہ اس قدر مال روک لے کہ جو اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے ضروری ہو اور اسے زندگی میں دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمام مال جس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہو۔ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور جس پر زکوٰۃ عائد نہ ہوتی ہو اس کے بارے میں دو روایات ہیں۔ ایک ادا کرنے کی اور دوسری یہ کہ

کہ کچھ بھی نہ دے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں، کہ ایسے شخص پر تمام مال کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

امام مالکؒ۔ زہریؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک تہائی کا صدقہ کرے۔

ایک گروہ کا یہ قول بھی ہے کہ بقدر کفارہ اس میں واجب ہے۔

۴۶۔ راست گوئی اور صدق بیانی کی قدر و عظمت

حضرت کعبؓ کے واقعہ سے راست گوئی اور صدق بیانی کی قدر و عظمت، اور دنیا و آخرت کی سعادت اور شر سے نجات کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض صدق کے باعث اِن لوگوں کو نجات دی اور محض کذب کے باعث جسے ہلاک کرنا تھا ہلاک کیا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے مومنین کو صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، یعنی اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں منقسم فرمایا ہے۔ سعید اور شقی، اہل صدق و تصدیق کو سعید قرار دیا اور اہل کذب و تکذیب کو شقی قرار دیا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی کہ قیامت کے دن انھیں صدق ہی نفع دے گا اور منافقین کا نشان اقوال و افعال میں کذب و تکذیب قرار دیا، جس سے ان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ کذب سے متضاد ایمان ہوتا ہے جیسے شرک کے مقابل میں توحید ہوتی ہے۔ اس لیے کذب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے بلکہ ایک دوسرے کو اس کی جگہ سے دھکیل دے گا اور خود اس کی جگہ ٹھہر جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو صدق کے باعث نجات دی، اور دوسرے پیچھے رہنے والوں کو کذب کے باعث ہلاک کیا

۴۷۔ تکرار توبہ کے الفاظ کی حکمت و مصلحت

ذرا آیت کے اندر تکرار توبہ کے الفاظ پر جو اول و آخر میں آئے ہیں، غور کیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ان کو توفیق دی اور توبہ قبول فرمائی، اور جب انھوں نے توبہ کی تو دوبارہ قبولیتِ توبہ کی (خبر دی) اسی ذات نے انھیں توفیق بخشی اور پھر توبہ قبول کر کے ان پر فضل فرمایا۔ اس لیے تمام خیر اور ہر طرح کی بھلائیاں اسی کی جانب سے ہیں۔ اسی کی توفیق سے ہیں اور اسی کے لیے ہیں۔ اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں

جس پر چاہتا ہے احسان وفضل فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے حکمت وعدل کے باعث محروم کر دیتا ہے۔

۴۸۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حضرت کعبؓ نے اس کی بہتر تفسیر فرمائی ہے جو یہ ہے کہ وہ ان میں سے پیچھے رہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حلف اٹھائے اور عذر پیش کیے۔ یہ تینوں اس جماعت سے پیچھے رہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ قصدِ جہاد سے پیچھے رہ گئے۔

۴۹۔ طلاق بغیر نیت کے نہیں ہوتی حضرت کعب کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک نیت نہ ہو۔

۵۰۔ ایک بندے کے لیے قبول توبہ کا دن افضل ترین ہے واقعہ کعبؓ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندے کے لیے علی الاطلاق بہترین اور افضل ترین دن توبہ اور قبول توبہ کا دن ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب سے فرمایا:

"آج کا دن تیرے لیے سب سے زیادہ خوشخبری کا دن ہے جب سے تو پیدا ہوا ہے۔"

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بہترین دن تو قبول اسلام کا ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ قبول اسلام تو آغاز سعادت کا دن ہے۔ اور یوم توبہ کمال وتمام نعمت کا۔

تبوک سے واپسی کے بعد

سنہ ۹ھ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کی امارتِ حج

سورہ برأت کا نزول

ابن اسحاق فرماتے ہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آنے کے بعد بقیہ رمضان شوال اور ذیقعدہ مہینہ مدینہ میں گزارا، اس کے بعد سنہ ۹ھ میں حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کا امیرِ حج بنا کر روانہ کیا۔ مشرکین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ ابوبکرؓ اور ان کی سرکردگی میں اہل اسلام حج کے لیے نکلے۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ سے تین سو آدمی حج کے لیے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس اونٹ قربانی کے لیے بھیجے۔ ان کے قلاوے ڈالے اور اپنے دستِ مبارک سے نشان ڈالا۔ اور ناجیہؓ بن جندب کو ان کا نگران مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ پانچ بدنے (اونٹ) لے کر روانہ ہوئے تھے۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں ابوبکر ابھی راستے میں تھے کہ مشرکین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ ختم کرنے کے لیے سورۂ براۃ نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء پر نکلے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ جب عرج میں تھے اور ابن عائذ کہتے ہیں ضجنان میں تھے، کہ حضرت علیؓ عضباء پر سوار قافلے سے جا ملے۔

ابوبکرؓ نے علی کو دیکھا تو دریافت کیا آیا آپ امیر بن کر آئے ہیں؟ یا مامور؟

علی نے جواب دیا امیر نہیں مامور بن کر آیا ہوں۔

پھر دونوں چلتے رہے۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے علیؓ سے سوال کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو امیرِ حج مقرر فرمایا ہے؟

علیؓ نے جواب دیا، نہیں! بلکہ مجھے اس لیے روانہ فرمایا ہے کہ اہلِ مکہ کے سامنے سورۂ براۃ پڑھکر اور ہر معاہد کا عہد اس کے حوالے کردوں[1]۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا اور جب یوم النحر (قربانی کا دن) آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور مقامِ جمرہ میں لوگوں کو اذان دیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور ہر معاہد کا عہد اس کے حوالے کردیا[2]، اور اعلان کردیا۔

اے لوگو! کافر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ عریاں حالت میں کعبہ کا طواف کرے گا۔ اور جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے پس وہ اسی مدت تک ہے۔

حمیدی فرماتے ہیں کہ ہمیں سفیان سے انھیں ابواسحاق ہمدانی سے انھیں زید بن نفیع سے روایت ملی۔ انھوں نے بتایا کہ ہم نے حضرت علیؓ سے پوچھا حج کے موقع پر آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا؟ حضرت علی نے جواب دیا۔ "میں جو پیام لے کر گیا تھا وہ چار باتوں مشتمل تھا۔

۱۔ جنت میں صرف، مومن داخل ہوگا۔

۲۔ عریاں کی حالت میں کوئی کعبہ کا طواف نہ کرے گا[3]۔

۳۔ اس سال کے بعد مسجد حرام میں مسلمان اور کافر جمع نہ ہوں گے۔

۴۔ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہے۔ وہ بھی اسی مدت تک ہے اور جس کا کچھ معاہدہ نہیں۔ اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس حج میں نحر کے دن دو موذنا کو بھیجا جو منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا۔ اور نہ کعبہ کا عریاں ہوکر طواف کرے گا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ کا ردلیف بنا کر بھیجا اور انھیں سورہ براۃ کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ راوی کہتے ہیں پھر حضرت علیؓ نے منیٰ میں نحر کے دن ہمارے

---

[1] یعنی ختم کردوں

[2] یعنی اعلان تنسیخ کردیا۔

[3] مشرکین کا ایک طرز طواف یہ بھی تھا کہ سارے کپڑے اتار ڈالتے اور بالکل برہنہ ہوکر طواف کرتے۔

سامنے سورۃ برأۃ کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا بھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا۔ اور نہ ننگا ہو کر کعبہ کا طواف کرے گا۔

اس قصہ میں اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ حج کا بڑا دن یوم النحر ہوتا ہے۔

وفودِ عرب

غیر مسلم قبیلوں کے نمائندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

وفد ثقیف کا اعزاز غزوۂ طائف کے بیان میں گذر چکا ہے کہ ثقیف کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور عروہ بن مسعود ثقفی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مسجد نبوی میں وفد ثقیف کی رہائش کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے وفد کو مسجد میں اتارا اور ان کے لیے خیمے لگا دیئے تاکہ وہ قرآن مجید سنیں۔ اور جب لوگ نماز پڑھیں تو یہ اسے دیکھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اپنے آپؐ کا تذکرہ نہ فرماتے۔

چنانچہ جب وفدِ ثقیف نے یہ (اندازِ خطاب) سنا، تو کہنے لگے۔

محمدؐ چاہتے ہیں کہ ہم اس امر کی گواہی دیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں: حالانکہ خطبہ کے دوران میں وہ خود اپنے نبی ہونے کی شہادت نہیں دیتے۔

عثمان بن العاص کی فطری سعادت و رغبت اسلام جب آپؐ کو ان کے اس قول کی خبر ملی، تو آپؐ نے فرمایا، کہ میں نے سب سے پہلے اس بات کی گواہی دی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ یہ وفد ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عثمان بن ابی العاص کو اپنے سامان کا نگران بنا کر انھیں پیچھے چھوڑ آتا کیونکہ یہ چھوٹے تھے۔ اور جب وفد واپس آتا تو یہ عثمانؓ بن العاص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور دین کے مسائل معلوم کرتے۔ نیز قرآن مجید پڑھتے۔ اسی طرح عثمانؓ کو بکثرت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے

مواقع ملتے رہے۔ یہاں تک کہ دین کے معاملات و مسائل میں بلا کی مہارت اور تفقہ حاصل کر لیا، عثمان بن العاص کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپؐ کو مصروف استراحت پاتے، اس صورت میں ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فہم دین حاصل کرتے، خدمت نبویؐ میں اپنی حاضری کو عثمانؓ نے اپنے ساتھیوں سے خفیہ اور پوشیدہ رکھا۔ رسالت مآبؐ کو عثمان بن العاص کی یہ ادا بھا گئی آپؐ ان سے محبت کرنے لگے۔

رئیس وفد کے سوالات اور آپؐ کے جوابات

وفد کچھ مدت تک ٹھہرا رہا۔ اور برابر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ آپؐ انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آخرکار یہ وفد مسلمان ہو گیا۔

کنانہ بن عبد یالیل نے دریافت کیا کیا آپ ہم سے مصالحت کریں گے، ہم ابھی قوم کے پاس جا کر واپس آجائیں؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں! اگر تم نے اسلام کا اقرار کر لیا تو میں تم سے مصالحت کروں گا۔ ورنہ کوئی صلح نہ ہوگی اور نہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی عہد ہوگا۔

وہ کہنے لگا، کیا آپؐ زنا کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ ہماری قوم کے لوگ اکثر مجرد رہتے ہیں لہٰذا زنا کے بغیر ہمارے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ یہ تم پر حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، وَلَا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا، یعنی اور پاس نہ جاؤ زنا کے وہ ہے بے حیائی اور بری راہ ہے۔"

وہ کہنے لگا، کیا آپؐ سود کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ یہی ہماری دولت اور پونجی ہے۔

آپؐ نے فرمایا، تمہارے لیے صرف اصل زر کی اجازت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰ ان کنتم مومنین۔

پھر وہ کہنے لگا، کیا ہمیں شراب کی اجازت ہے؟ کیونکہ یہ ہماری زمین کا نچوڑ ہے اور اس کے بغیر ہماری گذران دشوار ہے۔

آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے، پھر آیت پڑھی۔

یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون، یعنی اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب

گندے کام میں، شیطان کے سوا ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

اس کے بعد یہ لوگ اٹھ کر گئے۔ اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے، اور آپس میں کہنے لگے، تمہارا ناس ہو۔ ہمیں یوم مکہ کی طرح خطرہ ہے۔ آؤ ہم ان سے اس پر مصالحت کرلیں۔

اس کے بعد پھر یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ہم اپنی دیوی (ربّہ) کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

آپؐ نے فرمایا۔ اسے توڑ ڈالو۔

وہ کہنے لگے، ہائے ہائے اگر دیوی کو یہ معلوم ہوگیا کہ آپؐ اسے ختم کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو وہ وہاں کے لوگوں کو ہلاک کر دے گی۔

حضرت عمر بن خطابؓ بول اٹھے اور فرمایا، اے ابن عبد یالیل، تو کس قدر جاہل ہے وہ بت تو ایک پتھر ہے۔

وفد کے لوگ کہنے لگے۔ اے ابن خطاب ہم تیرے پاس نہیں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپؐ اسے توڑ پھوڑ دیں، ہم تو اسے کبھی بھی نہیں توڑ پھوڑ سکیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایسے آدمی کو بھیج دوں گا جو یہ کام کرے گا۔ چنانچہ معاہدہ ہوگیا اس کے بعد کنانہ بن عبد یالیل کہنے لگا، قبل اس کے کہ آپؐ کا آدمی پہنچے ہمیں اجازت دیجئے، کیونکہ میں اپنی قوم کی حالت اور اس کے انداز و اطوار کو خوب جانتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تامل اجازت دے دی اور خوب اچھی طرح اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت فرمایا۔

اہل وفد نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ایک آدمی کو ہم میں سے امیر بنا دیجئے جو ہماری امارت کرے۔ آپؐ چونکہ حضرت عثمان بن ابی العاص کی خواہش دین فہمی سے واقف تھے، لہٰذا انہی کو ان کا امیر مقرر کردیا۔ ان لوگوں نے مدینہ سے نکلنے سے قبل قرآن مجید کی چند سورتیں یاد کرلی تھیں۔

لات کا انہدام مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد آئے۔ ان کے امیر حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ ان میں مغیرہؓ بن شعبہ بھی تھے۔ جب یہ لوگ پہنچے تو انھوں نے لات کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس منظر کو دیکھنے کے لیے بنو ثقیف کے تمام مرد عورتیں اور بچے حتیٰ کہ پردہ دار عورتیں بھی باہر نکل آئیں اور

ثقیف کے عوام کا عقیدہ تھا کہ اسے گرایا نہیں جا سکتا۔ اس کے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اٹھے اور بڑا سا کلہاڑا پکڑا اور اپنے اصحابؓ سے کہنے لگے۔

خدا کی قسم ثقیف (کی جہالت کے باعث) میں تمہیں خوب ہنساؤں گا۔ اس کے بعد انھوں نے وہ کلہاڑا مارا اور لڑکھڑاتے ہوئے (قصداً) گر گئے۔

اہل طائف میں ایک شور بلند ہوا، آپس میں کہنے لگے، اللہ مغیرہ کو دور رکھے۔ دیوی (ربّہ) نے اسے قتل کر دیا ہے، اور انھیں گرا ہوا دیکھ کر خوب خوش ہوئے اور کہنے لگے، اب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور اس دیوی کو منہدم کرنے کی کوشش کر دیکھے، بخدا، یہ کام کسی کے بس کا روگ نہیں، ناممکن ہے محال ہے۔

اس کے بعد مغیرہؓ بن شعبہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا، اے ثقیف کے گروہ خدا تمہارا منہ کالا کرے یہ تو ایک پتھر کا ٹکڑا ہے اور ایک ڈھیلا ہے۔ اس لیے اللہ کی پناہ میں آؤ۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے بعد دروازے پر ضرب لگائی اور اسے توڑ دیا۔ پھر اس کی فصیل پر چڑھ گئے، اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ چڑھ گئے۔ اور یہ اسے توڑتے رہے۔ آخر کار توڑ پھوڑ کر اسے زمین کے برابر کر دیا۔

اس کے بعد کلید بردار نے کہا، اس کی بنیاد ضرور غضب ڈھائے گی اور انھیں زمین میں دھنسا دے گی۔ جب حضرت مغیرہؓ نے یہ سنا، تو حضرت خالدؓ سے کہنے لگے، ٹھہرو۔ ذرا میں اس کی بنیاد کھود ڈالوں، انھوں نے بنیاد کھود کر اس کی مٹی نکالی۔ پھر دیوی کے زیورات اور لباس نکال لیا۔

ثقیف کو یہ منظر دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ اس کے بعد یہ وفد زیورات اور لباس لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسی وقت اسے تقسیم فرما دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرمائی کہ اس نے اپنے نبی کی نصرت فرمائی اور اپنے دین کو اعزاز و شرف بخشا۔

عثمانؓ بن ابی العاص کو آنحضرتؐ کی تلقین

صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ بن ابی العاص سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہوا کرتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، اس شیطان کو خنزب کہتے ہیں۔ جب تجھے اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگ[1] اور بائیں جانب تین بار تھوک دے۔ پھر میں نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو میرے راستہ سے ہٹا دیا۔

---

[1] یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کر۔

چند فقہی احکام و مسائل

وفد ثقیف اور وفود عرب کی آمد کے سلسلہ میں استنباط

۱۔ اہلِ حرب میں اگر کوئی غدر کرے تو ضمان نہیں اس واقعہ میں فقہی حکم یہ ہے: (۱) اگر اہلِ حرب میں سے کوئی اپنی قوم کے ساتھ غدر کرے۔ اور ان کے مال و متاع پر قبضہ کرلے، اس کے بعد اسلام قبول کرکے امام المسلمین کے سامنے حاضر ہو جائے تو واپسی سے قبل اس نے جس قدر اتلاف کیا ہوگا اس کی ضمان نہ ہوگی۔

۲۔ مشرکین کو مسجد میں ٹھہرایا جا سکتا ہے نیز مشرکین کو مسجد میں ٹھہرانا عمومی طور پر جائز ہے۔ خصوصاً ان حالات میں کہ قرآن پاک کے سماع اہلِ اسلام کی عبادات کے مشاہدے سے ان کے قبول اسلام کی امید ہو۔

۳۔ امارت و امامت کا استحقاق کسے ہے؟ نیز قوم کی امارت و امامت کا استحقاق اسے ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم اور دینی فقاہت رکھنے والا ہو۔

۴۔ شرک کے مراکز کا انہدام نیز وہ مشرکانہ مقامات جہاں کہ شیاطین کے گھر بنائے گئے ہوں۔ انھیں گرا دینا ضروری ہے۔ ان کا گرانا اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہے۔ چنانچہ ایسے مقامات کا گرانا اسلام اور اہلِ اسلام کے حق مفید ہے۔

۵۔ مزارات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں اور یہی حالت ان مزارات کی ہے کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اور اصحاب مزارت کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔ اسلام میں ان مزارات کو قائم رکھنا جائز نہیں۔ انھیں گرا دینا واجب ہے اور

ان پر وقف کرنا جائز نہیں۔ امام پر واجب ہے کہ انھیں ختم کر دے اور ان کے اوقاف کو لشکرِ اسلام کے مصارف پر خرچ کرے۔ اور ان کو اہلِ اسلام کی مصالح عامہ پر استعمال کرے۔ اسی طرح ان مزارات میں جو آلات۔ سامان۔ نذریں وغیرہ ہو۔ ان سب کو لے لے اور انھیں اہلِ اسلام پر خرچ کر دے۔

۶۔ طاغوت گاہوں کی مساجد میں تبدیلی نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان طاغوت گاہوں کو مساجد میں بدل دینا چاہیے تاکہ ان شرک گاہوں میں اللہ کی وحدانیت سربلند ہو اور اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے۔ اسی طرح مزارات میں بھی یہی طریقہ واجب ہے۔ انھیں گرا کر اس جگہ مسجد بنا دینا چاہیے بشرطیکہ اہل اسلام کو اس کی ضرورت ہو۔

۷۔ شیاطین اور بلیّات سے پناہ نیز بندہ اگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے، اور بائیں جانب تین بار تھوک دے تو اسے بلیّات و شیاطین سے کچھ ضرر نہ ہوگا، اور یہ حرکت قاطع نماز بھی نہیں۔ بلکہ یہ اتمام و اکمال نماز کے لیے۔

۸۔ وفودِ عرب کی جوق در جوق آمد ابن اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ اور غزوۂ تبوک سے فارغ ہو گئے۔ ثقیف نے اسلام قبول کر کے بیعت کر لی۔ تو ہر سمت سے عرب کے وفود حاضر ہوئے۔ اور گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ یہ وفد ہر طرف سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دشمنوں پر خدائی قہر

وفد بنو عامر بارگاہ رسولؐ میں ہمیں ابن اسحاقؒ سے روایت ملی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو عامر کا جو وفد حاضر ہوا اس میں عامر بن طفیل اربد بن قیس۔ خالد بن جعفر اور حیان بن سلم بن مالک بھی شریک تھے۔ یہ لوگ اس قوم کے سردار اور بڑے شیطان صفت لوگ تھے۔ چنانچہ اللہ کا دشمن عامر بن طفیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اس کا مقصد آپؐ کو دھوکا دے کر ہلاک کرنا تھا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے کہا اے عامر تمہاری قوم تو مسلمان ہو چکی ہے۔

اس نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم میں تہیہ کر چکا ہوں کہ عرب قوم میرا اتباع کرے گی اور میں اس قریشی نوجوان کے پیچھے پڑ جاؤں گا۔ پھر اس نے اربد سے کہا۔

جب ہم اس آدمی (آنحضرتؐ) کے پاس جائیں تو میں اس کا چہرہ تمہاری جانب سے اپنی طرف مشغول کر لوں گا۔ جب میں یہ کام کر لوں، تو تم تلوار سے حملہ کر دینا۔

جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عامر کہنے لگا اے محمدؐ میری کفایت کیجئے[1]۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں اللہ کی قسم جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ، وہ کہنے لگا، اے محمد میری کفایت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں اللہ کی قسم جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔ جب اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کرتے رہے تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں آپؐ کے مقابلے میں گھوڑ سواروں اور پیادوں سے (میدان) کو بھر دوں گا۔

---

[1] میرا ساتھ دیں۔

یہ کہہ کر حب واپس چلا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اے اللہ میری طرف سے تو ہی عامر بن طفیل سے نپٹ۔

جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو عامر نے اربد سے کہا۔ اے اربد تیرا برا ہو یاد ہے میں نے تجھ سے کیا کہا تھا؟ خدا کی قسم اس زمین پر میرے نزدیک تجھ سے زیادہ کوئی باہیبت نہ تھا اور خدا کی قسم آج کے بعد تو اپنی ہیبت کھو چکا۔

اس نے جواب دیا تو غارت ہو، میرے بارے میں جلدی نہ کر، بخدا میں نے جب بھی اس بات کا ارادہ کیا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا تو میرے اور اس آدمی (آنحضرتؐ) کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا اور میں تجھ پر تلوار چلاتا دکھائی دیتا۔

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ واپس اپنے شہر کی طرف چل دیئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر بن طفیل کو طاعون کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اور بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں مر گیا۔

اس کے بعد یہ لوگ نکلے اور بنی عامر کے علاقے میں پہنچے، ان کی قوم ان کے پاس آئی۔ لوگ پوچھنے لگے اے اربد کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب دیا، محمدؐ نے مجھے ایسی ذات کی عبادت کی دعوت دی ہے کہ جی چاہتا ہے۔ اگر وہ میرے پاس اس وقت ہوتا، تو میں اسے اس تیر سے نشانہ بناتا اور قتل کر دیتا۔

اس بات چیت کے ایک یا دو دن بعد اربد اپنا اونٹ لے کر فروخت کے ارادہ سے چل نکلا، اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کے اونٹ پر بجلی گرائی جس سے یہ دونوں جل کر خاک ہو گئے۔ یہ اربد لبید بن ربیعہ[1] کا بھائی تھا۔

---

[1] عہد جاہلیت کا مسلم الثبوت اور یگانۂ روزگار شاعر

وفدِ عبد القیس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وفدِ عبد القیس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ یہ لوگ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

عرض کیا گیا بنو ربیعہ سے۔

آپؐ نے فرمایا، مرحبا اس وفد کو جس کے حصہ میں نہ رسوائی ہے نہ شرمندگی۔

انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمارے اور آپؐ کے درمیان قبیلہ مضر واقع ہے۔ اور صرف شہر حرام میں ہی آپؐ تک حاضر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں کسی ایسی بات کا حکم فرمائیے کہ ہم بھی اس پر چلیں اور جو ہمارے پیچھے ہیں انھیں بھی اس پر عمل کی دعوت دیں۔ اور اس کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائیں۔

آپؐ نے فرمایا: میں تمھیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔

(۱) میں تمھیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا اور اقرار کرنا۔

(۲) نماز قائم کرنا

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا

(۴) رمضان کے روزے رکھنا۔

نیز اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ مال غنیمت میں سے خمس ادا کیا کرو، اور تمھیں چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ یہ دُبا، حنتم، نقیر اور مزفت[1] ہیں۔ میری یہ باتیں یاد رکھو۔ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان تک بھی

[1] یہ ان برتنوں کے نام ہیں جن میں شراب بنائی جاتی تھی۔

انھیں پہنچا دو۔

ایک نصرانی کا قبول اسلام

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ جارود بن علاء، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ نصرانی تھا اور وفد عبد القیس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول میں ایک دین کا پیرو ہوں لیکن آپؐ کے دین کے لیے اس دین کو چھوڑتا ہوں آپؐ کے دین میں جو منفعت ہے اس کی مجھے ضمانت دیجیے۔

آپؐ نے فرمایا، ہاں میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جس کی طرف میں تجھے بلاتا ہوں اس میں جو کچھ ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تیرے دین میں ہے۔

وہ اسلام لے آیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہمیں سواریاں عنایت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا، بخدا میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جسے میں تمھیں بطور سواری کے دے سکوں۔

انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہمارے اور ہماری آبادیوں کے درمیان بعض لوگوں کی گم شدہ سواریاں ہوتی ہیں کیا ہم ان پر قبضہ کر کے ان کے ذریعہ پہنچ جائیں؟

آپؐ نے فرمایا، نہیں یہ تو جہنم میں جلنے والی باتیں ہیں۔

فوائد و مسائل و احکام مستنبطہ

(۱) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لانا قول و عمل کے مجموعہ کا نام ہے، جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعینؒ اور تبع تابعین کا مسلک ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مبسوط میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کتاب و سنت سے اس کے متعلق صدہا دلیلیں مل سکتی ہیں۔

۲۔ آنحضرتؐ نے اس موقع پر حج کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ یہ لوگ ۹ھ میں حاضر ہوئے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا بلکہ ۱۰ھ میں فرض ہوا تھا۔ اگر اس وقت فرض ہوتا تو جس طرح روزے، نماز اور زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح حج کو بھی ایمان کا حصہ شمار

جبر و قدر کا مسئلہ مہمہ

(۳) نیز اس سے اس بات کی دلیل بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال و اخلاق کا خالق ہے جس طرح ان کی

ہے یعنی بندہ اور اس کی ذات وصفات وافعال سب مخلوق ہیں، اور جس نے بندے کے افعال کو اللہ کی خلقت سے الگ رکھا ہے۔ اس نے اللہ کے ساتھ ایک اور خالق بنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف نے قدریہ کو مجوسی قرار دیا ہے۔ جو بندے کے افعال کو اللہ کی تخلیق نہیں مانتے۔ قدریہ کے بارے میں اسلام کا مجوسی ہونا، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ مروی ہے۔ اور ان الفاظ سے درحقیقت جبر کا نہیں بلکہ جبلت کا اثبات ہوتا ہے، کیونکہ خدا اپنے بندے کو جس طرح چاہتا ہے۔ جبلی طور پر (پیدا) کرتا ہے۔ اس وجہ سے امام اوزاعیؒ وغیرہ ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اعمال پر جبلت بخشی ہے۔ اور ہم یوں نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جبر کیا ہے۔ یہ جملہ ائمہ کے علم اور ان کی وقتِ نظر کا آئینہ دار ہے کیونکہ جبر کا مطلب تو بندے کے ارادہ کے خلاف ہوتا ہے جیسے نابالغ بچہ پر نکاح کے لیے جبر کرنا۔ حاکم کا اسے مجبور کرنا جس پر کسی کا حق ہو کر وہ اس حق کو ادا کرے مگر اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندے پر اس طرح کا جبر کرے، بلکہ وہ اسے جبلت بخشتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کی مشیئت اور اپنے ارادے اور اختیار ومشیت کے مطابق کام کرے۔ یہ الگ طریق فکر ہے، اور وہ الگ طریق فکر ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی گم شدہ چیز سے انتفاع جائز نہیں جس کا التقاط ناجائز ہو، (جیسے اونٹ، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جارودؓ کو گم شدہ اونٹ پر سواری کی اجازت نہیں دی اور فرمایا، مسلمان کی گم شدہ چیز سے انتفاعِ جہنم کا لقمہ بننا ہے۔

وفد بنو حنیفہ

مسیلمہ کذاب آستانۂ نبوت پر

مسیلمہ کے بارے میں آپؐ کا ارشاد

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں :

بنی حنیفہ کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ یہ وفد بنو نجار کی ایک انصاری عورت کے گھر میں ٹھہرا تھا ، اصحابِ وفد اپنے ساتھ مسیلمہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس نے کپڑوں میں اپنے آپ کو لپیٹ رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کی معیت میں جلوہ فرما تھے ۔ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی ۔

جب یہ وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسیلمہ ساتھ تھا ، اور ان لوگوں کی مدد سے کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے آپؐ سے گفتگو کی اور کچھ مانگا ۔ اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

" اگر تو یہ ٹہنی مانگے جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے ، تو یہ بھی تجھے نہیں دوں گا۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو حنیفہ میں اہل یمامہ کے ایک بوڑھے نے بتایا کہ اصل واقعہ یوں نہیں ہے ، بلکہ اس طرح ہے کہ بنو حنیفہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مسیلمہ کو اصحاب وفد نے سامان کی نگرانی کے لیے پیچھے ہی رہنے دیا۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے مسیلمہ کا بھی تذکرہ کیا اور کہنے لگے ۔

اے اللہ کے رسول ہم نے اپنے ساتھی کو اپنے سامان اور سواریوں کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیا ہے ۔ آپؐ نے ان لوگوں کو جو کچھ حکم دیا تھا ، مسیلمہ کے لیے بھی وہی فرمایا ، اور فرمایا ، وہ تم جیسا آدمی نہیں ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سازوسامان کی حفاظت کر سکے۔

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ واپس ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشش کردہ عطایا بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ لوگ یمامہ پہنچے، تو اللہ کا دشمن (مسیلمہ) مرتد ہوگیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا، اور کہنے لگا، میں بھی محمدؐ کے ساتھ شریک (نبوت) ہوں، کیا آپؐ نے تم سے میرا تذکرہ یوں نہیں کیا تھا کہ وہ تم جیسا آدمی نہیں ہے، .... اور یہ اس وجہ سے تھا کہ انھیں معلوم تھا کہ میں بھی ان کی نبوت میں شریک ہوں، پھر اس نے اپنا مسجع کلام بطرز قرآن مجید سنانا شروع کیا۔

لقد انعم اللہ علی الحبلی اخرج منہا نسمۃ تسعیٰ من بین صفاق وحشا۔ یعنی اللہ نے حاملہ پر انعام کیا۔ اس سے ایک روح نکالی، جو صفاق اور انتڑیوں کے درمیان چلتی ہے۔

مسیلمہ نے نماز معاف کردی۔ شراب اور زنا کو حلال کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس بات کی بھی گواہی دیتا رہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

بنو حنیفہ نے اس معاملہ میں اس کا ساتھ دیا۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا۔

مسلیمہ کی جانب سے محمدؐ رسول اللہ کی طرف۔

اما بعد!

میں نے اس کام (نبوت) میں آپؐ سے شرکت کرلی ہے۔ اب نصف ہمارے لیے ہوگا اور نصف قریش کا حصہ ہوگا۔ اور قریش انصاف کرنے والے لوگ نہیں ہیں"

مسلیمہ کا قاصد یہ خط لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد الرسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی طرف سلام علی من اتبع الھدیٰ

اما بعد!

بے شک زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور (بہتر) انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

یہ واقعہ سنہ ۱۰ھ کے آخر کا ہے۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سعد بن طارق نے مجھے بتایا، انھیں مسلمہ بن نعیم بن مسعود سے انھیں اپنے

والد سے روایت پہنچی کہ جب مسیلمہ کذاب کا ایلچی آیا تو میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے ارشاد فرمایا "کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو اس (کذاب) کا دعویٰ ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا، ہاں بے شک ہم اسے نبی مانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، خدا کی قسم اگر قاصدوں کا قتل روا ہوتا، تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔

عبداللہ فرماتے ہیں: اس واقعہ سے سنت چل پڑی کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ "انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں سو رہا تھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے۔ اور میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ڈالے گئے۔ یہ مجھے گراں گذرے اور اس سے ایک طرح کا مجھے غم لاحق ہوا۔ پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں، میں نے پھونک ماری تو دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس سے تاویل یہ لی کہ یہ دو کذاب ہیں کہ میں ان دونوں کے درمیان ہوں۔ یعنی صنعاء اور یمامہ کے (دونوں کذاب)"۔

اس واقعہ سے متعلقہ احکامات

(۱) اس سے ثابت ہوا کہ جب مرتدین کی سطوت قائم ہو تو ان سے مراسلت کرنا جائز ہے۔

(۲) انھیں کفار کی طرح سلام علی من اتبع الھدیٰ لکھا جائے گا۔[1]

(۳) نیز یہ کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے گا، اگرچہ وہ مرتد ہی ہو، یہی سنت ہے۔[2]

(۴) نیز امام کو چاہیے کہ وہ کسی اہل علم سے معترضین کے جوابات لکھائے۔ اسی طرح (مرتدین) کے

---

[1] اس جملہ کے معنی ہیں: "اس پر سلامتی ہو جو راہ ہدایت پر گامزن ہو"۔
اس کے برعکس مسلمان سے کہتے ہیں:
"السلام علیکم" (تجھ پر سلامتی ہو)
کیونکہ مسلمان راہ ہدایت پر گامزن ہوتا ہے، اور کافر نہیں ہوتا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] اس سے بڑھ کر رواداری، فراخ حوصلگی، اور عالی ظرفی کیا ہو سکتی ہے کہ دشمن خواہ کتنا ہی رذیل اور پست ہو، مگر اس کے قاصد کی جان پر آنچ نہیں آ سکتی۔ خواہ وہ مرتد ہی کیوں نہ ہو، جس کے بارے میں علمائے اسلام کے ایک بڑے طبقہ کی یہ رائے ہے کہ اس کا قتل واجب ہے۔

جوابات دینے کے لیے کسی عالم کو مقرر کیا جائے جو انھیں جوابات دے۔

(۵) نیز اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اعلیٰ کا اظہار ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کنگنوں کو اپنی روح کے ساتھ پھونک ماری، تو وہ دونوں اڑ گئے اور یہ روح حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی تھی جس کے ذریعہ مسیلمہ کو ختم کیا گیا۔

(۶) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ زیورات کا لباس خواب میں دیکھنا، دیکھنے والے کے لیے، آنے والے دکھ یا تکلیف کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری ناک میں سونے کی ایک نتھ ہے اور اس میں سرخ پتھر کا نگینہ ہے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ تجھے نکسیر کی شکایت ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے ہونٹوں سے کلابند لٹکے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ تجھے ایک مرض لاحق ہوگا جس کے باعث تیرے ہونٹوں میں فصد کرنے کی ضرورت ہوگی، چنانچہ اس کا اسی طرح ہوا۔

(۷) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کفار میں سے کوئی امام سے ملنا چاہے تو اسے بذات خود اس سے ملنے کے لیے آنا چاہیے۔

(۸) مسند ابی داؤد طیالسی میں ابو وائل علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسیلمہ کے جو قاصد آئے تھے وہ ابن نواحہ اور ابن اثال تھے۔

وفدِ طے کی آمد

زید الخیل یا زید الخیر کے بارے میں آنحضرتؐ کے ارشادات

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ طے کا وفد حاضر ہوا۔ ان میں زید الخیل بھی تھے۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ جب یہ وفد حاضر ہوا، تو آپؐ نے ان سے گفتگو فرمائی اور ان پر اسلام پیش فرمایا۔ یہ لوگ مسلمان ہوئے اور بہت اچھی طرح اسلام لائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے سامنے عرب کے کسی آدمی کے جس قدر فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ جب وہ میرے پاس آتا ہے تو صرف زید الخیل ہی میں پورے اترتے ہیں۔ پھر آپؐ نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق زید الخیر خلافتِ عمرؓ کے آخری عہد میں فوت ہوئے۔ ان کے دو بیٹے مکنف اور حریث تھے، جو اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بنے اور حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ مرتدین سے جنگ کرتے کرتے شہادت پائی۔

وفد کندہ کی آمد
خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھے زہری نے بتایا کہ اشعث بن قیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی اور ساٹھ سوار کے لگ بھگ لے کر حاضر ہوئے۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتے یہ سب ہتھیار بند تھے۔ انھوں نے احبار کا ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ جب خدمت نبوی میں حاضر ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیا تم نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا؟ کہنے لگے مسلمان ہو چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا، تو پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیسا نظر آتا ہے؟

یہ سنتے ہی انھوں نے اسے پھاڑ کر اتارا اور پھینک دیا۔ اس کے بعد اشعث نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم بھی مرار کھانے والوں کی اولاد ہیں اور آپ بھی مرار کھانے والوں کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی انھوں نے فرمایا اس نے ربیعہ بن حرث اور عباس بن عبد المطلب کے درمیان نسبت پیدا کرنی چاہی ہے۔

کہتے ہیں کہ زہری اور ابن اسحاق تاجر تھے۔ جب یہ دونوں سرزمین عرب میں سفر کرتے اور پوچھا جاتا۔ کہ تم کون ہو؟ تو جواب دیتے کہ ہم مرار (اونٹوں کے کھانے کی ایک بوٹی) کھانے والوں کی اولاد سے ہیں۔ اس سے اہل عرب ان کا از حد احترام کرتے اور اپنے آپ کا تحفظ کرنے میں انہیں بہت سہولت ہوتی۔ کیونکہ یہ آکل المرار" کندہ کے رہنے والے تھے۔ جو بادشاہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ نہ ہم اپنی ماں کو فاجرہ بتاتے ہیں اور نہ اپنے والد سے

نفی کرتے ہیں -

مسند میں حماد بن سلمہ کی حدیث ہے جو انھوں نے عقیل بن طلحہ سے اور انھوں نے مسلم بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اشعث بن قیس نے کہا۔

یا رسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں ؟

آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں، نہ ہماری ماں فاجرہ تھی۔ نہ ہم اپنے باپ کا انکار کرتے ہیں۔

مسائل فقہیہ کا اس واقعہ سے استنباط اس واقعہ سے کئی فقہی مسائل پر روشنی پڑتی ہے، جو حسب ذیل ہیں۔

۱ - یہ کہ جو شخص بنو نضر بن کنانہ کی اولاد میں ہونے کا مدعی ہو وہ قریش میں سے ہے۔

۲ - اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حرام چیزوں کا ضائع کر دینا تلف کر دینا جائز ہے، مثلاً ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے، اسے اگر کوئی تلف کر دے تو کوئی حرج نہیں، اسے اضاعت یعنی ضائع کرنا نہیں قرار دیں گے۔

۳ - المرار ایک درخت ہے جو بادیہ میں اُگتا ہے، آکل المرار (مرار کھانے والا) سے مراد حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن کندہ ہیں، آپؐ کی جدہ کندہ میں سے تھیں، جو ام کلاب بن مرہ کے نام سے یاد کی جاتی تھیں، اشعث کا اشارہ اسی طرف تھا۔

۴ - اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس نے گویا اپنے باپ کا انکار کیا۔

۵ - نیز یہ کہ آپؐ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے،

۶ - نیز یہ کہ جو شخص اپنے معروف نسب سے انکار کرے اس پر حد قذف (تہمت کی سزا) جاری کی جا سکتی ہے۔

اشعریوں اور یمنیوں کا وفد
بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

یزید بن ہارون نے حمید سے انھوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک قوم آرہی ہے جو تم سے زیادہ رقیق القلب ہے۔

چنانچہ اشعری لوگ رجز پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے:

عدا نلقی الاحبہ
محمداً وحزبہ

ترجمہ، کل ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعتِ (صحابہ) سے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ اہل یمن آئے۔ یہ لوگ رقیق القلب اور نازک دل ہیں۔ اور ایمان تو بس یمن ہی میں ہے۔ حکمت یمن ہی میں ہے۔ اور وقار و سکینۃ اہل غنم (بکریوں والوں) میں ہے۔ اور فخر اور بڑائی طلوع آفتاب سے قبل بدویوں میں ہے۔

ہمیں یزید بن ہارون سے انہیں ابن ابی ذویب سے انھیں حرث بن عبد الرحمان سے انھیں محمد بن جبیر بن مطعم سے انھیں اپنے والد سے روایت ملی۔ فرمایا،

کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ نے فرمایا:

تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں۔ گویا کہ وہ ابر ہیں۔ یہ لوگ اہل زمین میں سے بہتر لوگ ہیں۔

ایک انصاری نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: "سوا ہمارے"

آپ خاموش رہے۔ پھر اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول "سوا ہمارے" آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر آپ نے آہستہ سے فرمایا، "ہاں سوا تمہارے"

صحیح بخاری میں ہے کہ بنو تمیم کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا،

اے بنی تمیم خوش ہو جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا۔ آپ نے ہمیں خوش خبری سنائی اس لیے ہمیں کچھ عطا فرمایئے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ پھر اہل یمن میں سے ایک جماعت حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا، خوشخبری قبول کرو۔ جبکہ بنو تمیم نے قبول نہیں کی۔

وہ کہنے لگے! ہم نے قبول کرلی۔ پھر انھوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ہم دین سمجھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں پہلا مسئلہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ دنیا کی ابتدا کیا تھی؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی سب سے پہلے تھا اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے ہر چیز کتاب میں لکھ دی ہے'!

وفد ازد

آستانۂ نبویؐ پر حاضر ہوتا ہے

آپؐ کی ایک پیش گوئی

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ صرد بن عبداللہ ازدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لایا اور وفد ازد کے لوگوں میں سب سے بہتر طور پر اسلام قبول کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر فرما دیا۔ اور فرمایا: اہل یمن کے مشرک قبائل سے ان مسلمانوں کی مدد لے کر جہاد کرے۔ جو اس کی قوم میں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک چھوٹی سی جماعت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نکلا اور مقام جرش میں ٹھہرا۔ ان دنوں یہ جگہ ایک بند شہر تھا۔ اور یہاں یمن کے قبائل آباد تھے۔

جب خثعم نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو وہ بھی سب کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ اہل اسلام نے ایک ماہ تک محاصرہ کیے رکھا۔ لیکن یہ لوگ قابو میں نہ آئے آخر مسلمان لوٹ آئے۔ جب لشکر اسلام شکر نام کے پہاڑ کے قریب پہنچا تو اہل جرش نے خیال کیا۔ کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ جب ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو ان پر حملہ کر دیا۔ سخت خونریز جنگ ہوئی۔ اہل جرش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی بھیجے تھے جو معاملہ کو سمجھ رہے تھے۔ عصر کے بعد شام کو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی تھے کہ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ اللہ کی زمین پر مقام شکر کہاں ہے؟ وہ دونوں جرشی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں ایک پہاڑ ہے جس کو "کشر" کہتے ہیں چنانچہ اہل جرش اس نام سے اسے یاد کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"نہیں وہ کشر نہیں شکر ہے"

دونوں نے پوچھا مگر بات کیا ہے اے اللہ کے رسول!

آپ نے فرمایا! اس کے دامن میں بہت جلد اللہ کے کچھ بندے قربان ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں آدمی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ انھوں نے فرمایا! بدبختو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم کی مصیبت کے متعلق خبر دے رہے ہیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ اور درخواست کرو۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ تمہاری قوم سے یہ مصیبت ٹل جائے، وہ دونوں اٹھے، اور اسی طرح ہی درخواست کی، آپ نے فرمایا اے اللہ ان پر سے یہ مصیبت اٹھالے۔

اس کے بعد وہ دونوں آدمی اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔ تو وہاں جاکر انہیں معلوم ہوا کہ واقعی اسی دن ان کی قوم کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ٹھیک اسی ساعت میں جب آپ نے گفتگو فرمائی تھی۔

چنانچہ جرش کا وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ اور آپ نے ان کی بستی کے گرد کا علاقہ ان کی نگرانی میں دے دیا۔

وفد بنو حارث بن کعب کی آمد

جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں بعدازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الآخر یا جمادی اول سنہ ۱۰ھ میں حضرت خالدؓ بن ولید کو بنی حرث بن کعب کی طرف نجران روانہ فرمایا - اور حکم دیا۔ کہ جنگ کرنے سے پہلے انہیں تین مرتبہ دعوت اسلام دیں: اگر وہ قبول کرلیں۔ تو ان کا اسلام قبول کریں۔ ورنہ پھر جنگ کرنا - آخر وہ منزل پر پہنچے- اور دو سواروں کو بھیجا کہ ہر آدمی سے ملیں اور اسلام کی دعوت دیں، وہ کہہ رہے تھے ۔ اے لوگو اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے، چنانچہ لوگ اسلام لے آئے۔

حضرت خالدؓ وہاں چند روز مقیم رہے ۔ اور انھیں اسلام کی تعلیمات سے آشنا کرتے رہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ لکھ بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھا کہ ان کا اسلام قبول کرلو، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا وفد بھی قبول کرو۔ چنانچہ انہوں نے ان کا اسلام قبول کیا جس میں قیس بن حصین - یزید بن عبدالمدان - یزید بن محجل، عبداللہ بن قراد اور شداد بن عبداللہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا، کہ زمانہ جاہلیت میں اگر تم پر کوئی حملہ کرتا تو تم کس وجہ سے اس پر غالب آجاتے تھے؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہم غالب نہیں آتے تھے۔

آپ نے فرمایا! ہاں ٹھیک ہے!

انھوں نے عرض کیا: ہم متحد رہتے اور متفرق نہ ہوتے اور ہم ظلم کی ابتدا نہ کرتے۔

آپؐ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ اور قیس بن حصین کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔ یہ لوگ شوال یا ذی قعدہ کے آخر میں واپس ہوئے ان کی واپسی کے بعد چار ماہ گزرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی"!

وفد ہمدان

درِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

ہمدان کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں مالک بن عظ ۔ مالک بن ا نقمح،
ضمام بن مالک اور عمرو بن مالک تھے ۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک
سے واپسی کے بعد ملے ۔ یہ احبارہ کے لباس میں ملبوس تھے، ان کے سر پر عدنی عمامے تھے۔
مالک بن عظ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رجز پڑھ رہا تھا۔

البلت جاوزن سواد الرایف —
فی معبوات الصیف والخریف —
مخطمات بحبال اللیف —

یعنی، تیری جانب بڑھ گئیں ویبات کی سیاہی —
بہار وخزاں کے غبار میں —
کھجور کے پہاڑوں میں لگام دی ہوئی ۔ اور انھوں نے آپ کے سامنے بہتر اور اچھی گفتگو
کی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تحریر لکھ دی، اور ان کی درخواست قبول فرمائی،
اور انہیں عطایا دیے نیز مالک بن عظ کو ان کا امیر بنا دیا ۔ اور جو بھی ان میں سے مسلمان ہونا اس
کا امیر انہی کو قرار دیا ۔ اور ثقیف کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا، ان کی حالت یہ تھی کہ جو جماعت
بھی اس طرف نکلتی یہ لوگ (ثقیف) اس پر غارت گری کرتے ۔
امام بیہقیؒ نے سند صحیح کے ساتھ ابن اسحاقؒ سے انھوں نے حضرت براءؓ سے روایت کیا

ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اہلِ یمن کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی ان میں تھا جو حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ تھے۔ ہم چھ ماہ تک ٹھہرے رہے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھیجا۔ جب ہم قوم کے قریب ہوئے تو حضرت علیؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ہماری ایک صف بنائی۔ اور ہمارے آگے بڑھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ قبیلہ ہمدان تمام کا تمام ہی مسلمان ہو گیا۔

حضرت علیؓ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً سجدہ میں چلے گئے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا! ہمدان پر سلامتی ہو ہمدان پر سلامتی ہو۔

وفد مزینہ کی آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

طرق بیہقی سے مروی ہے کہ انھوں نے نعمان بن مقرن سے روایت کیا کہ ہم مزینہ سے چار سو آدمی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ اس قوم کو زادِ راہ دے دو۔ انھوں نے عرض کیا۔ میرے پاس صرف کچھ کھجوریں ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کہ وہ اس جماعت کے لیے کچھ بھی کفایت کر سکیں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ۔ اور انہیں زادِ راہ دے دو۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ انہیں لے کر چلے۔ اور اپنے گھر میں داخل کیا، پھر انہیں ایک اونچی جگہ بٹھایا۔ اور جب ہم داخل ہوئے تو وہاں اونٹ کے برابر کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ قوم نے حسب ضرورت وہاں سے کھجوریں لے لیں۔

نعمان کہتے ہیں۔ کہ میں سب سے آخر میں نکلا۔ اور میں نے دیکھا کہ گویا ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلائی گئی۔ یعنی وہ ڈھیر ویسے کا ویسا ہی رکھا ہوا تھا۔

وفد دوس

آنحضرت کے خلاف ایک شاعر سے اہلِ مکہ کی استمداد

شاعر کا قبول اسلام

ابن اسحاق رح فرماتے ہیں۔ کہ طفیل بن عمرو دوسی کہا کرتا تھا۔ کہ وہ مکہ آیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں مقیم تھے۔ قریش کے چند آدمی خاص طور پر اس کے پاس آئے، طفیل ایک شریف اور زیرک شاعر تھا۔ وہ کہنے لگے تو ہمارے علاقے میں آیا ہے۔ اور یہ آدمی جو ہمارے پاس ہے۔ اس نے ہماری جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے اور ہمارے ہر کام کو تقسیم کر رہا ہے اس کی بات میں جادو جیسا اثر ہے۔ جو ماں اور بیٹے۔ بیوی اور خاوند میں تفریق کر دیتا ہے۔ اور ہمیں تمہارے اور تمہاری قوم کے متعلق بھی وہی خطرہ ہے جس سے ہم دوچار ہو رہے ہیں۔ اس لیے اس کی بات نہ سننا اور نہ اس سے بات کرنا۔

▪ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ برابر میرے پیچھے لگے رہے، یہاں تک کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ نہ آپؐ سے بات کروں گا۔ نہ آپؐ کی گفتگو سنوں گا۔ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ جب میں مسجد کی جانب گیا محض اس خطرہ کے پیشِ نظر کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں میں پڑ جائے۔

▪ کہتے ہیں، کہ پھر وہ صبح کو مسجد میں گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے کلام سنا ہی دیا، جب میں نے ان کا حسین کلام سنا تو میں نے دل میں کہا۔

ہائے میری بدبختی۔ اللہ کی قسم۔ میں ایک کامل شاعر ہوں۔ اور کلام کے حسن و قبح سے

خوب آگاہ ہوں، اس لیے میں کیوں نہ اس آدمی کی بات سنوں، اگر اس کا کلام اچھا ہو گا تو قبول کر لوں گا۔ اور اگر قبیح ہو گا۔ تو چھوڑ دوں گا۔ کہتے ہیں کہ میں ٹھہرا رہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ تو میں بھی ان کے پیچھے چلا۔ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، تو میں بھی اندر چلا گیا اور عرض کیا۔

اے محمد تیری قوم نے مجھے یہ یہ بتایا تھا، اور اللہ کی قسم وہ مجھے تیرے معاملہ میں خوف دلاتے رہے۔ آخر میں نے روئی سے اپنے کان بند کر لیے، تاکہ میں آپ کا کلام نہ سنوں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے سنانا ہی چاہا اور میں نے آپ کا بہترین کلام سنا۔ مجھے آپ اپنا معاملہ بتائیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش کیا، اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔

اللہ کی قسم میں نے اس سے زیادہ بہتر کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ اور نہ ان سے بہتر اور عدل والی بات کبھی سنی تھی۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور میں نے حق کی گواہی دے دی۔ اور میں نے عرض کیا۔

اے اللہ کے نبی میں اپنی قوم میں ایک سردار مطاع ہوں سب میری مانتے ہیں ان کے پاس جاتا ہوں۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دوں گا، اللہ تعالےٰ سے دعا کیجیے کہ وہ میرے لیے کوئی علامت پیدا کر دے۔ جو میرے لیے دعوت میں مددگار ہو، آپ نے دعا فرمائی اے اللہ، اس کے لیے کوئی علامت پیدا کر دے،!

راوی کہتے ہیں، کہ میں اپنی قوم کی جانب نکلا۔ جب میں اپنے علاقے کے ٹیلے پر پہنچا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح ایک نور چمکنے لگا، میں نے دعا کی۔ اے اللہ میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور! کیونکہ مجھے خطرہ ہے۔ کہ وہ سمجھیں گے۔ کہ ان کے دین سے نکلنے کے باعث اس کے چہرے پر دھبہ لگ گیا ہے۔

وہ کہتے ہیں، کہ پھر وہ نور وہاں سے ہٹ گیا، اور قندیل کی طرح میرے کوڑے کے سر پر معلق ہو گیا۔ میں ٹیلے سے ان کی طرف اتر رہا تھا، حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچا۔ صبح ہو گئی

جب میں اترا، تو میرے پاس میرا باپ آیا، وہ بوڑھا آدمی تھا۔ میں نے اسے کہا۔ مجھ سے دور ہو جا، نہ تو مجھ سے ہے، اور نہ میں تجھ سے ہوں۔

وہ کہنے لگا: بیٹا یہ کیوں؟

میں نے کہا: میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اور دین محمدؐ کی اتباع میں آ چکا ہوں۔

وہ کہنے لگا! بیٹا تیرا دین ہی میرا دین ہے، میں نے کہا! اچھا جاؤ۔ غسل کرو۔ نئے کپڑے پہنو پھر آؤ۔ تاکہ میں تمہیں وہ سکھاؤں جو میں نے سیکھا ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ وہ گیا، غسل کیا، اور اپنے کپڑے پاک کیے، پھر آیا۔ اور میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گیا۔

پھر میری بیوی آئی۔ میں نے اس سے کہا: چلی جا۔ تیرا میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں

وہ کہنے لگی: میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ یہ کیوں؟

میں نے کہا: اسلام نے میرے اور تیرے درمیان حد فاصل پیدا کر دی ہے، میں مسلمان ہو چکا ہوں، اور دین محمدؐ پر آ چکا ہوں۔

وہ کہنے لگی! تیرا دین ہی میرا دین، میں نے کہا، اچھا جاؤ، پہلے غسل کرو۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ پھر واپس آئی۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گئی۔

آنحضرتؐ کی "بددعا"

پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے دیر کر دی۔ میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا! اے اللہ کے رسول قبیلہ دوس پر زنا غالب آ چکا ہے، ان کے متعلق اللہ سے بددعا کیجیے۔

آپؐ نے دعا فرمائی!

اے اللہ دوس کو ہدایت دے۔ پھر فرمایا: اب اپنی قوم کی طرف واپس جا۔ اور انہیں اللہ کی طرف بلا۔ اور ان سے نرمی سے پیش آنا۔

اس کے بعد میں واپس گیا، میں انہیں دین الٰہی کی طرف دعوت دیتا رہا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے علاقہ میں تھے، کہ میں حاضر ہوا۔ اور مدینہ میں منتشر یا اسی

دوسی گھرانوں کو لیکر اترا۔ اس کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر میں جا ملے۔ آپؐ نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی سہم (حصہ) نکالا۔

ابن اسحاق رحؒ فرماتے ہیں، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے تو طفیل رضؓ مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ جب طلیحہ سے فارغ ہوئے۔ تو اہل اسلام کے ہمراہ یمامہ کی طرف چلے۔ ان کے ہمراہ ان کا لڑکا عمرو بن طفیل تھا۔ انھوں نے اپنے اصحاب سے کہا۔ کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر بتاؤ۔ میں نے دیکھا کہ میرا سر مونڈا گیا۔ اور میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا۔ اور ایک عورت مجھے ملی۔ اس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ میرا بیٹا بھی تیزی سے میری اتباع کر رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اسے مجھ سے روک دیا گیا۔ انھوں نے تعبیر دی: جو کچھ تو نے دیکھا، اچھا دیکھا۔

طفیل کہنے لگے۔ اللہ کی قسم میں نے خود اس کی ایک تعبیر نکالی ہے۔

لوگوں نے پوچھا۔ کیا تعبیر نکالی ہے؟

وہ کہنے لگے! سر مونڈنے کا مطلب سر کٹنا ہے۔ اور جو پرندہ میرے منہ سے نکلا ہے۔ یہ میری روح کے خارج ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھودی جائے گی۔ اور مجھے اس میں غائب کر دیا جائے گا۔ اور میرے بیٹے کی مجھے تلاش۔ اور اسی کا مجھ سے رک جانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے دیکھونگا کہ وہ بھی حصول شہادت کی کوشش کرے گا چنانچہ حضرت طفیل رضؓ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ اور ان کے بیٹے سخت زخمی ہوئے۔ پھر وہ بھی حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

اسی واقعہ سے ثابت شدہ احکامات فقہیہ

۱۔ قبول اسلام سے پہلے غسل واجب ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عادت تھی۔ کہ اسلام قبول کرانے سے قبل غسل کراتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ امر ثابت ہے اور صحیح قول یہ ہے۔ کہ

حالت کفر میں کوئی جنابت زدہ ہو یا نہ ہو مگر قبول اسلام کے وقت غسل واجب ہے۔

۲۔ جنگ ختم ہونے سے پہلے لمک پہنچ جائے تو اس کا حصّہ ہو گا

اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جنگ ختم ہونے سے قبل جو بھی لمک پہنچے اس کا بھی سہم لگایا جائے گا۔

۳۔ کرامات اولیاء کا وقوع نصرت دین کے لیے ہوتا ہے

نیز کرامات اولیا کا وقوع یا تو ضرورت دین کے لیے ہوتا ہے۔ یا اسلام اور اہل اسلام کے منفعت کے لیے ہے۔ یہ رحمانی احوال ہوتے ہیں۔ اور اتباع رسول ہی ان کا سبب ہوتا ہے۔ جن کے نتیجہ میں اظہار حق اور تذلیل باطل ظہور پذیر ہوتی ہے، اور احوالِ شیطانی کا سبب اور نتیجہ ان سے الگ ہی ہوتا ہے۔

۴۔ دعوت اسلام میں صبر و استقلال ضروری ہے

نیز اللہ کی طرف دعوت دینے میں صبر و استقلال ضروری ہے اور نافرمانوں پر بددعا یا انہیں سزا دینے میں جلدی سے کام نہ لینا چاہیے۔

وفد نجران

اہلِ کتاب کے ایک وفد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح

صلح کے شرائط اور ان کی نوعیت ابن اسحاق ؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کے عیسائیوں کا وفد حاضر ہوا۔

مجھے محمد بن جعفر بن زبیر نے بتایا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کا وفد آیا تو یہ لوگ عصر کے بعد مسجد میں آپؐ کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور مسجد میں اپنی نماز ادا کرنے لگے۔ لوگوں نے انھیں منع کرنا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خبردار، انھیں مت ٹوکو، چنانچہ انھوں نے مشرق کی طرف رخ کیا اور اپنی مخصوص عبادت کی۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے یزید بن سفیان سے انھیں ابن سلمانی سے انھیں کرز بن علقمہؓ سے روایت پہنچی۔ انھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے وفد میں ساٹھ سوار حاضر ہوئے، جن میں سے چوبیس بڑے بڑے سردار تھے اور چوبیس ایسے تھے کہ ان میں سے تین ان کے امیر تھے۔ ان کی رائے پر فیصلے ہوتے اور وہ صاحبِ مشورہ تھے۔ یہ لوگ جس کی رائے اور حکم سے بالکل سرکشی نہ کرتے وہ شخص تھا، عبد المسیح، دوسرا ان کا سردار اور صاحب رحل اور ان کی مجلس کا بڑا ایہم تھا، اور ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا جو بنی بکر بن وائل کا بھائی تھا۔ یہ ان کا بڑا پادری، عالم اور امام بھی تھا اور ان کی تعلیمات کا نگران تھا۔

ابوحارثہ ان میں بہت ہی صاحب شرف آدمی تھا۔ اس نے ان کی کتابیں پڑھ رکھی تھیں اور روم کے نصاریٰ بادشاہ اس کی ازحد عزت و تکریم کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے لیے انھوں نے خادم رکھے تھے۔ گرجے تعمیر کیے تھے اور اس کی دینی خدمات و علم کے باعث اس پر انعام و اکرام کی بارش کر دی تھی۔

جب یہ وفد نجران سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلا تو ابوحارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا قصد کرکے ایک خچر پر سوار ہوا۔ اس کی ایک جانب اس کا بھائی تھا جسے کرز بن علقمہ کہتے تھے وہ بھی ہمراہ تھا۔ اچانک خچر کا پاؤں پھسلا، کرز نے کہا وہ (لہ) ہلاک ہوا۔

ابوحارثہ نے جواب دیا نہیں بلکہ تو ہلاک ہوا۔

وہ کہنے لگا، بھائی یہ کیوں؟

وہ کہنے لگا۔ اللہ کی قسم وہ واقعی نبی امی ہے، جس کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ کرز نے پوچھا، تو پھر اس کے اتباع سے کیوں رکتے ہو؟ جب تم انھیں جانتے اور مانتے بھی ہو۔

اس نے کہا ہماری قوم نے ہمارے ساتھ کیا سلوک نہیں کیا ہے؟ ہماری عزت کی۔ ہماری تکریم وشرف میں کسر نہ رکھی۔ اور اگر میں یہ اسلام قبول کروں، تو جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ سب واپس چھین لیں گے۔

اس پر کرز بن علقمہ نے اپنے دل کی حالت اس سے پوشیدہ رکھی لیکن آخر کار اسلام قبول کر لیا۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت نے بتایا، فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن جبیر اور عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے نصاریٰ اور یہود کے علماء جمع ہوتے اور آپس میں جھگڑ پڑے۔

احبارِ یہود نے کہا، ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے۔

نصاریٰ نے کہا، نہیں بلکہ وہ نصرانی تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:۔

يا اهل الكتاب لم تحاجون فى ابراهيم وما انزلت التوراة والانجيل الا من بعده، افلا تعقلون ○ ها انتم هؤلاء حاججتم فيما لكم به علم فلم تحاجون فيما ليس لكم به علم والله يعلم وانتم لا تعلمون ○ ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما. وما كان من المشركين ○ ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعوه وهذا النبى والذين امنوا والله ولى المومنين ○

یعنی اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو، ابراہیمؑ کی بابت اور تورات وانجیل تو اتریں ان کے بعد کیا تم کو عقل نہیں۔ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی اب کیوں

جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک۔ لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے۔ اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔"

ایک حبر (یہودی) نے کہا، اے محمد کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو؟ کہ ہم اس طرح تمہاری عبادت کریں جیسی نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کی عبادت کرتے ہیں؟

نصاریٰ نجران کے ایک آدمی نے بھی تائید کی اور پوچھا اے محمد آپ ہم سے یہی چاہتے ہیں؟ اور اسی کی ہمیں دعوت دیتے ہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ کی پناہ اس سے کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں یا غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ نہ اللہ نے مجھے اس لیے مبعوث فرمایا اور نہ اس نے مجھے اس کا حکم دیا۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ماکان لبشر ان یؤتیہ اللّٰہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادالی من دون اللّٰہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ۝ ولا یأمرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا ایأمرکم بالکفر بعد اذانتم مسلمون۔

یعنی کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے۔ پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے۔ اور نہ یہ کہے تم کو کہ ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

ہمیں ابی عبداللہ حاکم سے روایت پہنچی۔ انھیں اصم سے انھیں احمد بن عبدالجبار سے انھیں یونس بن بکیر سے انھیں مسلمہ بن عبد یشوع سے انھیں اپنے والد سے انھیں اپنے دادا سے روایت ملی کہ یونس نے بتایا یہ نصرانی تھا۔ پھر اسلام لایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو لکھا

ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے خدا کے نام سے،

اما بعد! میں تمہیں بندوں کی عبادت کی بجائے اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں، اور

بندوں کی ولایت (کارسازی، آقائی) کی بجائے اللہ کی ولایت کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم انکار کرو۔ تو جزیہ ہوگا، اور اگر (جزیے کا بھی) انکار کرو، تو میں تمہارے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ والسلام۔"

جب یہ مکتوب اسقف (بڑا پادری) کے پاس آیا، اس نے خط پڑھا۔ اس پر شدید ترین گھبراہٹ طاری ہوئی۔ اس نے اہلِ نجران کے ایک آدمی کو بلا بھیجا، جسے شرجیل بن وداعہ کہتے تھے۔ یہ ہمدان کا رہنے والا تھا چنانچہ اسقف نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دیا۔ اس نے بھی پڑھا، پھر اسقف کہنے لگا:

اے ابومریم تمہارا کیا خیال ہے؟

شرجیل نے جواب دیا، "میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بنی اسماعیل میں نبی مبعوث فرمانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی آدمی ہے۔ نبوت کے معاملہ میں میری کوئی رائے نہیں۔ اگر کوئی دنیا کا معاملہ ہوتا تو میں اپنی رائے سے مشورہ دیتا۔ اور اس کے متعلق میں خوب غور و خوض کرتا۔"

اسقف نے جواب دیا، چل ایک طرف ہوجا۔ وہ ایک جانب بیٹھ گیا۔ پھر اسقف نے اہلِ نجران کے ایک آدمی عبداللہ بن شرجیل کو بلا بھیجا، وہ حمیر سے تعلق رکھتا تھا اسے بھی مکتوب پڑھوایا، اور اس کے متعلق اس کی رائے دریافت کی۔ اس نے بھی شرجیل کی طرح جواب دیا۔ اسقف نے کہا، چل ایک طرف ہوجا۔ وہ بھی ہٹ کر ایک جانب بیٹھ گیا۔

پھر اسقف نے اہلِ نجران کے ایک آدمی جبار بن قیس کو بلا بھیجا۔ یہ آدمی بن حرث بن کعب سے تھا اسے مکتوب پڑھوایا۔ اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی شرجیل اور عبداللہ کی طرح جواب دیا۔ اسقف نے اسے بھی ایک طرف ہوجانے کا حکم دیا۔ وہ بھی ایک طرف ہوگیا۔

جب ایک بات پر تمام کی رائے کا اتفاق نظر آیا، تو اسقف نے ناقوس بجانے کا حکم دیا۔ ناقوس بجا دیا گیا۔ اور گرجوں میں چادریں اٹھائی گئیں۔ جب کبھی وہ دن میں گھبرا اٹھتے تو ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اگر کبھی رات کو گھبرا اٹھتے تو ناقوس بجاتے اور گرجوں میں آگ جلاتے۔

ناقوس کے بجتے ہی لوگ اکٹھے ہوجاتے۔ اور اہلِ وادی تمام وادی کے اندر ادنیٰ اور اعلیٰ سب چادریں

اوڑھ لیتے۔ یہ وادی اتنی وسیع تھی، کہ ایک تیز رفتار سوار دن بھر میں اسے طے کر سکتا تھا۔ اس میں تہتر گاؤں تھے اور ایک لاکھ جنگجو آدمی تھے۔ اسقف نے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھا، اور ان کی رائے کے متعلق استفسار کیا۔

وادی کے تمام لوگ اس پر متفق ہو گئے کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی۔ عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن قیس حارثی کو بھیجا جائے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر لائیں۔ چنانچہ وفد چل پڑا جب مدینہ کے قریب پہنچا، تو انھوں نے لباسِ سفر اتار دیا اور احبار کے لباس اور سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ پھر چلے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو سلام کہا۔ آپؐ نے سلام کا جواب نہ دیا اور دن بھر ان سے گفتگو نہ فرمائی۔

اس کے بعد وفد نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تلاش کی۔ یہ دونوں ان سے آشنا تھے۔ جب زمانۂ جاہلیت میں یہ اپنے تجارتی قافلے لے کر نجران جایا کرتے تھے، اور ان کے لیے وہ گندم۔ پھل اور فصلیں خریدا کرتے۔ اس وفد نے ان دونوں کو انصار و مہاجرین کی ایک مجلس میں دیکھا۔ انھوں نے پوچھا اے عثمان اور اے عبدالرحمٰن، تمہارے نبی نے ہماری طرف ایک مکتوب لکھا تھا۔ ہم اسے قبول کرنے حاضر ہوئے۔ جب ہم پہنچے اور سلام کیا تو انھوں نے جواب نہیں دیا اور دن بھر ہم نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن انھوں نے کلام کرنے کا موقع تک نہیں دیا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہم واپس چلے جائیں؟

عثمان و عبدالرحمٰن نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے پوچھا، یہ بھی وہیں تھے کہ اے ابوالحسن اس قوم کے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما سے کہا، میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے یہ قیمتی لباس اور انگوٹھیاں اتار دیں اور لباسِ سفر پہن لیں، پھر آپؐ کے پاس حاضر ہوں۔

چنانچہ وفد نے ایسے ہی کیا۔ انھوں نے وہ قیمتی ملبوسات اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ سلام عرض کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپؐ نے ان سے بات چیت کی، گفتگو ہوتی رہی، آخر وفد کہنے لگا، آپؐ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ ہم اپنی قوم کی جانب جا رہے ہیں اور ہم نصرانی ہیں۔ ہمیں اس بات سے مسرت ہوگی کہ اگر آپؐ انہیں نبی کہیں تو

آپؐ ان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کے دن میرے پاس ان کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ تم ٹھہرو۔ یہاں تک کہ جو کچھ مجھے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا جائے، تمہیں بھی بتا دوں۔ صبح ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون ۝ الحق من ربك فلا تکن من الممترین ۝ فمن حاجك فیہ من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

یعنی "بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی، بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ حق وہ ہے، جو تیرا رب کہے۔ پھر تو مت رہ شک لانے والوں سے۔ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آ چکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان، پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر جو جھوٹے ہیں!"

انھوں نے اس کا اقرار کرنے کا انکار کر دیا۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپؐ مباہلہ کرنے کے لیے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑے میں لے آئے۔ اور آپؐ کے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ رضؓ تشریف لا رہی تھیں۔ اس وقت آپ کی کئی بیویاں تھیں۔

شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے عبد اللہ بن شرجیل اور اے جبار بن قیس تم دونوں جانتے ہو کہ وادی کے چھوٹے بڑے لوگ جب جمع ہو جائیں۔ تو میری رائے کا خلاف نہیں کرتے۔ اور اللہ کی قسم میں ایک رائے رکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ واللہ اگر یہ آدمی بادشاہ ہوتا تو عرب قوم سب سے پہلے اس پر طعن کرتی اور اس کی آواز کو مسترد کر دیتی اور اس کی تبلیغ اپنی قوم سے بڑھ کر ہم تک نہ پہنچی: نیز میں اس کے آس پاس ظالموں کو دیکھتا (حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں) اور اگر یہ آدمی نبی مرسل ہے پھر اس نے ہم پر لعنت کر دی۔ تو زمین پر ہمارا ایک بال یا ناخن بھی باقی نہ رہے گا۔ ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔

اس کے دونوں ساتھیوں نے جواب دیا۔ پھر تمہاری کیا رائے ہے ؟ یہ تمام معاملہ تو تمہارے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ اس لیے اپنی رائے پیش کرو۔

انھوں نے جواب دیا ، میری رائے یہ ہے کہ میں انھیں (آپؐ) کو حکم بناتا ہوں کیونکہ میں انھیں ایسا آدمی سمجھتا ہوں ، جو کہ ظلم و تعدی کا فیصلہ کرنے والا نہیں۔

ان دونوں نے اسے جواب دیا۔ تم جانو اور تمہارا کام۔

چنانچہ شرجیل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ میں نے آپ کی لعنت سے زیادہ بہتر بات سوچی ہے۔

آپؐ نے فرمایا ، اے شرجیل وہ کیا ہے ؟

شرجیل نے عرض کیا ! میں آج رات اور صبح تک آپؐ کو حکم بناتا ہوں جو کچھ بھی آپؐ ہمارے متعلق فیصلہ فرمائیں وہ درست ہوگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، کیا تمھیں کوئی ملامت بھی کر رہا ہے ؟

شرجیل نے عرض کیا ، میرے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمالیجئے۔ وہ دونوں کہنے لگے : وادی کے اندر شرجیل کی رائے سے کوئی آدمی بھی سرتابی نہیں کر سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو) اتفاق کرنے والا کافر ہے یا حامد۔

اس کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لعنت نہ کی۔ جب صبح ہوئی تو یہ وفد حاضر خدمت ہوا

آنحضرتؐ کا عہدنامہ

آپؐ نے انھیں تحریر لکھ دی :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے ، جو محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے لیے لکھی کہ ...

(رسولؐ اللہ) کا حکم ہے کہ ان پر ہر پھل۔ سونے اور چاندی اور ہر بڑے چھوٹے پر فضل کیا اور اپنی دو ہزار حلہ جات (لباس) پر آزاد کیا۔ ہر رجب میں ایک ہزار اور ہر صفر میں ایک ہزار حلّہ دینا ہوگا اور ہر حلّہ ایک اوقیہ کا ہوگا اور جو خراج سے کم یا زیادہ ہو اس کا حساب کرلیا جائے گا اور جو زرہیں گھوڑے یا سواریاں دیں ، وہ بھی حساب کرکے لی جائیں گی اور

میرے قاصدوں کو بیس دن یا اس سے کم ٹھہرانا اہل نجران کے ذمہ ہوگا۔ اور ایک ماہ سے زیادہ کسی قاصد کو نہ روکیں گے۔ اور جب یمن میں گڑبڑ ہو تو اہل نجران پر تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ مستعار دینے لازمی ہوں گے اور میرے قاصدوں کے پاس سے جو زرہیں گھوڑے یا سواریاں ضائع ہوجائیں وہ میرے قاصدوں کے ذمہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ انھیں ادا کردیں ۔ اور اہل نجران کے لیے اللہ کا پڑوس کافی ہے اور محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ان کی جانیں، ملت، زمین، اموال، غائب وشاہد، قبائل اتباع قبائل ہیں، اور یہ کہ کوئی دوسرا ان پر غارت گری نہ کرے گا۔ اور نہ کوئی ان کے حقوق یا ان کی ملت کے حقوق پائمال کرے گا۔ اور نہ ان کے پادریوں یا راہبوں کو ہٹایا جائے گا جو انھوں نے مقرر کر رکھے ہیں اور نہ ہی جو ان کے اتباع ہیں۔ اور جو کچھ بھی کم وبیش ان کے قبضہ میں ہے، اس پر غارت گری نہ ہوگی۔ اور ان پر جاہلیت کا خون اور جرم نہ ہوگا۔ اور کوئی لشکر ان کی زمین کو پائمال نہ کرے گا اور جو ان میں سے حق مانگے۔ تو ان کے درمیان نصف نصف ہوگا، نہ ظالمانہ طور پر اور نہ ہی مظلومانہ طور پر اور اس کے بعد جو بھی سود کھائے گا تو اس سے میرا ذمہ ختم ہوگا۔ اور دوسرے آدمی کے ظلم کی پاداش میں دوسرا نہ پکڑا جائے گا۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے یہ اللہ کی امان میں ہے۔ اور محمد نبی رسول اللہ کے ذمہ میں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لائے ... جو یہ لوگ نصیحت کریں، پھر اصلاح کریں۔ تو یہ ظلم کے ساتھ واپس نہ ہوں گے۔

گواہ شد ؛ ابوسفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ۔

ایک سعید روح

اور لکھا ہے کہ جب انھوں نے تحریر ختم کی۔ تو یہ وفد نجران واپس چلا گیا۔ ایک رات کے سفر پر انھیں اسقف (پادری) اور اہل نجران ملے۔ اسقف کے ہمراہ اس کا ماں کی جانب سے بھائی بھی تھا اور نسبی طور پر وہ اس کا چچا کا بیٹا تھا جسے بشر بن معاویہ کہا جاتا تھا۔ اس کی کنیت ابوعلقمہ تھی۔ وفد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر اسقف کو دی۔ وہ پڑھ رہا تھا، اور اس کا بھائی بھی اس کے ہمراہ تھا۔ یہ دونوں جارہے تھے کہ بشر کی اونٹنی پھسل پڑی اس نے بددعا کی

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اشارہ نہ کیا۔ اسقف نے اس وقت کہا:
تو ہلاک ہوگیا۔ اللہ کی قسم وہ تو نبی مرسل ہیں۔
بشر نے فوراً اونٹنی کا رخ مدینہ کی طرف پھیرا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

اس واقعہ سے متعلق فقہی احکامات

اس سے ثابت ہوا کہ:
(۱) اہل کتاب کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور مسلمانوں کی موجودگی میں وہ اپنے طرز پر عبادت کرسکتے ہیں، بشرطیکہ یہ صورت صرف عارضی اور وقتی ہی ہو۔ اور اس کی مسلسل رسم ڈال لینا جائز نہیں۔

اقرار نبوت اسلام کے لیے کافی نہیں

(۲) نیز اس میں ذکر ہوا کہ اہل کتاب کے ایک کاہن نے بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور کہا "یہ نبی ہیں" لیکن اسلام میں داخل نہیں سمجھا گیا جب تک طاعت و اتباع نہ کرلیتا اور اس اقرار کے بعد جب تک وہ آپؐ کا دین نہ پکڑلیتا، لہٰذا اس پر ارتداد کا حکم نہیں نافذ ہوسکتا۔ اس کی مثال (یہود) کے دو احبار میں ملتی ہے کہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مسائل دریافت کیے۔ جب آپؐ نے جواب دیا تو کہنے لگے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نبی ہیں۔
آپؐ نے دریافت فرمایا، تو پھر میری پیروی سے کون چیز تمہیں روک رہی ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ہمیں ڈر ہے کہ یہود ہمیں قتل کردیں گے۔
پس صرف اس بات سے ان کا اسلام ثابت نہیں ہوا۔

کیا ابوطالب مسلمان تھے؟

(۳) نیز اسی طرح آپؐ کے چچا ابوطالب کی گواہی، کہ آپؐ سچے ہیں، اور آپؐ کا دین زمین کے تمام ادیان سے بہتر ہے" صرف اس شہادت سے وہ اسلام میں داخل ثابت نہیں ہوئے اور جو بھی سیر اور اخبار ثابتہ میں ذرا سا بھی غور کرے گا، تو اسے اہل کتاب اور مشرکین کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق کئی شہادتیں ملیں گی کہ یہ سچے رسول ہیں۔ لیکن اس شہادت سے وہ لوگ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے۔ معلوم ہوا کہ اسلام اس سے پرے کی کوئی حد ہے اور وہ صرف معرفت کا نام نہیں۔ اور نہ ایمان فقط معرفت و اقرار کا نام ہے بلکہ معرفت

اقرار اور ظاہر اور باطن میں طاعت و انقیاد کا نام ہے۔

اہل کتاب سے مناظرہ جائز ہے

(۴) نیز اہل کتاب سے مناظرہ، مباحثہ بھی جائز، مستحب بلکہ واجب ہے۔ جب کہ اس سے اسلامی مصلحت کا پہلو نکلتا ہو۔ ان کے اسلام قبول کرنے اور ان پر حجت قائم ہو جانے کی امید ہو۔ اور صرف بزدل یا عاجز ہی ان کے ساتھ مناظرے سے فرار کی راہ اختیار کرے گا۔ اس لیے اس کی اس بزدلی کو صرف اس کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ میرے اور ان کے علمائے (نصاریٰ و یہود) کے درمیان مناظرہ ہوا۔ تو میں نے اثنائے گفتگو میں ان سے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جب بھی تم لوگ زبان طعن کھولو گے، وہ درحقیقت پروردگار عظیم پر جرح و قدح ہوگی اور اس پر جرح و قدح کرنا سب سے بڑا ظلم، حماقت اور فساد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جرح و قدح سے بلند ہے۔

انھوں نے پوچھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

میں نے کہا، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور آپؐ پر جرح صرف اللہ کے انکار و کفر سے ہی ممکن ہے۔ اس کی تشریح اس طرح ہے کہ اگر محمدؐ تمہارے خیال کے مطابق نبی صادق نہیں اور تمہارے گمان فاسد کے مطابق (نعوذ باللہ) وہ ایک ظالم بادشاہ ہیں تو کیا اللہ نے انھیں مدد اس لیے دی کہ وہ اللہ پر افترا باندھیں، اور ایسی باتیں بیان کریں جو اس نے (وحی) نہیں کیں؟ اور اللہ ان تمام باتوں کو پورا کرے۔ یہ معاملہ چلتا رہے۔ حتیٰ کہ وہ حلال و حرام کا فیصلہ کریں۔ فرائض بتائیں، شرائع کی تشریع کریں۔ ملتوں کو منسوخ کریں۔ گردنیں ماریں اور (تمہارے خیال کے مطابق) اہل حق اتباع انبیاء کو قتل کریں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنائیں۔ ان کے مال اور ملک پر قبضہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں میں ان کی مدد کرے۔ حتیٰ کہ زمین ختم ہو جائے۔ اور یہ تمام امور وہ اللہ کی جانب منسوب کریں اور بشری عادت کے مطابق وہ اسی طریقہ پر گامزن رہیں اور اسی حالت میں تیرہ برس گزر جائیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و حمایت کرتا ہے۔ اس کے امر کو رفعت بخشتا ہے۔ اور نصرت کے تمام خارجی اسباب بھی مہیا کرتا ہے جو عمومی طور پر بشری قوت سے بالاتر ہوتے ہیں اور سب سے تعجب خیز یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ) ان کی دعا قبول کرے۔ ان کے دشمنوں کو ذاتی محنت و سعی وغیرہ کے ہلاک کرے کبھی محض بددعا سے ہی اور کبھی آپؐ کی بددعا کے بغیر، مزید برآں وہ جس

کریں اللہ وہ نصرت پوری کرے اور آپ سے ہر قسم کی کامرانی کا وعدہ کرے۔ پھر وعدہ بہترین انداز میں پورا بھی کرے، حالانکہ وہ اس کے نزدیک کاذب و مفتری اور ظالم ہو (نعوذ باللہ)۔

اب تمہارے قول کے مطابق دو باتیں ضرور لازم آئیں گی، یا تو کہو کہ دنیا بنانے والا اور مدبر کوئی نہیں۔ اور اگر عالم کا کوئی بنانے والا اور مدبر مان لیا گیا جو قدیر و حکیم بھی ہو۔ تو وہ ایسے (نبی) کے دونوں ہاتھ پکڑ لیتا۔ اور اس کا سخت ترین مقابلہ کرتا۔ اور ظالموں کے لیے اسے عبرت بنا دیتا۔ کیونکہ بادشاہوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے پھر آسمانوں و زمینوں کے بادشاہ اور احکم الحاکمین کے متعلق یہ تصور کیسے ہو سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظلم و سفاہت۔ تعدی اور مخلوق کو گمراہ کرنے کا غلط الزام پروردگار کریم پر آتا ہے کہ وہ ابد الآباد تک ایسا ہی کرتا رہا۔ نہیں بلکہ ایک کاذب (نعوذ باللہ) کی مدد کرتا اور اسے زمین پر تسلط دیتا۔ اس کی دعاؤں کو قبولیت بخشتا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے دین کو قائم رکھتا اور ابد تک اس کی آواز کو رفعت عطا کرتا ہے۔ اس کی دعوت کا اظہار اور ہر جماعت و قوم کے اندر سب کے سامنے علی الاعلان صدیوں کے بعد بھی اس کی نبوت کی شہادت دینا لازم آئے۔ یہ معاملہ احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین کی جانب سے کیسے ہو سکتا ہے؟

تم نے اپنے مخصوص طریق نقد سے رب العالمین پر شدید ترین جرح کی اور اس پر طعن کی زبان کھولی، اور تم نے اس کا سرے سے انکار کر دیا۔ البتہ ہم انکار نہیں کرتے۔ کئی کذاب دنیا میں آئے۔ ان کی شوکت و سطوت بھی ظاہر ہوئی۔ لیکن ان کی دعوت مکمل نہ ہو سکی۔ نہ انھیں زیادہ مہلت دی گئی، بلکہ ان پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے اتباع کو مسلط کر دیا گیا۔ انھوں نے ان کا نشان تک مٹا دیا۔ اور انھیں حرف غلط کی طرح ختم کر دیا۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک اس کے بندوں میں اس کی یہ سنت چلی آئی ہے۔

جب اس نے میری یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا، اللہ کی پناہ ہم انھیں ظالم یا کاذب نہیں کہتے، بلکہ اہل کتاب میں سے ہر انصاف پسند اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ جو آپؐ کی اطاعت میں آیا اور آپؐ کے طریق کار پر چلا، وہ ناجی اور سعید ہے۔ اور اسے آپؐ کی رسالت ماننا ہی پڑتی ہے لیکن (اہل کتاب) کی جانب آپؐ مبعوث نہیں ہوئے

میں نے جواب دیا کہ آپؐ کی تصدیق کرنا تم پر لازم ہو گیا۔ اور تواتر سے ثابت ہے کہ آپؐ تمام لوگوں کی طرف رب العالمین کے رسول تھے۔ اہل کتاب اور امی ہر ایک کی طرف مبعوث تھے۔ اور آپؐ نے اہل کتاب کو بھی

اپنے دین کی دعوت دی اور جو آپؐ کے دین میں داخل نہ ہوا۔ اس سے آپؐ نے مقاتلہ فرمایا۔ حتیٰ کہ انھوں نے جزیہ دینے اور ذمی بن کر رہنے کا اقرار کرلیا۔ اس جواب سے وہ کافر پریشان و درماندہ رہ گیا اور فوراً اٹھ کر چلا گیا۔

الحاصل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک مختلف اقوام و ملل کے خلاف نبرد آزما رہے۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہؓ بھی اسی طریق پر کاربند رہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کو مکی اور مدنی سورت میں بہتر انداز میں ان سے جدال کا حکم بھی دیا۔ اور اظہار محبت کے بعد ان سے مباہلہ کرنے کا حکم بھی دیا۔ اسی طرح دین قائم ہوا اور دلیل کے لیے تلوار کو مددگار بنایا گیا۔ اور سب سے بہتر اور عادل تلوار وہی ہے جو اللہ کے بینات کی نصرت کرتی ہے اور یہی رسول اللہ اور آپؐ کی امت کی تلوار ہے۔

مخلوق کی تعظیم حد عبدیت تک کرنا چاہیے

(۵) نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو مخلوق کی تعظیم اس کی منزلت سے زاید کرے اس طرح کہ اسے عبودیت محض سے نکال لے۔ گویا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی اور یہ طریقہ تمام رسولوں کی دعوت کے مخالف ہے۔ رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول والی نجران کے لیے باسم الہ ابراھیم واسحٰق ولیعقوب ! (ابراہیم۔ اسحٰق و لیعقوب کے اللہ کے نام سے) تو میرے نزدیک یہ مستند نہیں۔ حالانکہ آپؐ نے ہرقل کو لکھا، تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر فرمایا، اور ملوک کے نام خطوط میں آپؐ کی یہی سنت طیبہ تھی۔

جزیہ بصورت مال بھی جائز ہے

(۶) نیز اہل کتاب کے ساتھ امام کے حسب ارادہ اموال اور پارچہ جات وغیرہ پر مصالحت کرنا جائز ہے اور یہ مال ان کے لیے جزیہ کے قائم مقام ہے۔ اس لیے ہر ایک کو جزیہ سے مفرد نہ کیا جائے گا، بلکہ یہی مال ان پر جزیہ قرار پائے گا اور اسے ان پر تقسیم کرکے (عاید کردیا) جائے گا۔

حضرت معاذؓ بن جبل کا واقعہ

(۷) اور جب آپؐ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انھیں ہر بالغ سے ایک دینار وصول کرنے کا حکم دیا اور ان دو مقامات میں فرق بھی ہے۔ اہل نجران میں کوئی مسلمان نہ تھا اور یہ لوگ مصالحت کرنے والوں

میں سے تھے۔ اور یمن دار السلام تھا۔ اس علاقہ میں یہود بھی تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک پر جزیہ عاید کرنے کا حکم دیا۔ اور فقہا بھی پہلی قسم کی بجائے اسی دوسری قسم کے ساتھ جزیہ مخصوص کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً دونوں ہی جزیہ ہیں، کیونکہ ہر دو صورت میں یہ مال کفار سے ہر سال ان کی ذمیت کے باعث لیا جاتا ہے۔

اہل کتاب کو سود کی اجازت نہیں

(۸) نیز امام کو جائز نہیں کہ اہل کتاب کے ساتھ سود کے معاملہ میں مصالحت کرے کیونکہ یہ ان کے دین میں بھی حرام ہے۔ اسی طرح ان سے شراب (مسکرات) لواطت اور زنا کی اجازت کے متعلق بھی مصالحت نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان جرائم کے باعث ان پر حد لگانی چاہیے۔

ایک کے بجائے دوسرے کو نہیں پکڑا جا سکتا

(۹) نیز یہ جائز نہیں کہ کسی کافر کے ظلم کی وجہ سے کسی دوسرے کافر کو پکڑ لیا جائے یہ طریقہ اہل اسلام کے حق میں ناجائز ہے اور یہ دونوں صورتیں ظلم کے مرادف ہوں گی۔

عقد و عہد کافروں کے ساتھ مشروط ہوتا ہے

(۱۰) نیز معاہدین کے ساتھ عقد و عہد مشروط ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دیں اور مسلمانوں کے دین (اسلام) میں فساد برپا کرنے کی کوشش کریں تو ان کے لیے کوئی معاہدہ و صلح نہیں۔ اور جب دمشق میں ایک زبردست آگ لگائی گئی جس کا اثر جامع دمشق تک جا پہنچا، تو اس موقع پر بھی ہم نے یہی فتویٰ دیا تھا کیونکہ ان (نصاریٰ) نے مفسد لوگوں کی حمایت اور تعاون کرکے معاہدہ کو توڑ دیا تھا۔

(۱۱) بلکہ (وہ لوگ بھی مجرم ہیں) کہ جنہیں ان فسادیوں کا علم ہوا لیکن انہوں نے حکام تک ان کی اطلاع نہیں پہنچائی، کیونکہ یہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دہی کی ایک عظیم صورت ہے۔

فروہ بن عمرو الجذامی

اسلام کے نام پر جان دے دینے والا ایک نومسلم

ابن اسحاق ؒ فرماتے ہیں۔

فروہ بن عمرو جذامی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قاصد اپنے مسلمان ہونے کی خبر دینے کے لیے بھیجا۔ اور ایک سفید خچر بھی ارسال خدمت کیا۔ یہ فروہ اہل روم کی طرف سے ملحقہ مقامات کے عربوں پر گورنر مقرر تھا اور معان اور شام کا علاقہ اسی کا مسکن تھا۔ جب رومیوں کو اس کے مسلمان ہونے کی خبر ملی، تو انہوں نے اسے سر توڑ کوشش کر کے تلاش کیا، اور گرفتار کر لیا، مگر اپنے پاس ہی محبوس رکھا، پھر فلسطین میں عفراء کے چشمہ پر اسے سولی پر چڑھا دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ابن اسحاق ؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام زہری ؒ کہتے ہیں جب وہ اسے قتل کرنے لے چلے تو اس نے یہ شعر پڑھا!

بلغ سراۃ المسلمین باننی

مسلم لربی اعظمی ومقامی

پھر رومیوں نے وہیں عفراء کے گھاٹ پر اسے سولی دے دی۔

ضمام بن ثعلبہ

بنوسعد بن بکر کے پیامبر کا آنحضرتؐ سے سوال و جواب

بت پرستی سے کنارہ کشی

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں۔
مجھے محمد بن ولید سے انہیں کریب مولی ابن عباس سے انہیں ابن عباسؓ سے معلوم ہوا۔ کہ بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے طور پر بھیجا۔ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مسجد کے دروازے ہی پر اونٹ کو بٹھایا، اس کا گھٹنا باندھا بعد ازاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

آپؐ اس وقت اپنے صحابہؓ کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔

اس نے بہ آواز بلند کہا، تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

وہ کہنے لگا: محمدؐ؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں!

وہ بولا، اے ابن عبدالمطلب میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اور سوال میں سختی کا انداز اختیار کروں گا۔ اس لیے میری بات کا بُرا نہ ماننا۔

آپؐ نے فرمایا، میں ذرا بھی برا نہیں مانوں گا۔ جو جی میں آئے پوچھ لو۔

اس نے کہا، میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کہ جو تیرا۔ تیرے خاندان کا۔ تجھ سے پہلوں کا اور تیرے بعد میں آنے والوں کا رب ہے کیا واقعی تجھے اللہ نے ہماری طرف رسول بنا کر مبعوث

فرمایا ہے ؟

آپؐ نے فرمایا ؛ ہاں اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔

وہ کہنے لگا : میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں - جو تیرا - تیرے خاندان اور تجھ سے پہلوں اور تیرے بعد میں آنے والوں کا خدا ہے۔ کیا تجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔ کہ تو صرف اسی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ شرک نہ کرے۔ اور یہ کہ ہم ان شریکوں سے علیٰحدگی حاصل کر لیں۔ جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے ؟)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں ! اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔

پھر اس نے اسلام کے تمام فرائض کا ایک ایک کرکے ذکر کیا - نماز - زکوٰۃ - صوم حج - غرض اسلام کے جملہ فرائض کا تذکرہ کیا اور ہر ایک کے ساتھ وہی سابقہ الفاظ دہراتا رہا۔ جس طرح پہلے اس نے کہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ (اپنے سوالات) سے فارغ ہو گیا پھر گویا ہوا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں[1] اور میں یہ تمام فرائض ادا کروں گا۔

جب وہ واپس ہوا تو آپؐ نے فرمایا : دو زلفوں والے نے اگر سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا۔ اور یہ ضمام ایک مضبوط، توانا، اور کُھلے ڈُھلے کا آدمی تھا، یہ دو زلفیں رکھتا تھا۔

آنحضرت سے گفتگو کے بعد یہ اپنے اونٹ کے پاس آیا - اس کی رسی کھولی، اور سوار ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا - سب لوگ اس کے پاس جمع ہوئے - پہلی بات جو اس نے اپنی قوم کے سامنے کی وہ یہ تھی -

ولات و عزیٰ میں کیا دھرا ہے، ان سے بڑھ کر بدتر معبود نہیں -

لوگوں نے کہا - اے ضمام خبردار، ٹھہرو - برص - جنون اور جذام سے بچو -

اس نے جواب دیا - تم غارت ہو - یہ بت نہ ضرر دے سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے - اس پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے، جس کے

---

[1] یعنی کلمہ شہادت پڑھ لیا -

ذریعہ تمہیں اُس گمراہی سے نکال دیا ہے جس میں تم سراپا غرق تھے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں اسکے پاس سے جو کچھ لے کر آیا ہوں۔ اس کی دعوت دیتا ہوں، جس سے اس نے روکا ہے اس سے منع کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم اس علاقہ میں شام تک تمام مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے کسی قوم کا وفد ضمام بن ثعلبہ سے بہتر اور افضل نہیں دیکھا۔

صحیحین میں بھی حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق یہ واقعہ اسی طرح منقول ہے۔

طارق بن عبداللہ اور اس کے رفقاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوش معاملگی کا حیرت انگیز واقعہ

آپ کا ایک اثر آفریں خطبہ

ابوبکر بیہقی کی روایت ہے کہ اور وہ جامع بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک آدمی نے بتایا، جسے طارق بن عبداللہ کہتے ہیں، اس نے کہا:

میں سوق عکاظ[1] میں کھڑا تھا، اچانک ایک آدمی آیا اس کے بدن پر جبہ تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔

اے لوگو۔ لا الٰہ الا اللہ کہو۔ تم فلاح پا جاؤ گے!

اور ایک آدمی اس کے پیچھے پیچھے کنکر مار رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ اے لوگو اس کی تصدیق نہ کرنا۔ کیونکہ یہ جھوٹا ہے۔

میں نے پوچھا یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ بنو ہاشم میں سے ایک آدمی ہے۔ جو سمجھتا ہے، میں اللہ کا رسول ہوں۔

راوی کہتا ہے، کہ میں نے پوچھا، کہ یہ کون ہے جو اس کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ اس کا چچا عبدالعزیٰ ہے[2]

---

[1] ایک مشہور میلہ۔

[2] ابوجہل۔

راوی کہتا ہے۔ جب لوگ اسلام لے آئے، اور انہوں نے ہجرت کی۔ ہم نے بھی ابذہ سے نکل کر مدینہ کا رُخ کیا۔ تاکہ وہاں سے کھجوریں خریدیں۔ جب ہم مدینہ کی دیواروں اور کھجوروں کے قریب پہنچے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اُتر کر اپنے اس لباس کے علاوہ دوسرا لباس پہن لیں۔ اچانک ایک آدمی معمولی سے کپڑے پہنے آیا۔ سلام کہا۔ اور پوچھنے لگا یہ قوم کہاں سے آئی ہے ؟

ہم نے کہا، ابذہ سے!

پھر اس نے پوچھا، اور ارادہ کہاں کا ہے ؟

ہم نے کہا بس اسی شہر تک!

پھر اس نے پوچھا، یہاں تمہارا کیا کام ہے ؟

ہم نے جواب دیا۔ ہم یہاں سے کھجوریں خریدنا چاہتے ہیں، اور بتایا۔ کہ ہمارے پاس ھودج ہے اور سُرخ اونٹ ہے۔

اس آدمی نے کہا: کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے ؟

جواب دیا: ہاں فروخت کر دیں گے، لیکن اتنے صاع کھجوروں کے عوض!

راوی کا بیان ہے: کہ ہم نے جس قدر کہا۔ اس شخص نے اس سے بالکل کم نہ بتایا۔ اور اونٹ کی مہار پکڑلی، اور چل دیا۔

جب وہ مدینہ کی دیواروں اور کھجوروں کے ہوسے اوجھل ہوگیا۔ تو ہم نے کہا: یہ ہم نے کیا کیا! اللہ کی قسم ہم نے ایسے آدمی کے ہاتھ اونٹ بیچ دیا ہے جسے ہم نہیں جانتے۔ اور نہ ہم نے اس سے قیمت لی ہے!

راوی کا بیان ہے: ہم میں سے ایک عورت بول اُٹھی۔ اللہ کی قسم میں نے اس آدمی کو دیکھا ہے۔ اس کا چہرہ شب تمام کے مکمل چاند کی طرح ہے۔ میں تمہارے اونٹ کی ضامن ہوں۔

ابن اسحاق رح کی روایت ہے۔ کہ بڑھیا کہنے لگی: پریشان نہ ہو۔ میں نے اس آدمی کا چہرہ دیکھا ہے وہ ایسا ہے جیسے شب تمام کا مکمل چاند ہے۔

یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا، کہ میں تمہارے پاس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ یہ تمہاری کھجوریں ہیں۔ کھاؤ۔ اور سیر ہو جاؤ۔ تولو اور پوری کر لو۔ ہم نے کھائیں اور سیر ہو گئے۔ تولیں اور پوری کر لیں۔ پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ اور مسجد کے اندر آئے۔ تو وہ شخص آپؐ ہی تھے۔ آپؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ ہم نے آپؐ کے خطبہ کا کچھ حصّہ حفظ کر لیا، آپؐ فرما رہے تھے۔

■ صدقہ کرو۔ کیونکہ صدقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے۔

وفد تجیب

ایک سعادتمند طفل نوعمر و نوخیز کی کہانی

ارتداد کے موقع پر جس کے پاؤں نہ ڈگمگائے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تجیب کا وفد حاضر ہوا۔

یہ کل تیرہ آدمی تھے۔ جو اپنے اموال کے صدقات بھی ہمراہ لے آئے تھے جو کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر فرض کیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مل کر فرحت اور مسرت حاصل ہوئی آپؐ نے ان کا اکرام و اعزاز کیا۔ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم آپؐ کی خدمت میں (صدقات) بھی لائے ہیں جو اللہ نے ہمارے اموال پر فرض کیے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انھیں واپس لے جاؤ اور اپنے فقراء پر تقسیم کردو۔

انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہم صرف وہ مال لائے ہیں جو ہمارے فقراء سے زاید بچ گیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، عرب کا کوئی وفد اس سے بہتر انداز میں حاضر نہیں ہوا جیسے یہ تجیب کا وفد حاضر ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہدایت بھی اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے جس کے متعلق بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔

اس وفد نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں دریافت کیں۔ آپؐ نے وہ باتیں اسے لکھ دیں یہ لوگ قرآن مجید اور سنن کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے، ان کی یہ بات آنحضرتؐ کو زیادہ پسند آئی، اور ان سے آپؐ کی رغبت بڑھ گئی۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی ضیافت

بہترین طریقہ پر کرو، یہ لوگ کچھ دن رہے اور زیادہ مدت قیام نہ کرسکے۔ ان سے کہا گیا تمھیں کس بات کا خیال ہے؟

کہنے لگے ہم واپس جائیں گے اور جو لوگ ہم سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی بتائیں گے کہ ہم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور ہم نے آپؐ سے گفتگو کی ہے اور آپؐ نے یہ جواب ہمارے سوالوں کا دیا ہے۔

پھر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وداع ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو ان کی طرف بھیجا۔ اور انھیں بہ نسبت دوسرے وفود کے زیادہ اچھے انعامات واکرامات سے نوازا اور دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی باقی رہ گیا ہے؟

انھوں نے عرض کی، ہاں! ایک لڑکا رہ گیا ہے، جسے ہم اپنے سامان کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور وہ ہم سب سے عمر میں چھوٹا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، اسے بھی میرے پاس بھیجو۔

جب یہ لوگ اپنی جائے قیام پر واپس آئے تو لڑکے سے کہنے لگے، جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور ان سے کسب سعادت کرو۔ کیونکہ ہم تو شرف اندوز سعادت ہوچکے اور وداع بھی ہو آئے۔ لڑکا چلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول میں بنی ابذی کا ایک آدمی ہوں، یہ وہی جماعت ہے جو آپؐ کی خدمت میں ابھی ابھی حاضر ہوئی تھی اور جو یہاں سعادت اندوز ہوکر رخصت ہوئی ہے۔ اے اللہ کے رسول اب مجھے بھی شرف اندوز سعادت کیجئے۔

آپؐ نے فرمایا، تیری حاجت کیا ہے؟

وہ کہنے لگا، میری ضرورت میرے ساتھیوں کی طرح نہیں۔ اگرچہ وہ بھی اسلام کی رغبت لے کر حاضر ہوئے تھے اور اپنے صدقات میں سے جو کچھ لے کر آئے وہ خلوص سے بھاگے ہیں اللہ کی قسم اپنے معاملے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ اللہ عزوجل سے دعا کردیں کہ وہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کرے اور مجھے قلبی غنا عطا فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اسے قلبی غنا عطا فرما۔ پھر اس کے لیے اور اس کے ساتھیوں کے بقدر عطیہ دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ لوگ واپس

گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد ۱۰ھ کو موسم حج میں یہی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور عرض کیا۔
ہم بنو ابذی میں سے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس لڑکے کا کیا حال ہے جو میرے پاس تمہارے ساتھ آیا تھا؟

انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم نے اس کا سا اچھا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ نے اسے جو رزق دے رکھا ہے وہ اس پر بہت ہی قانع ہے۔ اگر لوگ دنیا بھی تقسیم کریں تو وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا، اور نہ التفات کرتا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الحمد للہ، مجھے امید ہے کہ وہ مکمل طور پر اس دنیا سے رخصت ہوگا۔

ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا ہر آدمی مکمل طور پر نہیں مرتا؟

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کی وادیوں میں اس کے خواہشات اور غم منتشر ہو جاتے ہیں۔ کبھی اس کی اجل انھیں وادیوں میں اسے پکڑ لیتی ہے۔ پھر اللہ عزوجل پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا۔

کہتے ہیں کہ وہ لڑکا ہم میں بہتر حالت میں اور زاہد بن کر زندہ رہا اور جس قدر اللہ نے اسے رزق دے رکھا تھا، اسی پر وہ قانع تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اہل یمن میں سے بعض اسلام سے پھر گئے تو وہ اپنی قوم میں کھڑا ہو گیا۔ اور انھیں اسلام اور اللہ کی یاد دلائی چنانچہ اس کی قوم میں سے کوئی فرد بھی مرتد نہ ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ اس کا تذکرہ کرتے اور اس کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی حالت کو پہنچ گیا۔ اور انھوں نے زیاد بن لبید کو خط لکھا کہ اس لڑکے سے بہت اچھا سلوک کرنا۔

قضاعہؓ سے وفد بنو ہذیم کی آمد

اسلام میں نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا، بڑائی اسلام کی ہے

واقدیؒ نے ابن نعمان سے انھوں نے اپنے والد سے جو بنو سعد ہذیم سے ہیں۔ روایت کی ہے .... کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاد کو فتح کر چکے تھے اور عربوں نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور لوگوں کی دو قسمیں ہو چکی تھیں۔ یا تو اسلام میں داخل تھے اور یا تلوار سے خوفزدہ تھے چنانچہ ہم مدینہ کی ایک جانب ٹھہرے۔ پھر ہم مسجد میں جانے کے ارادے سے نکلے، حتیٰ کہ ہم اس کے دروازے تک پہنچ گئے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک جنازہ پڑھا رہے ہیں۔ ہم ایک طرف کھڑے رہے۔ اور لوگوں کے ساتھ نماز (جنازہ) میں شریک نہ ہوئے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور ان سے بیعت سے پہلے یہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔

پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔ ہمیں دیکھا اور بلا لیا، اور دریافت فرمایا، تم کون ہو؟

ہم نے عرض کیا۔ بنی سعد ہذیم میں سے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، کیا تم مسلمان ہو؟ ہم نے عرض کیا، ہاں! آپؐ نے فرمایا۔ تم نے اپنے بھائی کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟

ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہم نے سمجھا کہ آپؐ سے بیعت کر لینے سے پہلے ہمارے لیے یہ جائز نہ ہوگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہاں بھی تم نے اسلام قبول کر لیا تو تم مسلمان ہو۔ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر ہم واپس اپنے سامان کے پاس آگئے۔ اور ہم نے اپنے میں سے ایک خادم کو وہاں

رکھا ہوا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تلاش میں آدمی بھیجا۔ چنانچہ اسے بھی آپؐ کے پاس لے جایا گیا اور آگے بڑھ کر ہمارے اس ساتھی نے بھی آپؐ سے اسلام پر بیعت کی۔

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ ہم میں سے چھوٹا ہے اور ہمارا خادم ہے۔ آپؐ نے فرمایا، قوم میں سے چھوٹا ان کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر برکات نازل فرمائے۔

راوی کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ ہم میں سب سے بہتر تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہم سے زیادہ قرآن پڑھ گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر امیر مقرر فرما دیا۔ وہی ہمیں نماز پڑھاتا تھا۔ جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا۔ انھوں نے ہم میں سے ہر آدمی کو چاندی کے کئی کئی اوقیہ انعام دیا۔ پھر ہم واپس اپنی قوم کی طرف آئے اور انھیں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

قدوم وفد بنی فزارہ

رحمت للعالمینؐ کی دعائے طلب باراں

ابو ربیع بن سالم کتاب الاکتفار میں فرماتے ہیں۔

" اور جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو آپؐ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد حاضر ہوا جو دس آدمیوں سے زیادہ پر مشتمل تھا، جن میں خارجہ بن حصین اور حسن قیس بھی تھا جو عیینہ بن حصن کا بھائی تھا اور یہ وفد میں سب سے کم عمر تھا۔

یہ لوگ بنت حرث کے گھر میں ٹھہرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ یہ لوگ دبلی اور نحیف سواریوں پر سوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ کا حال دریافت فرمایا۔ ایک بولا اے اللہ کے رسول ہمارے شہر برباد ہوگئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہوگئے۔ ہمارے باغات خشک ہوگئے اور اہل وعیال فاقے کرنے لگے۔ اس لیے اپنے پروردگار سے دعا فرمایئے کہ ہم پر بارش فرمائے اور اپنے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت فرمایئے اور آپؐ کے پروردگار کو بھی آپؐ کے پاس ہماری سفارش کرنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) بدبخت، میں نے اپنے پروردگار عزوجل کے پاس شفاعت کردی۔ لیکن وہ کون ہے؟ جس کے پاس ہمارا پروردگار سفارش کرے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بزرگ ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ اس کی عظمت اور جلال کے باعث گواہی دیتی ہے۔ جیسے لوہے کا کجاوہ آواز دیتا ہے۔ پھر آپؐ منبر پر چڑھے اور کچھ کلمات فرمائے اور آپؐ کسی دعا کے موقع پر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ مگر دعائے استسقاء میں آپؐ نے ہاتھ اٹھائے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے بغلوں کی سفیدی بھی نظر آگئی۔ اور آپؐ کی دعا میں سے یہ الفاظ یاد ہیں، اے اللہ اپنے ملک اپنے چوپاؤں کو سیراب کردے۔ اور اپنی رحمت پھیلادے

اور اپنے مردہ علاقے کو زندہ فرما۔ اے اللہ ہمیں بارش سے سیراب کر دے جو راحت رساں ہو۔ روئیدگی پیدا کرنے والی ہو، وسعت بخش ہو۔ عاجل ہو۔ آجل نہ ہو، نافع ہو۔ مضر نہ ہو، اے اللہ ہمیں اپنی رحمت سے لذت اندوز کر۔ عذاب و ہدم۔ اور غرق سے محفوظ رکھ۔ نیز تباہی اور ہلاکت و بربادی سے بھی۔ اے اللہ ہم پر بارش بھیج، اور ہمیں دشمن پر فتح عطا کر۔

وفد بہراء کی آمد

اہلِ وفد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا لطف و عنایت

واقدی کریمہ بنت مقداد سے نقل کرتے ہیں۔

میں نے اپنی والدہ صناعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو کہتے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے بہراء کا وفد حاضر ہوا۔ یہ کل تیرہ آدمی تھے۔ یہ لوگ اپنی سواریاں ہنکاتے ہوئے مقدادؓ کے دروازے تک آگئے۔ اور ہم بنی جذیلہ کی بستی میں اپنے گھروں کے اندر رہتے تھے حضرت مقدادؓ ان کی طرف بڑھے۔ ان کا استقبال کیا اور انہیں ٹھہرا لیا۔ ان لوگوں نے حضرت مقدادؓ کے ہاں کھانا کھایا۔ کھانے کا پیالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا۔ واپسی پر ابومعبدؓ نے اہل وفد کو بتایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی میں سے تناول فرما کر یہ حصّہ واپس کیا ہے۔ لہٰذا اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی برکت بھی ہے۔

یہ سنتے ہی اہل وفد نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور کہنے لگے! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا ایمان بہت محکم ہوگیا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی خواہش تھی۔

بعد ازاں ان لوگوں سے قرآن کا علم سیکھا۔ چند روز ٹھہرے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وداع ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں انعامات دینے کا حکم دیا اور وہ واپس اپنے اہل و عیال میں چلے گئے۔

وفد عذرہ کی آمد

اہلِ وفد کو فتح شام کی خوشخبری آنحضرتؐ کی طرف سے

سنہ ۹ھ ماہِ صفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارہ آدمیوں کا ایک وفد آیا۔ یہ عذرہ کا وفد تھا۔ اس میں حمزہ بن نعمان بھی شامل تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کون لوگ ہو!

انہوں نے جواب دیا۔ آپؐ سے کلام کرنے والا آپؐ سے اجنبی نہیں ہم بنو عذرۃ ہیں، ہم قصی کے بھائی ہیں، ہم نے ہی قصی کو مدد دی۔ اور وہ ہم ہی تھے جنھوں نے بطنِ مکہ سے خزاعہ اور بنی بکر کو نکال باہر کیا۔ اور ہماری ان سے قرابت اور رشتہ داریاں ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خوش آمدید۔ تم اپنے ہی گھر میں آئے ہو، میں نے تمہیں پہلے نہیں پہچانا تھا۔

پھر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش خبری دی کہ شام فتح ہو گیا اور ہرقل دور دراز علاقہ میں فرار ہو گیا۔ ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ کاہنوں کی نہ بات سنیں نہ اُن کا اعتبار کریں۔ نیز انہیں ان ذبائح سے روکا جو کفر و شرک کے زمانہ میں وہ (عبادت سمجھ کر) کیا کرتے تھے۔ اور انہیں سمجھایا اور بتایا کہ قربانی تو بس اللہ کے نام ہی کی واجب ہے۔

یہ لوگ حضرت رملہؓ کے گھر میں کچھ روز مقیم رہے۔ پھر انعامات حاصل کر کے واپس چلے گئے۔

قدومِ وفد بلی

اہلِ وفد کے استفسارات رسالت مآب سے

چند اہم مسائل فقہیہ

یہ وفد ۹ھ ربیع الاول کے مہینہ میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ انہیں رویفع بن ثابت بلوی نے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ وہی ان لوگوں کو لے کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور عرض کیا۔ یہ میری قوم ہے۔!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تجھے اور تیری قوم کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

یہ لوگ اسلام لے آئے پھر جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی۔ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر مرے گا۔ وہ آگ جہنم میں جائے گا۔

وفد کا بوڑھا آدمی ابو ضبیب کہنے لگا: اے اللہ کے رسول میں ضیافت کرنے کا بڑا شوقین ہوں۔ کیا میرے لیے اس میں کچھ ثواب ہوگا؟

آپ نے فرمایا ہاں! جو بھلائی بھی تو کسی امیر یا غریب کے ساتھ کرے وہ صدقہ ہے۔

اس نے عرض کیا اللہ کے رسول ضیافت کب تک کے لیے ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا! تین روز کے لیے اور جو اس سے زیادہ ہو صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تیرے پاس (اس کے بعد) بھی ٹھہرا رہے اور تجھے تنگ کرے۔

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ویران زمین میں جو گمشدہ بکریاں مجھے مل جایا کرتی ہیں، ان کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ تیرا یا تیرے بھائی کا اور یا بھیڑیئے کا نوالا ہے۔

اس نے عرض کیا: اور اونٹ؟ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا تعلق؟ اسے رہنے دے یہاں تک کہ وہ (خود ہی) اپنے مالک کے پاس پہنچ جائے۔

حضرت رویفع رضؓ فرماتے ہیں پھر یہ لوگ کھڑے ہوگئے اور میرے گھر واپس آ گئے۔ دیکھتا کیا ہوں اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان کی طرف کھجوریں لیے تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان کھجوروں سے ان کی دعوت کرنے کی سکت پیدا کرو۔

وہ لوگ یہ اور دوسری جگہ کی ہمہ قسم کی کھجوریں کھاتے تین روز ٹھہرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انعام سے سرفراز فرمایا اور رخصت کر دیا۔ اور یہ لوگ واپس اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے۔

اسی واقعہ سے متعلق احکام فقہیہ

۱۔ مہمانی کی مدت اور میزبان کا فریضہ

یہ کہ مہمان جس کے گھر میں ٹھہرے اسے تین دن تک مہمان رہنے کا حق ہے۔

اور اس کے تین مراتب ہیں۔ واجب۔ مستحب، اور صدقہ۔

واجب حق تو ایک دن اور ایک رات کا ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں تینوں درجوں کا ذکر فرمایا، جو ابو شریح رضؓ خزاعی سے مروی ہے اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی انعام سے خدمت کرے۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول اس کا (جائزہ) انعام کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، ایک دن اور ایک رات۔ اور ضیافت تین روز تک ہوتی ہے، اور جو اس سے بڑھ جائے، وہ ضیافت نہیں صدقہ ہے، اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ میزبان

کے ہاں ٹھہرا رہے اور اسے تنگ کرتا رہے۔

۲- لاوارث بکریوں اور اونٹوں کی ملکیت

نیز اس لاوارث بکریوں کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور جب تک بکری کا مالک نہ آجائے گا۔ یہ بکریاں پکڑنے والے ہی کی ملکیت میں رہیں گی۔

البتہ اصحاب احمدؒ میں سے متقدمین اس کے خلاف ہیں۔ اور ابوالحسین نے فرمایا ہے۔ کہ سال گزرنے سے قبل اس مال میں تصرّف نہ کرے۔ نیز (لاوارث) اونٹ کا حاصل کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر بالکل چھوٹا سا بچہ ہو، اور بھیڑیوں اور دوسرے درندوں سے اپنا تحفظ نہ کر سکتا ہو اس صورت میں اس کا حکم نص کی تنبیہ اور اشارہ کے مطابق بکری کا سا ہو گا۔

قدوم وفد ذی مرّہ

قحط زدہ لوگوں کے لیے آپؐ کی دعائے باراں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تیرہ آدمیوں پر مشتمل ذی مرّۃ کا وفد حاضر ہوا، حرث بن عوف ان کا سردار تھا۔

اہل وفد کے سردار نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! میں آپؐ کی قوم اور آپؐ ہی کا خاندان ہوں۔ ہم لوگ بنی لوئی بن غالب سے تعلق رکھتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ اور حرث سے پوچھا، اپنے اپنے اہل کو کہاں چھوڑا ہے؟۔

اس نے عرض کیا: سلاح اور اس کے قریب!

آپؐ نے دریافت فرمایا، اور ملک کا کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا، اللہ کی قسم ہم قحط زدہ ہیں۔ مال میں مغز نہیں رہا۔ اس لیے ہمارے لیے دعا فرمایئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ان پر بارش فرما، یہ لوگ چند روز ٹھہرے۔ پھر واپسی کا ارادہ کیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وداع ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے حضرت بلال رضی کو انعام دینے کا حکم دیا۔ انھوں نے ان کو دس دس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی اور حرث بن عوف کو زیادہ انعام یعنی بارہ اوقیہ رحمت فرمایا۔ پھر یہ لوگ اپنی لبستی

میں واپس آگئے، یہاں آکر انہوں نے دیکھا کہ ان کے علاقہ میں خوب بارش ہو چکی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کب یہ بارش ہوئی؟ تو پتہ چلا۔ کہ ٹھیک اسی دن بارش ہوئی تھی جس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے باراں فرمائی تھی، پھر تو ان کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا۔

قدوم وفد خولان

عم انس نامی بت کی داستانِ عجیب

شعبان ۱۰ھ میں خولان کا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا حاضر خدمت نبوی ہوا۔
ان لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم ان لوگوں کے سردار ہیں جنھیں پیچھے چھوڑ آئے ہیں، ہم اللہ عز وجل پر ایمان لاتے ہیں، اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم اونٹوں پر سفر کر کے آپؐ کی خدمت بابرکت میں پہنچے ہیں۔ ہم زمین کی سخت اور نرم جگہ پر چلے ہیں۔ اللہ تمام احسان اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے۔ اور ہم آپؐ کی زیارت کے مقصد سے حاضر ہوئے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے میری خاطر سفر کی جو بات کی تو جان لو تمہارے لیے اونٹ کے ہر قدم پر ایک نیکی ہے۔ اور تمہارا یہ قول "کہ میری زیارت کرنے کے لیے" آئے ہو تو جان لو جس نے مدینہ میں میری زیارت کی وہ قیامت کو میرا پڑوسی ہوگا۔

انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول پھر تو اس زحمت میں کوئی خسارہ نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عم انس کا کیا ہوا؟

یہ خولان کا بت تھا۔ جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا آپؐ خوش ہوجائیے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عوض آپؐ کا دین عطا فرمایا: اور ہم میں سے ایک بوڑھا اور ایک بڑھیا باقی رہ گئے ہیں جو ابھی تک اسی کے دامن سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اور جب ہم جائیں گے۔ تو اس کو انشاء اللہ تعالیٰ توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کرینگے سچ تو یہ ہے کہ ہم اس کی وجہ سے فتنہ اور فریب میں مبتلا تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا سب سے بڑا کیا فتنہ دیکھا؟

کہنے لگے: ہمیں قحط سالی نے آن لیا۔ حتیٰ کہ ہم ہر ناقص چیز تک کھا گئے۔ پھر ہم نے حسب استطاعت مال جمع کیا۔ اور اس سے ایک سو بیل خریدے۔ انہیں عم انس کے نام پر ایک ہی صبح کو ذبح کر دیا۔ اور درندوں کے لیے انہیں وہیں چھوڑ دیا، حالانکہ درندوں کی نسبت ہم خود ان کے زیادہ محتاج تھے۔ اتفاق کی بات اس وقت بارش ہو گئی۔ ہم نے دیکھا کہ لوگ اس بات کا چرچا کر رہے تھے یہ عم انس کا ہم پر فضل اور انعام و احسان ہے۔

نیز ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ کہ ہم فصل بوتے تو اس کا حصہ مقرر کر دیا کرتے تھے اور اس کا نام رکھ دیتے تھے۔ پھر ہم دوسرا کھیت بوتے۔ تو اسے اللہ کے نام پر روک دیتے، جب کبھی آندھی آتی اس کھیت کو لپیٹ میں لے لیتی جسے ہم نے عم انس کے نام سے منسوب کر رکھا تھا۔ تو ہم اللہ کے نام والی کھیتی کو عم انس کے نام کر دیتے۔ اور جب کبھی دوسری کھیتی پر تباہی آتی تو ہم عم انس والی کھیتی کو اللہ کے نام کی طرف منتقل نہ کرتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا ہے: وجعلوا للّٰہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبًا

نیز اہلِ وفد نے بتایا کہ ہم اس کے پاس اپنے جھگڑے لے جاتے۔ تو یہ بولتا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ شیاطین تھے جو تم سے باتیں کرتے تھے۔

بعد ازاں اہلِ وفد نے فرائض کے متعلق دریافت کیا۔ آپؐ نے انہیں بتایا۔ اور وعدہ پورا کرنے۔ امانت ادا کرنے۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک اور برتاؤ کرنے اور کسی پر ظلم نہ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا بے شک ظلم قیامت کے اندھیروں

میں سے ہے۔

پھر چند روز کے بعد انہیں انعام دے کر الوداع کیا۔ یہ لوگ اپنی قوم میں واپس پہنچے۔ اور اترتے ہی عم انس (بت) کو توڑ پھوڑ کر ختم کر دیا۔ [1]

---

[1] شرک اور بت پرستی کا جو عقیدہ نسلوں اور پشتوں اور صدیوں سے چلا آ رہا تھا، قبول اسلام کے بعد اس کا نسیاً منسیاً ہو جانا اور وہ بھی آناً فاناً اتنا آسان نہ تھا یہی وجہ تھی کہ اس بت کو توڑنے پھوڑنے کے سلسلہ میں یہ صورت پیش آئی لیکن یہ کار اہم جب سرانجام پا گیا تو وہ ذرا سی کھٹک جو باقی رہ گئی تھی وہ بھی دور ہو گئی۔

وفدِ محارب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ یادداشت

حجۃ الوداع کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں محارب کا وفد حاضر ہوا۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام عربوں سے زیادہ قوی الایمان تھے،

ان مواقع پر جب موسم حج تھا۔ اور آپؐ قبائل عرب کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اسی قوم میں سے دس آدمی اپنی پوری قوم کی جانب سے نائب بن کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اسلام لے آئے۔ حضرت بلالؓ صبح شام ان کا کھانا لاتے۔ آخر ایک روز یہ لوگ ظہر سے لیکر عصر تک نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے، آپؐ نے ایک آدمی کو پہچان لیا۔ اور اسے غور سے ملاحظہ فرمانے لگے۔

جب محاربی نے اپنی طرف آپؐ کی نگاہ دیکھی تو کہنے لگا: اے اللہ کے رسول شاید آپؐ مجھے پہچان رہے ہیں۔؟

آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں،

محاربی نے جواب دیا۔ ہاں! خدا کی قسم آپؐ نے مجھے دیکھا بھی ہے اور مجھ سے باتیں بھی کیں ہیں۔ اور میں نے بدترین طریقہ پر جواب دیا تھا۔ اور عکاظ کے میلہ میں نے بدترین انداز میں آپ کی دعوت اسلام رد کی تھی۔ جب آپ قبائل عرب کو مخاطب فرما رہے تھے۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ٹھیک کہتے ہو۔

پھر محاربی بولا۔ اے اللہ کے رسول اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے زیادہ آپؐ کے خلاف کوئی سخت نہ تھا اور نہ اسلام سے زیادہ دور تھا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھے

زندہ رکھا۔ حتی کہ میں نے آپ کی تصدیق کرلی، اور وہ میرے تمام ساتھی اپنے سابقہ (کفر کے) دین پر مرچکے ہیں۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بے شک دل اللہ عزوجل کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

محاربی نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول آپؐ کے قدموں پر حاضر ہوجانے کے باعث میرے لیے بخشش کی دعا کیجیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسلام اپنے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

بعدازاں پھر یہ لوگ واپس چلے گئے۔

قدوم وفد صداء

حضرت سعدؓ بن عبادہ کی طرف سے میزبانی کی پیشکش

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صداء کا وفد حاضر ہوا۔ تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول انہیں میرے ہاں ٹھہرنے کی اجازت دیجئے۔ چنانچہ یہ لوگ ان کے ہاں ٹھہرے انھوں نے ان کی خوب خاطر و مدارت کی، اور حسب ضرورت لباس تک دیا۔ پھر انہیں لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے آپؐ سے اسلام پر بیعت کی۔ اور کہنے لگے، ہم اپنے ان لوگوں کی جانب سے جو یہاں نہیں آسکے آپؐ کے سامنے ضامن ہیں۔ چنانچہ بعد کو جب یہ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ تو ان میں اسلام خوب پھیل گیا۔ اور حجۃ الوداع میں ان کے ایک سو آدمیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

واقدیؒ نے بنی مصطلق کے کسی آدمی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اسی سابقہ میں ایک بعث کا ذکر بھی ہوا۔ کہ جس میں لشکر اسلام کا سفید جھنڈا اور سیاہ رنگ کا پرچم تھا۔

اہل وفد میں سے ایک نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ہمارے ہاں ایک کنواں ہے، جاڑوں کے موسم میں تو اس کا پانی ہمیں کفایت کرتا ہے، لیکن گرمی کے موسم میں کم پڑ جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ادھر ادھر کے گھاٹوں پر متفرق ہو جاتے ہیں، ابھی ہم مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہے (ہمارا پراگندہ ہونا) خطرہ سے خالی نہیں۔ لہذا خدائے عز وجل سے دعا کیجئے، کہ ہمارا کنواں بھر جائے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، سات کنکریاں لاکر مجھے دو۔

پیش کردی گئیں، آپؐ نے انہیں اپنے ہاتھ سے رگڑا، پھر واپس کر دیا، اور فرمایا۔

جب وہاں پہنچو تو ایک ایک کر کے انہیں کنوئیں میں ڈال دینا، اور بسم اللہ کہہ لینا۔ ایسا ہی کیا گیا، وہ کنواں پانی سے بھرا ہوا اندارا بن گیا، جو اب تک موجود ہے،!

اسی واقعہ سے متعلق فقہی احکامات

۱۔ پرچم کا استعمال مستحب ہے

اس سے ثابت ہوا، کہ لشکر کے لیے جھنڈے اور پرچم کا استعمال مستحب ہے۔ اور مستحب یہ ہے، کہ جھنڈا (لواء) سفید ہو، اور پرچم (رایہ) سیاہ ہو۔ اس میں کچھ کراہت نہیں۔

۲۔ آب زمزم سے وضو جائز ہے

نیز اس سے مقدس پانی سے وضو کا جواز بھی نکلتا ہے، اس سے وضو مکروہ نہیں ہوتا اسی طرح زمزم کے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہ ہوگا۔ اور نہ ایسے پانی سے وضو مکروہ ہوگا جو کعبہ کی چھت پر بہ رہا ہو۔

قدوم وفدِ غسّان

اِسلام پر ثابت قدم رہنے والے تین مومن

یہ وفد ۱۰ھ رمضان میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تین آدمیوں پر مشتمل تھا یہ لوگ اسلام لے آئے اور کہنے لگے: ہم نہیں جانتے، کہ ہماری قوم ہمارا اتباع کرے گی یا نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے مسلک کو باقی رکھنا اور قیصر کا قرب پسند کرتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انعامات دیے۔ اور وہ واپس قوم کے پاس آئے۔ ان لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ آخر ان میں سے دو اسلام پر فوت ہو گئے۔ اور تیسرے نے یرموک کے سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا۔ وہ حضرت ابو عبیدہؓ سے ملا۔ اور انہیں اپنے اسلام کی خبر دی۔ چنانچہ وہ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔

قدوم وفد سلامان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعائے باراں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامان کا وفد جو سات آدمیوں پر مشتمل تھا حاضر ہوا۔ جن میں حبیب بن عمرو بھی تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

حبیب رضؓ کہتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر عمل کونسا ہے؟

آپؐ نے فرمایا! اپنے وقت پر نماز ادا کرنا۔ پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی۔ اور (اہل وفد) نے آپؐ کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی۔ راوی کہتے ہیں، کہ عصر کی نماز ظہر کے قیام سے خفیف تھی۔

پھر (اہل وفد) نے آپؐ کی خدمت میں قحط سالی کی شکایت پیش کی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ انہیں ان کے گھروں میں بارش فرما۔

میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہاتھ زیادہ اٹھائیے۔ تاکہ زیادہ اور خوب (بارش ہو)۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا! اور اس قدر ہاتھ اٹھائے، کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی بھی نظر آ گئی۔ پھر کھڑے ہو گئے۔ اور ہم بھی آپؐ سے رخصت لے کر چل دئے۔ ہم وہاں تین روز ٹھہرے اور آپؐ کی ضیافت (کے انعامات) ہم پر جاری رہے۔ پھر ہم نے وداع ہونا چاہا، آپؐ نے ہمیں انعامات سے نوازا۔ اور ہم میں سے ہر آدمی کو پانچ پانچ اوقیہ عنایت فرمایا۔ نیز حضرت بلال رضؓ نے معذرت بھی کی۔ اور کہا۔ آج ہمارے پاس زیادہ مال

نہیں ۔ ہم نے کہا: یہ تو بہت ہی زیادہ اور خوب ہے۔ پھر ہم اپنے وطن واپس آ گئے یہاں آکر معلوم ہوا۔ جس دن اور جس گھڑی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، اسی روز اور اسی گھڑی بارش ہوئی ۔

واقدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ وفد سنہ ۱۰ھ شوال کے مہینہ میں حاضر ہوا تھا۔

قدوم وفد بنی عبس

بنی عبس کا وفد آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہمارے اطلاع دینے والے ہمارے پاس آ گئے اور کہنے لگے کہ جس کی ہجرت نہ ہو۔ اس کا اسلام نہیں۔ اور ہمارے اموال اور مویشی ہی ہماری معاش ہیں۔ اور اگر معاملہ یوں ہی ہے کہ جس کی ہجرت نہیں اس کا اسلام نہیں، تو پھر ان اموال اور مویشیوں میں کچھ بھی بھلائی نہیں۔ ہم نے انھیں بیچ دیا اور آخری (مال) سے بھی ہم نے علیحدگی (ہجرت) اختیار کر لی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔

قدوم وفد غامد

ایک عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعہ

واقدیؒ فرماتے ہیں:

سنہ ۱۰ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غامد کا وفد آیا، جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ انھوں نے آپؐ پر سلام پیش کیا اور اسلام کا اقرار کیا آپؐ نے انھیں اسلامی شریعت کے چند قوانین تحریر فرما دیئے اور دریافت فرمایا:

"تم نے اپنے سامان کی حفاظت پر کس کو پیچھے چھوڑا ہے؟

کہنے لگے سب سے کم عمر کو! اے اللہ کے رسول۔

آپؐ نے فرمایا، وہ تمہارے سامان سے غافل ہو کر سو گیا تھا یہاں تک کہ ایک آنے والا آیا، اور تم میں سے ایک کا صندوق اٹھالیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی بول اٹھا۔ اے اللہ کے رسول۔ میرے سوا اس جماعت میں سے کسی کا صندوق نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ پکڑا گیا اور اسے اپنی جگہ پر لوٹا دیا گیا۔

یہ جماعت جلدی سے نکلی۔ اور اپنے سامان کے پاس آئی اس (نگران) سے معلوم کیا کہ کچھ واقعہ پیش آیا تھا جیسا کہ آپؐ نے خبر دی تھی؟

وہ کہنے لگا۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا تو میں نے صندوق گم پایا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ اچانک ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ مجھ سے (بچنے) کے لیے بھاگ اٹھا۔ میں اس کی جگہ تک پہنچا وہاں پر کھدائی کے نشانات تھے، اس نے صندوق چھپا دیا تھا۔ میں نے اسے نکال لیا۔

وہ کہنے لگے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ (محمدؐ) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ہمیں

اس کے مل جانے کی خبر دی تھی۔ اور واقعی یہ واپس مل بھی گیا۔

چنانچہ یہ لوگ واپس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام ماجرا سنایا۔ وہ لڑکا بھی حاضر ہوا۔ جو دیگرانی اکے لیے پیچھے رہ گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو حکم دیا۔ انھوں نے انھیں قرآن پاک سکھایا اور دیگر وفود کی طرح انھیں بھی انعامات دے کر رخصت کیا۔ [1]

---

[1] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ تالیف قلب کے لیے ان لوگوں کی ضرور مدد فرماتے تھے۔ جو کسی درجہ میں بھی امداد و اعانت کے مستحق اور سزاوار ہوں۔

قدوم وفد ازد

حکمت کی باتیں نبوت سے قریب ہیں لیکن نبوت ختم ہو چکی ہے

بیس قابل عمل خصائل

ابو نعیمؒ نے کتاب معرفۃ الصحابہ میں اور حافظ ابو موسیٰ مدینی نے احمد بن ابی حواری کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے دارانی سے سنا، انھیں علقمہ بن یزید سے انھیں سوید ازدی سے انھیں اپنے والد سے انھیں اپنے دادا سوید بن حرث سے روایت ملی، کہ میں اپنی قوم کے سات افراد کے ساتھ وفد کی صورت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ہم نے آپؐ سے گفتگو کی تو آپؐ نے ہمارے طریقہ کلام اور خاموشی کو مستحسن سمجھا۔

آپؐ نے فرمایا۔ تم کیا ہو؟

ہم نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا، ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان اور قول کی کیا حقیقت ہے؟

ہم نے عرض کیا، پندرہ خصائل، پانچ کا آپؐ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ان پر ایمان لائیں اور پانچ کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ ہم ان پر عمل کریں۔ اور پانچ ہم نے زمانہ جاہلیت ہی میں پیدا کر لیے تھے۔ ہم انہی پر قائم ہیں۔ ہاں اگر آپؐ ان میں سے کسی کو ناپسند فرما دیں تو بے شک اسے چھوڑ دیں گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ پانچ کیا ہیں؟ جن کا میرے قاصدوں نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ہم نے جواب دیا کہ آپؐ نے ہمیں اللہ۔ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوںؑ اور موت کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، اور وہ پانچ کیا ہیں کہ جن پر میں نے تمہیں عمل کرنے کا حکم دیا ہے؟

ہم نے عرض کیا۔ آپؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لاالہ الااللہ (کلمہ طیبہ) پڑھیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ رمضان کے روزے رکھیں اور جو استطاعت رکھتا ہو وہ بیت محرم کا حج بھی کرے۔

آپؐ نے فرمایا، وہ پانچ فضائل کیا ہیں جو تم نے زمانہ جاہلیت میں پیدا کیے ہیں؟

ہم نے عرض کیا، آرام کے وقت شکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ قضا و قدر پر راضی رہنا۔ جنگ کے موقع پر ڈٹ جانا اور دشمنی اور شماتتِ اعداد سے باز رہنا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دانا ہیں۔ عالم ہیں۔ سمجھ بوجھ اور فقاہت سے انبیاء (کی طرح) بن جاتے (لیکن نبوت ختم ہو گئی ہے)۔

پھر آپؐ نے فرمایا، اور میں تمہیں پانچ مزید بتاتا ہوں اس طرح تمہارے لیے بیس خصائل مکمل ہو جائیں گے۔ اگر تم ایسے ہی ہو کہ جیسا کہہ رہے ہو۔ تو جو تم کھاتے نہیں اسے جمع نہ کرنا۔ اور جن جگہوں میں تم نہیں رہتے، انھیں تعمیر نہ کرنا اور جس کام سے کل الگ ہونے والے ہو، اس میں انہماک نہ کرنا اور اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا اور اسی کے سامنے تمہیں پیش کیا جائے گا۔ اور جس (جنت) کو تمہارے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ اس کی طرف راغب رہنا۔

پھر یہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور آپؐ کی وصیت کو یاد رکھا اور ان وصایا پر سختی اور پابندی سے عمل کیا۔

قدوم وفد بنی منتفق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک خطبہ

ہمیں عبداللہ بن امام احمد بن حنبل سے مسند احمدؒ میں روایت ملی، انھوں نے بتایا مجھے ابراہیم بن حمزہ بن محمد بن حمزہ بن مصعب بن زبیر زبیدی نے لکھا کہ میں تجھے یہ حدیث لکھ رہا ہوں اور میں نے اسے پیش بھی کیا اور جو میں نے آپؐ کی حدیث لکھی ہے اسے سنا، بتایا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن مغیرہ خزامی سے انھیں عبدالرحمٰن بن عیاس انصاری سے انھیں دلہم بن اسود بن عبداللہ بن حاجب بن عامر بن منتفق عقیلی سے انھیں اپنے والد سے انھیں اپنے چچا لقیط بن عامر سے روایت ملی۔ دلہم کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت ابوالاسود بن عبداللہ نے بتائی انھیں عاصم بن لقیط سے یہ روایت ملی کہ لقیط بن عامر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ اس کا ایک ساتھی نہیک بن عاصم بن مالک بن منتفق بھی تھا۔

لقیط بتاتے ہیں کہ میں اور میرا ساتھی نکلے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپؐ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے آپؐ کی زیارت کی۔ آپؐ لوگوں کے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرمایا! اے لوگو میں نے تم سے اپنی آواز چار روز تک پوشیدہ کر رکھی تھی۔ آگاہ ہو آج سنو، خبردار کیا کوئی آدمی ایسا ہے جسے اس کی قوم نے بھیجا ہو اور کہا ہو کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کو اس کی خبر دو۔ یاد رکھو پھر کوئی آدمی اس کے دل کے خیالات یا اس کے ساتھی کی باتیں یا کوئی گمراہ آدمی اس کو باتوں میں لگا لیتا ہے۔ یاد رکھو مجھے پوچھا جائے گا، کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ یاد رکھو، سنو اور جیو، خبردار، بیٹھ جاؤ۔ لوگ بیٹھ گئے۔ میں اور میرا ساتھی کھڑے ہو گئے۔ جب آپؐ کی نظر ہماری طرف ہوئی تو میں نے عرض کیا، اے

اللہ کے رسول آپؐ کے پاس علمِ غیب نہیں!

آپؐ ہنس پڑے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے میں سقطہ چاہتا ہوں

انھوں نے عرض کیا، آپؐ کے پروردگار نے (غیب) کی کنجیاں نہیں بتائیں۔ غیب کی پانچ باتیں

ایسی ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ

کے رسول وہ (پانچ) کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، موت کا علم صرف خدا جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی کب مرے گا؟ لیکن تم نہیں

جانتے، اور مادہ (بچہ) کا علم جب کہ وہ رحم میں ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے اور تم اسے نہیں جانتے اور

کل کیا ہوگا اس کا علم اسی کو ہے۔ نہ تم جانتے ہو نہ جان سکتے ہو اور بارش کے دن کا علم کہ وہ کب نازل ہوگی؟

تم خوفزدہ اور ہراساں ہوتے ہو اور وہ ہنستا ہے، اور جانتا ہے کہ بارش قریب ہے۔

لقیط کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم ایسے رب کی جانب سے بھلائی سے

محروم نہ رہیں گے جو ہنستا ہے۔

نیز فرمایا! اور قیامت کے دن کا علم؟

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمیں بھی وہ سکھائیے جو لوگ جانتے ہیں اور آپؐ (انھیں)

سکھاتے ہیں کیونکہ ہم ان میں سے ہوں، یعنی مذحج قبیلہ جو ہمارے قریب ہے اور خشعم جو ہمارا ساتھی

اور ہمارا خاندان ہے۔

وہ ہماری تصدیق (ایمان) کو سچا نہ جانے گا۔

آپؐ نے فرمایا "پھر تم لوگ رہو گے جب تک رہو گے۔ پھر آواز بھیجی جائے گی۔ تیرے معبود

(اللہ) کی قسم اس (زمین) کی پشت پر کسی مقتول کی قتل گاہ یا کسی مردے کا مدفن باقی نہ رہے گا، کہ

اس کی قبر نہ پھٹ جائے۔ اور وہ سیدھا بیٹھ جائے گا۔ وہ اپنی جدید زندگی کو اپنے اہل میں سمجھ کر

کہے گا، اے پروردگار کل جو تھا، آج کب ہے؟

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جب ہمیں ہوائیں، آفات اور درندے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے

تو وہ ہمیں کس طرح دوبارہ جمع کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا، میں تجھے اس کی مثال اللہ کے نشانات (انعامات) میں دیتا ہوں کہ جب زمین کو

تو دیکھے کہ وہ پرانی (قحط زدہ یا خشک بنجر) رہ جاتی ہے اور تو کہتا ہے کہ یہ کبھی زندہ (سر سبز آباد) نہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس پر بارش کرتا ہے اور چند دن ہی گزرنے پاتے ہیں کہ تو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ ایک گھونٹ (آباد) ہوتی ہے۔ اور تیرے معبود کی قسم وہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے کہ تمہیں پانی سے جمع کرے۔ زمین کی کھیتی کو جمع کرے۔ اور تم اپنی قتل گاہوں اور قبروں سے نکلنے لگو۔ پھر تم اس کی جانب دیکھوگے اور وہ تمہاری جانب دیکھتا ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ کیسے ہوگا؟ ہم سے تو زمین پُر ہوگی اور وہ ایک ہی ذات ہوگی، جو ہماری طرف دیکھ رہی ہوگی اور ہم اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں تجھے اس کی مثال اللہ کے انعامات سورج، اور چاند میں دیتا ہوں جو بہت چھوٹی سی نشانیاں ہیں ایک ہی ساعت میں تم ان دونوں کو دیکھتے ہو، اور وہ تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور جانبین ایک دوسرے کی طرف سے مغلوب (محروم) نہیں ہوتے۔

میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، جب ہم اس سے ملیں گے تو اس وقت ہمارا پروردگار ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا، تم اس کے سامنے اس حالت میں پیش کیے جاؤ گے کہ تمہارے رخ اس کے سامنے ظاہر ہوں گے اور تمہاری کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی پھر تمہارا پروردگار اپنے ہاتھ میں پانی کا ایک چلو بھر لے گا اور تمہاری طرف مارے گا۔ تیرے معبود کی قسم تم میں سے کسی کا چہرہ اس سے خالی نہ رہے گا۔ کہ اسے ایک قطرہ اس میں سے نہ لگے۔ رہا مسلم تو اس کا چہرہ اس سے بالکل سفید کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔ رہا کافر تو اس پر چھڑکے گا یا فرمایا اس پر (اس کے) سیاہ کالے گناہ مارے گا۔ تمہارا نبی چلے گا اور اس کے نشانِ پا پر صالح لوگ چل پڑیں گے اس طرح وہ آگ کے ایک پل پر سے گزریں گے۔ جیسے تم میں سے کوئی ایک انگارے پر سے گذر جاتا ہے۔ وہ حس کہے گا، اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا، الا (خبردار) پھر تم اپنے نبی کے حوضِ (کوثر) پر شدید ترین پیاس کی حالت میں پہنچوگے، واللہ اس قدر پیاسے ہوگے کہ میں نے کبھی نہ دیکھے ہوں گے، تمہارے معبود کی قسم تم میں سے جو بھی ہاتھ پھیلائے گا اس کے ہاتھ میں ایک (پانی) کا پیالہ ہوگا جو تنکوں اور نجاست سے پاک ہوگا اور سورج و چاند کو روک دیا جائے گا۔ اور تم ان دونوں میں سے کسی کو نہ دیکھوگے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم کس طرح دیکھیں گے؟

آپؐ نے فرمایا، جس طرح آج تم دیکھتے ہو، جب دن میں سورج نکلا ہوتا ہے اور زمین روشن ہو جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہمیں ہماری برائیوں اور نیکیوں کا بدلہ کیا ملے گا؟

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نیکی کا بدلہ دس گنا اور برائی کا صرف اس قدر جتنی وہ ہوتی ہے ماسوا اس صورت کے کہ اللہ تعالٰے معاف کر دے۔

راوی فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول جنت اور دوزخ کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، تیرے معبود کی قسم، دوزخ کے سات دروازے ہیں اور دو دروازوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے، کہ ایک سوار ستر سال تک ان دونوں کے درمیان چلتا رہے! اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اور ان کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے کہ ایک سوار ان کے درمیان ستر سال تک چلتا رہے۔

میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول۔ ہم جنت کی کس نعمت پر حاضر ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا، صاف شہد کی نہروں پر، ایسی شراب کی نہروں پر جن سے دردِ سر نہ ہوگا اور نہ ندامت ہوگی۔ اور دودھ کی نہروں پر جن کا ذائقہ متغیر نہ ہوگا اور ایسا پانی جو خراب نہ ہوا ہوگا، اور میووں پر! اور تیرے معبود کی قسم تم نہیں جانتے اور اس کے ساتھ ساتھ بہترین اور پاکیزہ بیبیاں ہوں گی۔

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس میں ہماری بھی بیبیاں ہوں گی اور ان میں سے بھلائی کرنے والی بھی ہوں گی۔

آپؐ نے فرمایا، نیک عورتیں (مصلحات) نیک مردوں کے لیے ہوں گی۔ اور ایک لفظ میں نیک عورتیں (صالحات) نیک مردوں کے لیے ہوں گی تم ان کو خوش کرو گے اور وہ تمہیں خوش کریں گی جس طرح دنیا میں تمہیں خوش کیا کرتی تھیں، ہاں سلسلہ توالد و تناسل نہ ہوگا۔

لقیط کہتے ہیں، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول دور ہے، ہم اس تک پہنچنے اور آسکنے والے نہیں ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کس بات پر میں آپؐ کی بیعت کروں؟
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، شرک کو مٹا دینے پر۔ اور اس بات پر کہ تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہیں بنائے گا۔

راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، اور ہمارے لیے مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز ہوگی۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا میں ایسی شرط لگا دوں جو وہ تمہیں دینے والا نہیں؟
راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، ہم اس میں سے جہاں چاہیں رہیں اور انسان کا بار صرف اسی پر ہو۔
آپؐ نے ہاتھ پھیلا دیا، اور فرمایا تجھے اس بات کی اجازت ہے کہ جہاں چاہے سکونت اختیار کرے اور تجھ پر صرف تیرا بار ہی ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم واپس چلے آئے۔ پھر آپؐ نے دو بار فرمایا۔ یہ دونوں، یہ دونوں، اوّل و آخر تمام لوگوں سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔

ابن بکر بن کلاب کے ایک آدمی کعب بن جذاریہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون ہیں۔
آپؐ نے فرمایا، بنو منتفق۔ بنو منتفق۔ بنو منتفق، ان کے اہل ان میں سے ہوں گے۔
راوی بتاتے ہیں کہ پھر ہم واپس آگئے۔ اور میں آپؐ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول، کیا کوئی ایسا آدمی جو جاہلیت میں بھلائیاں کرگیا، اس کے لیے بھی کچھ ہے؟
قریش کی جانب سے ایک آدمی بول اٹھا، واللہ تیرا باپ منتفق آگ میں ہے۔
راوی کہتے ہیں، لوگوں کے سامنے میرے باپ کے متعلق اس کا یہ جملہ سن کر میری یہ حالت تھی کہ گویا میرے چہرے اور گوشت پر آگ برس گئی۔

آخر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ہر سات امتوں کے بعد ایک نبی بھیجا جس نے اس نبی کی مخالفت کی۔ ضالین (گمراہ) میں سے ہوگیا اور جس نے اس نبی کی اطاعت کی ہدایت پانے والوں میں سے ہوگیا۔

یہ حدیث اپنی جلالت و ضخامت اور عظمت پر شاہد ہے کہ یہ انوار مشکوٰۃ نبوت سے ہی نکلے ہیں اور یہ روایت صرف عبدالرحمٰن بن مغیرہ بن عبدالرحمٰن مدنی سے مروی ہے اس سے ابراہیم بن حمزہ زبیری نے

روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کبار علمائے مدینہ میں سے ہیں۔ ثقہ اور صحت میں ان کو حجت حاصل ہے۔ امام اہلِ حدیث محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ سنت کے دیگر ائمہؒ نے اپنی کتابوں میں ان سے اخذِ روایت کیا ہے، اور ان کے قول کو قبول کیا ہے۔ اور کسی نے ان پر طعن نہیں کیا اور نہ کسی نے ان کے رواۃ میں (طعن کیا ہے) جس جس نے ان سے روایت کی ہے۔ ان میں سے امام بن امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ نے مسند احمدؒ اور کتاب السنۃ میں روایت کیا۔ نیز حافظ ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم بن سلیمان عسال نے کتاب المعرفہ میں نیز ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی نے اپنی کئی کتب میں اور دیگر کثیر محدثین و ائمہ نے روایت کیا ہے۔

ذات و صفاتِ الٰہی کی قسم جائز ہے

(۱) اس واقعہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اس کی ذات و صفات کے ساتھ اس کی قسم کھانا جائز ہے۔

نبیؐ سے سوال جواب کرنا روا ہے

(۲) نیز اس بات کا ثبوت ہے کہ (صحابہؓ) کے ذہن میں جو اشکال وارد ہوتے یا کوئی مشکل مسئلہ درپیش آتا وہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپؐ اس طرح اس کا جواب دیتے کہ انھیں تشفی و اطمینان ہو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے دشمنوں نے اور صحابہ کرام نے سب نے سوالات پیش کیے۔ دشمنوں نے بغض و عناد اور شکست دینے کی خاطر اور آپؐ کے صحابہؓ نے محض سمجھنے وضاحت اور ایمان کی زیادتی کے لیے آپؐ ہر سوال کا جواب دیتے۔ بشرطیکہ کوئی سوال ناقابلِ جواب ہوتا جیسے قیامت کے وقت کا سوال۔

بعثت ضرور ہوگی

(۳) نیز اس سے اس کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بندے کے تمام اجزاء کو متفرق ہو جانے کے بعد پھر سے جمع فرمائے گا اور دوبارہ اس کی نشاۃ اور نئی تخلیق کرے گا۔

شے کا حکم نظیر کے مطابق ہوتا ہے

(۴) نیز اس میں یہ بھی ثابت ہوا کہ شے کا حکم اس کی نظیر کے مطابق ہوا کرتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جب کہ شے پر قادر ہے تو اس کی قدرت اس کی نظیر سے کس طرح عاجز ہو سکتی ہے؟ جب کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں معاد (دوبارہ جی اٹھنے) پر بہترین اسلوب میں کئی دلائل دیئے اور عقولِ عامہ اور

فطرت سلیمہ کے سامنے انھیں واضح کر دیا۔ اس پر منکروں اور دشمنوں نے اس کے احکام میں طعن کیا اور اس کی تکذیب کی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اقوالِ (طعن) سے بلند اور پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان یہ ہیں :

فی الارض اشرقت علیہا وھی مدرۃ بالیۃ

یحیی الارض بعد موتھا۔

نیز اللہ کا فرمانا انك مقری الارض خاشعۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت وأنبتت من کل زوج بھیج۔

غرض اس طرح قرآن مجید میں اس کی امثلہ کثرت سے ملتی ہیں۔

قدوم وفد نخع

زرارہ بن عمرو کے عجیب و غریب مشاہدات اور ان کی توجیہہ

آپؐ کے پاس نخع کا وفد آیا۔

یہ آخری وفد تھا۔ یہ ۱۱ھ میں نصف محرم کے قریب آستانۂ نبوی پر حاضر ہوا، اس میں دو سو آدمی تھے۔ یہ مہمان خانہ دار الضیافۃ) میں اترا۔ پھر یہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوئے، پہلے یہ حضرات معاذ بن جبل کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی نے جس کا نام زرارہ بن عمرو تھا۔ عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول میں نے اس سفر میں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔

آپؐ نے دریافت فرمایا: تم نے کیا دیکھا؟

زرارہ نے عرض کیا: میں نے قبیلہ میں ایک گدھی چھوڑ رکھی ہے۔ گویا اس نے سیاہ اور سرخ رنگ کا بچہ جنا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اپنے پیچھے اپنی باندی چھوڑ آئے ہو؟ جسے حمل تھا۔

اس نے عرض کیا جی ہاں!

آپؐ نے فرمایا: اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور وہ تمہارا بیٹا ہے۔

زرارہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول اس کا سرخ اور سیاہ رنگ رکھنا کیا ہے؟ (ایسا کیوں ہے؟ کیا مطلب ہے اس کا۔)

آپؐ نے فرمایا! میرے قریب ہو جاؤ! وہ آپؐ کے قریب ہو گیا! آپؐ نے فرمایا! تمہیں برص کا مرض ہے؟ جسے تم (لوگوں سے) چھپاتے رہے ہو۔

زرارہ نے عرض کیا! قسم ہے اس ذات کی۔ جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ نہ اس کا کسی کو علم ہے نہ آپؐ کے سوا کوئی اس پر مطلع ہوا۔

آپؐ نے فرمایا بس یہی بات ہے!

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول میں نے نعمان بن خندر کو دیکھا، جس کے کان میں دو ادیزے ہیں جو خوب لٹکا کر پہنائے گئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: یہ شاہِ عرب ہے۔ جو بہترین اور حسین وجمیل لباس میں ملبوس ہو کر دکھائی دیا ہے۔

اس نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول اور میں نے ایک سفید بالوں والی بڑھیا دیکھی ہے جو زمین سے نکلی تھی۔

آپؐ نے فرمایا! یہ زمین کی بقایا عمر ہے۔

اس نے عرض کیا! میں نے ایک آگ بھی دیکھی جو زمین سے نکلی تھی۔ اور میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان حائل ہو گئی تھی، اور وہ کہہ رہی تھی۔ شعلہ شعلہ۔ دیکھنے والا اور اندھا، مجھے کھلاؤ۔ میں تمہارے اہل اور مال کو کھاؤں گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ آخری زمانہ کے فتنے ہیں۔

اس نے عرض کیا! اے اللہ کے رسولؐ فتنہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا! لوگ اپنے امیر کو قتل کر دیں گے، اور سروں کے لینے پر لوگ آپس میں جھگڑا کریں گے۔ ان میں گناہ کرنے والا سمجھے گا کہ میں نیکی کرتا ہوں، اور مومن کے نزدیک دوسرے مومن کا خون پانی کے گھونٹ سے زیادہ فرحت بخش ہوگا۔ اگر تو مر گیا۔ تو تیرا بیٹا یہ فتنہ دیکھے گا اور اگر تیرا بیٹا مر گیا۔ تو تو اس فتنہ کو دیکھے گا۔[1]

---

[1] یعنی بعد میں آنے والی نسلیں یہ فتنے دیکھیں گی۔

اس نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ، اللہ سے دعا فرمایئے کہ میں اس فتنہ کا زمانہ نہ پاؤں ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی : اے اللہ یہ اس عہد فتن کو نہ پائے ۔ چنانچہ وہ فوت ہوگیا ۔ اور اس کا بیٹا زندہ رہا ۔ اور وہ ان میں سے تھا جنہوں نے حضرت عثمان رضہ کو معزول کرنے میں حصّہ لیا تھا ۔ !

ہرقل کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

صحیحین میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ آپؐ نے ہرقل کو ذیل کا نامہ مبارک لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے ہرقل روم کے عظیم (بادشاہ) کے نام

سلام علی من اتبع الھدیٰ

امابعد

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو، سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لے آؤ۔ اللہ تمہیں دگنا اجر دے گا۔ (لیکن) اگر تم نے اعراض کیا۔ تو اردیبوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا اور اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض کو (ایک دوسرے کو) اللہ کے سوا رب نہ بنائیں پس اگر وہ پھر جائیں۔ تو تم اعلان کر دو، لوگوں کو گواہ کر کے کہ ہم مسلمان ہیں۔"

کسریٰ شہنشاہ ایران کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک

اور کسریٰ کو آپؐ نے جو نامۂ مبارک لکھا وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے فارس کے عظیم (بادشاہ) کسریٰ کی طرف۔

سلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ،

اس پر سلام ہو جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں تمام لوگوں کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ جو زندہ ہیں انہیں ڈراؤں اور کافروں پر اتمام حجت کروں اسلام لے آؤ، سلامتی پاؤ گے، پس اگر تم نے انکار کیا۔ تو تم پر مجوس کا گناہ ہوگا۔

جب کسریٰ کے سامنے مکتوب مبارک پڑھا گیا، تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ■

بادشاہ حبش نجاشی کے نام

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک

نجاشی کا قبول اسلام

حبش کے بادشاہ نجاشی کو آپ ﷺ نے ذیل کا نامہ مبارک لکھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی شاہِ حبشہ کے نام

اسلام لے آؤ، کیونکہ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں ، وہ خدا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، قدوس وسلام ہے، امن دینے والا نگہبان ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسٰی بن مریم علیہ السلام اللہ کی روح ہیں ، اللہ نے اپنا کلمہ پاک نہاد اور پاک دامن مریم بتول کی طرف القا فرمایا اور اسی سے عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے انھیں اللہ نے اپنی روح اور نفخ سے پیدا فرمایا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ اور میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں، جو یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اس کی طاعت پر موالات کی دعوت دیتا ہوں اور اس پر کہ تو میری اتباع کرے اور جو (وحی) مجھ پر نازل ہوئی اس پر ایمان لائے کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تجھے اور تیرے عساکر کو اللہ عزوجل کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں، بات پہنچ گئی اور میں نے نصیحت کردی ، پس لازم ہے کہ میری نصیحت قبول کر۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو یہ مکتوب دے کر بھیجا۔

ابن اسحاق رح فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو رض بن امیہ ضمری نے شاہ نجاشی سے کہا۔ اے اصحمہ مجھ پر کہنا اور تم پر سننا واجب ہے۔ تم گویا ہماری چاکری میں ہو ـــــ میں گویا تم پر اعتماد کرتا ہوں۔

کیونکہ ہم نے جب کبھی تم سے خیر کی امید کی تو ہمیں (خیر) ہی ملا۔ اور ہمیں تم سے کبھی کوئی اندیشہ نہیں ہوا، اور انجیل میں جو کچھ ہے۔ اس سے ہم نے تمہارے خلاف حجت قائم کر لی ہے وہ ہمارے اور تمہارے درمیان شاہد ہے ایسا شاہد جو رد نہیں ہوتا، اور ایسا فیصل کنندہ جو ظلم نہیں کرتا ورنہ اس نبی امی کے مقابلہ میں تم ویسے ہی ہوتے جیسے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے یہود تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اپنے قاصد بھیجے ہیں۔ اور تم سے وہ امید باندھی ہے جو دوسروں سے نہیں باندھی اور تمہیں اس سے امن دیا، جس سے دوسروں کو خوف تھا، یعنی ماضی کی بھلائی اور آئندہ کا اجر۔

نجاشی کہنے لگا، اس خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ نبی ہیں، جن کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کی بشارت راکب حمار کی اس طرح ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی راکبِ جمل کی ہے۔

اس کے بعد نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے۔

اے اللہ کے نبی آپؐ پر سلام ہو اللہ کا۔ اور اللہ کی رحمت ہو۔ اور اللہ کی برکات وہ اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد!

اے اللہ کے رسول مجھے آپؐ کا مکتوب گرامی ملا جس میں آپؐ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اس سے بالکل زیادہ نہیں جتنا آپؐ نے ذکر فرمایا ہے۔ آپؐ نے ہماری جانب جو کچھ ارسال فرمایا، ہم نے اسے پہچان لیا اور ہم نے آپؐ کے چچا کے بیٹے اور آپؐ کے اصحاب کو بھی پہچان لیا۔ پس میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک آپؐ اللہ کے رسول صادق و مصدق ہیں۔ اور میں نے آپؐ کی بیعت کر لی۔ اور آپؐ کے چچا کے بیٹے کی بیعت کر لی، اور میں نے اس پر اللہ رب العالمین کی اطاعت کر لی [1]۔

---

[1] یعنی اسلام قبول کر لیا۔

نجاشی ۹ھ کو فوت ہوا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر دی گئی۔ تو آپؐ لوگوں کے ہمراہ جنازہ گاہ میں پہنچے۔ اور آپؐ نے اس پر غائبانہ نماز (جنازہ) پڑھی، اور چار تکبیریں کہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ وہم ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے اسے رواۃ نے خلط کر دیا ہے۔ اور وہ نجاشی جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز (جنازہ) پڑھائی وہ آپؐ پر ایمان لایا تھا اور آپؐ کے صحابہؓ کا اکرام کیا تھا (اس مذکورہ نجاشی) رواۃ نے اس دوسرے نجاشی کے درمیان فرق نہیں کیا (دوسرا النجاشی) وہ ہے جس کی طرف آپؐ نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے نامہ مبارک لکھا تھا۔ یہ الگ ہیں۔ صحیح مسلم میں وضاحت سے منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس النجاشی کو دعوتِ اسلام کا مکتوب لکھا، یہ وہ نہ تھا جس پر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھی۔

بادشاہ مصر

مقوقس کے نام آنحضرتؐ کا مکتوبؐ

مقوقس کی طرف سے تحائف مقوقس شاہِ مصر اسکندریہ کے نام آپؐ نے جو نامہ مبارک لکھا ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس قبط کے عظیم (بادشاہ) کے نام۔

سلام علی من اتبع الھدیٰ

اما بعد!

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرلو، سلامتی پاؤ گے، اللہ تمہیں دگنا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو قبطیوں کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہوگا[۱]۔ اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ شرک نہ کریں۔ اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پس اگر پھر جائیں تو کہہ دو لوگوں کو گواہ کرکے کہ ہم مسلمان ہیں۔"

آپؐ نے اسے حاطب رضؓ بن ابی بلتعہ کے ہاتھ یہ نامہ مبارک بھیجا۔ جب یہ صحابی وہاں پہنچے ..... انھیں بتایا گیا کہ آپ سے قبل یہ ایسا آدمی تھا کہ یہ سمجھتا تھا کہ یہی سب سے بڑا رب ہے۔

---

[۱] کہ وہ تیرے محکوم اور تابع ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے آخر اور پہلوں کی عبرت کے لیے پکڑ لیا، اس سے انتقام لیا اس لیے اپنے غیر سے عبرت حاصل کرو۔ اور یہ نہ ہو کہ دوسرا تم سے عبرت حاصل کرے۔

مقوقس نے جواب دیا ہمارا ایک دین ہے ہم اسے تب تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ ہو۔

حاطبؓ نے انہیں جواب دیا، میں تجھے دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ اس دین میں اللہ ہی کافی ہے اور اس کے نبیؐ نے لوگوں کو دعوت دی ہے۔ قریش اور ان کے دشمن یہود نے ان پر شدت کی ہے اور ان کے پڑوسی نصاریٰ نے بھی شدت اختیار کی ہے اور مجھے میری عمر کی قسم، موسیٰ علیہ السلام کی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بشارت ایسی ہی تھی جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اور قرآن کی طرف ہماری دعوت ایسی ہی ہے جیسے اہل تورات کو انجیل کی طرف تمہاری دعوت۔ اور جس نبی کو جو قوم ملی وہی اس کی امت ہے، اس پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی طاعت کریں، اور تو ان میں سے کہ جس نے اس نبی کو پایا۔ اور ہم تجھے دین مسیح سے روکنے والے نہیں بلکہ ہم تو تجھے ان کا بھی اکرام کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس نے جواب دیا، میں نے اس نبی کے معاملہ میں غور کیا ہے نہ تو یہ مکروہ باتوں کا حکم دیتا ہے اور نہ ہی مرغوب باتوں کی ممانعت کرتا ہے اور نہ میں اسے گمراہ جادوگر یا کاذب کاہن سمجھتا ہوں (بلکہ) میں نے اس میں پوشیدہ باتیں اور بھید ظاہر کرنے کے باعث علاماتِ نبوت کو محسوس کیا ہے، اور میں ابھی دیکھوں گا۔

چنانچہ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک اٹھایا اور اسے ساگوان کی ڈبیہ میں ڈال کر اپنی ایک باندی کو دے دیا۔ پھر عربی لکھنے والے کاتب کو بلایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خط لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس کی جانب سے جو قبط کا عظیم (سردار) ہے

سلام علیک: اما بعد

میں نے آپؐ کا مکتوب پڑھا، اور جو کچھ آپؐ نے اس میں لکھا اور جس کی آپؐ نے دعوت

دی اسے سمجھا، مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ وہ ......
شام میں ظاہر ہوگا۔ اور میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور آپ کی خدمت
میں دو ایسی باندیاں بھیجی ہیں کہ قبطیوں کے ہاں ان کا ایک بلند مقام ہے، نیز آپ
کی خدمت میں میں نے ایک لباس بھیجا ہے۔ نیز ایک خچر ہدیتہً بھیج رہا ہوں، تاکہ آپ
اسی پر سوار ہوں۔ والسلام علیک۔

اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا اور نہ ہی اسلام قبول کیا۔ باندیوں کا نام ماریہ اور سیرین تھا اور
خچر کا نام دُلدل تھا جو حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت تک رہا۔

منذر بن ساوی کے نام مکتوبِ رسولؐ

یہودیوں اور مجوسیوں کے لیے جزیہ کا فرمان نبوی

آپؐ نے منذر بن ساوی کو بھی ایک نامہ مبارک لکھا۔ واقدیؒ نے حضرت عکرمہؓ کی سند سے بیان کیا ہے وہ بتاتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی وفات کے بعد ان کی کتابوں میں یہ مکتوب دیکھا ہے تو اس میں مندرج تھا، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی کو منذر بن ساوی کی طرف بھیجا، اور ان کے ہاتھ ایک خط بھی بھیجا۔ جس میں آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ منذر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ جواب بھیجا:۔

"اما بعد!

اے اللہ کے رسول میں نے اہل بحرین کے سامنے آپؐ کا مکتوب پڑھا۔ ان میں سے بعض نے اسلام کو پسند کیا اور اسے خوب سمجھا اور اس کے حلقہ میں داخل ہو گئے اور بعض نے اسے ناپسند کیا اور مجوسیوں اور یہودیوں سے راضی ہو گئے۔ آپؐ اس باب میں اپنا ارشاد تحریر فرمائیے۔"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام۔

سلام علیک! میں تیرے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ (اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں) اما بعد:

میں تجھے اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں کیونکہ جو نصیحت کرتا ہے وہ اپنے لیے نصیحت کرتا ہے۔ اور جو میرے قاصدوں کی اطاعت کرتا ہے اور ان کے احکام کا اتباع کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جس نے انھیں نصیحت کی۔ اس نے میرے لیے نصیحت کی میرے قاصدوں نے تیری تعریف کی ہے اور میں نے تیری قوم میں تیری سفارش کی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے جس عقیدے پر وہ ایمان لائے ہیں، اور میں نے اہلِ خطا سے درگزر کر دیا ہے اس لیے ان کا (عذر) قبول کر، اور جب تک تو اصلاح پر رہے گا، ہم تجھے معزول نہیں کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پہ جزیہ لازم ہے۔

شاہ عمان کے نام مکتوب رسولؐ

نامہ بر عمرو بن العاص کے انکشافات و تاثرات

آپؐ نے شاہِ عمان کو بھی مکتوب لکھا، اور اسے عمروؓ بن عاص کے ہاتھ بھیجا، (وہ مکتوب یہ تھا)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ کی جانب سے جیفر اور عبد ابنی جلندی کے نام۔

سلام علی من اتبع الھدیٰ۔

اما بعد!

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم دونوں مسلمان ہو جاؤ، سلامتی پاؤ گے کیونکہ میں تمام لوگوں کی جانب رسول ہوں۔ تاکہ جو زندہ ہیں انھیں خدا سے ڈراؤں اور کافروں پر حجت نافذ کردوں۔ اس لیے اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرلیا تو میں تم کو حاکم بنادوں گا اور اگر تم نے اسلام کے اقرار سے انکار کردیا تو (یاد رکھو) کہ تمہارا ملک تم سے چھننے والا ہے اور لشکر تمہارے مقابلے میں آنے والا ہے اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آنے والی ہے۔"

اس خط کو ابیؓ بن کعب نے لکھا اور مکتوب پر مہر نبوی لگا دی۔

حضرت عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نکلا اور عمان پہنچا۔ جب میں وہاں گیا تو میں عبد کے پاس گیا، یہ نسبتاً خلیق اور نرم مزاج تھا اسے بتایا کہ تمہاری اور تمہارے بھائی کی طرف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں۔

وہ کہنے لگا، میرا بھائی عمر اور ملک میں مجھ سے بڑا ہے۔ میں تجھے اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں،

یہاں تک کہ وہ مکتوب پڑھ لے۔ پھر کہنے لگا تم کس بات کی دعوت دیتے ہو؟ میں نے جواب دیا، میں تجھے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، جو یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ تو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے۔ نیز تو اس بات کی شہادت دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

وہ کہنے لگا، اے عمروؓ تو اپنی قوم کے سردار کا بیٹا ہے، بتا تیرے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ اس میں ہمارے لیے رہنمائی ہے۔

میں نے کہا، وہ مرگیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا۔ حالانکہ میری خواہش تھی کہ وہ اسلام قبول کرلیتا۔ اور آپؐ کی تصدیق کرلیتا۔ شروع شروع میں میں بھی اس کا ہم خیال تھا۔ آخر اللہ تعالٰے نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔

وہ کہنے لگا، تم نے کب اتباع (رسول اللہ) کیا؟

میں نے کہا، کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔

اس نے پوچھا تم نے کہاں اسلام قبول کیا تھا؟

میں نے کہا، نجاشی کے ہاں۔ اور ساتھ ہی میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

اس نے پوچھا پھر اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

میں نے کہا۔ انھوں نے اسے برقرار رکھا اور اس کی اتباع کی۔

وہ کہنے لگا، اور پادریوں اور راہبوں نے بھی اس کا اتباع کیا؟ میں نے کہا، ہاں! وہ کہنے لگا، اے عمرو، تم کیا کہہ رہے ہو، کسی آدمی کے لیے جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی رسواکن بات نہیں۔

میں نے جواب دیا، جو کچھ میں نے کہا بالکل سچ ہے، اور جھوٹ بولنا ہم اپنے دین میں جائز بھی نہیں سمجھتے۔

پھر اس نے پوچھا، میں نہیں سمجھتا کہ ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی ہو۔

میں نے کہا، کیوں نہیں (اسے بھی خبر ہے)

اس نے پوچھا، تمہیں اس کا کیسے علم ہو؟

میں نے کہا، نجاشی اسے خراج دیا کرتا تھا۔ جب وہ اسلام لے آیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو اس نے (ہرقل) سے کہا، اللہ کی قسم اگر تو مجھ سے ایک درہم بھی مانگے گا تو بھی نہ دوں گا۔ ہرقل کو

ان کی اس بات کی خبر ملی، تو اس کے بھائی نیاق نے اس سے کہا، کیا تم ایک غلام کو چھوڑے دے رہے ہو، حالانکہ وہ تمہیں خراج نہیں دیتا اور تمہارے دین کی بجائے ایک نیا دین اس نے اختیار کر لیا ہے؟

ہرقل نے جواب دیا:

ایک آدمی نے ایک (نئے) دین کو پسند کیا ہے۔ اور اسے اختیار کر لیا ہے۔ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اللہ کی قسم اگر مجھے اپنی بادشاہی کا لالچ نہ ہوتا، تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسا اس نے کیا ہے۔

وہ کہنے لگا، اے عمروؓ! خیال کرلو کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا، اللہ کی قسم میں نے صحیح کہا ہے، عبد نے کہا، اچھا مجھے بتاؤ، تمہارا نبی کس بات کا حکم دیتا ہے؟ اور کس بات سے منع کرتا ہے؟

میں نے جواب دیا، وہ اللہ عزوجل کی طاعت کا حکم دیتا ہے اور اس کی نافرمانی سے منع کرتا ہے نیز نیکی کرنے اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے اور ظلم و زیادتی، زنا، شراب اور پتھر، بت اور صلیب کی پرستش سے روکتا ہے۔

وہ کہنے لگا، کتنی اچھی باتیں ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ کاش میرا بھائی میری بات مان لے۔ پھر ہم دونوں سوار ہو کر جائیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئیں اور ان کی تصدیق کرلیں۔ لیکن میرا بھائی حکومت کا بڑا حریص ہے اور اسے چھوڑ نہیں سکتا اس طرح وہ مجرم بن جائے گا۔

میں نے کہا، اگر وہ مسلمان ہو گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی قوم پر حاکم بنا دیں گے۔ اور وہ اغنیا سے صدقہ لے کر اپنی ہی قوم کے فقراء پر تقسیم کرے گا۔

اس نے جواب دیا، یہ تو بہترین خلق ہے پھر اس نے پوچھا، صدقہ کیا ہوتا ہے؟ میں نے اسے وہ بتایا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال میں سے صدقات کے بارے میں فرمایا تھا۔ آخر میں اونٹوں تک پہنچا۔

وہ کہنے لگا، اے عمروؓ کیا ہمارے ان مویشیوں کا صدقہ لیا جائے گا، جو سارا سال درخت چرتے ہیں اور چشموں سے پانی پیتے ہیں؟

میں نے کہا، ہاں، ضرور لیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا، اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم دور دور سکونت رکھنے اور کثیر تعداد میں مویشیوں کے رکھنے کی وجہ سے اس کا صدقہ بھی ادا کرے۔

عمرو کہتے ہیں، میں اس کے پاس چند روز ٹھہرا رہا۔ اور وہ اپنے بھائی کے پاس جاتا، اور اسے میرے متعلق تمام باتیں بتاتا . . . پھر ایک دن اس نے مجھے بلا بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو اس کے اعوان، مددگاروں نے میرا بازو پکڑ لیا ـــ وہ کہنے لگا اسے چھوڑ دو، لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ میں بیٹھنے لگا۔ انھوں نے مجھے بیٹھنے سے روک دیا۔ میں نے اس کی جانب دیکھا، تو وہ کہنے لگا، اپنی ضرورت بیان کرو۔ میں نے اس کو مہر زدہ مکتوب دیا، اس نے مہر توڑی اور اسے آخر تک پڑھا، پھر اپنے بھائی کو دیا، اس نے بھی اسے اسی طرح پڑھا، ہاں البتہ میں نے محسوس کیا کہ اس کا بھائی اس کی نسبت زیادہ رقیق القلب تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو اہل قریش نے اس کے ساتھ کیا کیا؟

میں نے کہا، انھوں نے انؐ کا اتباع کر لیا ہے، یا تو رغبت سے یا تلوار سے مغلوب ہو کر۔

کہنے لگا، اس کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا، لوگوں نے اسلام رغبت سے اختیار کر لیا ہے اور آپؐ کو اختیار کر لیا ہے اور اللہ کی عطا کردہ عقل و فہم کے ساتھ پہچان لیا ہے کہ (اس سے قبل) وہ گمراہی پر تھے۔ پس میں نہیں جانتا کہ تیرے سوا کوئی باقی رہ گیا ہو۔ اور اگر تم آج اسلام نہ لاؤ گے اور ان کا اتباع نہ کرو گے تو (اسلامی) لشکر تمہیں مغلوب کر لے گا، اور تمہارے سبزہ زاروں کو پامال کر کے رکھ دے گا پس بہتر یہ ہے کہ اسلام قبول کر لو، سلامتی پاؤ گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں تمہاری قوم پر حاکم مقرر فرما دیں گے اور تم پر سوار اور پیادہ فوج کبھی حملہ بھی نہ کرے گی۔

وہ کہنے لگا، آج مجھے سوچ لینے دو، اور کل صبح میرے پاس آنا۔

میں اس کے بھائی کے پاس لوٹ آیا، اس نے کہا، اے عمرو مجھے امید ہے کہ اگر اس نے حکومت کا لالچ نہ کیا، تو وہ مسلمان ہو جائے گا، آخر جب صبح ہوئی تو میں اس کے پاس آیا۔ اس نے مجھے حاضر ہونے کی اجازت نہ دی۔ میں دوبارہ اس کے بھائی کے پاس گیا، اور اسے خبر دی، کہ میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکا، اس لیے مجھے وہاں پہنچا دو، اس نے جواب دیا، میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا ہے، اور میں عرب لوگوں میں سب سے زیادہ کمزور ہوں۔ اگر میں اپنے مقبوضہ ملک پر کسی کو نائب مقرر کر دوں تو انؐ کے لشکر مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر پہنچ بھی گئے تو ایسی جنگ سے سامنا ہو گا کہ اس سے قبل ایسی لڑائی نہ دیکھی ہو گی، میں نے جواب دیا، اچھا میں کل واپس چلا جاؤں گا، جب اسے میرے جانے کا یقین ہو گیا، تو اس نے اپنے بھائی سے خلوت میں باتیں کیں اور کہنے لگا، جن جن پر وہؐ غالب آ چکے ہیں ہم ان کے برابر بھی نہیں، اور

جس جس کی طرف انھوںؐ نے مکتوب مبارک بھیجے سب نے اتباع کر لیا ہے۔

آخر صبح ہوئی تو مجھے بلا بھیجا، اس نے اور اس کے بھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اور مجھے صدقہ وصول کرنے اور اس (قوم) میں حکم (اسلامی) نافذ کرنے کی اجازت دے دی، اور جس نے بھی میری مخالفت کی، ان دونوں نے اس کے خلاف مجھ سے تعاون کیا۔

یمامہ کے حاکم

ہوذہ کے نام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کو مکتوب لکھا اور سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا: (مکتوب یہ تھا)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد الرسول اللہ کی جانب سے ہوذہ بن علی کے نام،

سلام علی من اتبع الھدیٰ

یاد رکھو، کہ میرا دین عنقریب دور و نزدیک تک غالب آنے والا ہے، اس لیے اسلام قبول کرلو، سلامتی پاؤ گے، اسلام قبول کرلوگے تو تمہارا مقبوضہ ملک تمہارے قبضہ و تسلط میں رہے گا۔"

جب سلیط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر ہوذہ کے پاس پہنچے تو یہ مکتوب اسے دے دیا..... اس نے انھیں اعزاز و اکرام سے ٹھہرایا۔ اور مکتوب پڑھوایا۔ اس کے بعد جو جواب دیا، وہ گو اقرار نہ تھا، مگر انکار بھی نہ تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے جواب میں لکھا:

"کس قدر اچھی بات ہے جس کی طرف آپؐ دعوت دیتے ہیں اور عرب لوگ میرے مرتبہ سے ہیبت زدہ ہیں، اس لیے کچھ باتیں میری بھی مان لیجئے تو میں آپؐ کا اتباع کروں گا۔"

پھر حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو اس نے انعام دیا، اور ہجر کی کپاس کا کپڑا دیا (جو اس زمانہ میں عمدہ مانا جاتا تھا)

وہ یہ تمام چیزیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور آپؐ کو اطلاع دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھا۔ اور فرمایا، اگر وہ مجھ سے ایک بالشت بھر زمین بھی طلب کرے گا تو میں نہیں دوں گا۔ جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے۔ وہ جانے والا ہے جانے والا ہے۔

چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح (مکہ) سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہوذہ مر گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

یمامہ میں ایک کذّاب نکلے گا جو نبوت کا (جھوٹا) دعوٰی کرے گا اور اسے میرے بعد قتل کر دیا جائے گا۔

ایک کہنے والے نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اسے کون قتل کرے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اور تیرے ساتھی (اسے قتل کریں گے)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ واقدیؒ فرماتے ہیں کہ دمشق کا ارکون جو نصاریٰ کا ایک بڑا آدمی تھا۔ یہ ہوذہ کے پاس تھا۔ اس نے ہوذہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میرے پاس ان کا مکتوب آیا ہے (جس میں) انھوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ میں نے اسے قبول نہیں کیا۔

ارکون نے پوچھا، تو نے کیوں قبول نہیں کیا ؟ اس نے کہا کہ مجھے اپنے دین کا لالچ ہوا نیز میں اپنی قوم کا حکمران ہوں۔ اور اگر میں اس کا اتباع کر لیتا تو بادشاہ نہ رہتا۔

اس نے جواب دیا نہیں اگر تو ان کا اتباع کر لیتا تو وہ ضرور تجھی کو حاکم بنا دیتے۔ اس لیے تیرے لیے ان کے اتباع میں ہی بھلائی ہے۔ اور درحقیقت وہ نبیؐ عربی ہے، جس کی عیسٰی بن مریم نے بشارت دی ہے اور ان کا نام ہمارے ہاں انجیل میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر ہے۔

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک

یہ دمشق میں تھا، چنانچہ آپؐ نے شجاعؓ بن وہب کے ہاتھ حدیبیہ سے واپسی پر ایک مکتوب مبارک اس کے نام بھیجا جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے حرث بن ابی شمر کے نام۔

سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا اتباع کرے) اور اللہ پر ایمان لائے۔ اس کی تصدیق کرے، اور میں تجھے اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تو اللہ پر ایمان لے آئے جو یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ تیرا ملک باقی رہے گا۔"

طبِ نبویؐ

ہم نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی۔ سیر۔ بعثات۔ سرایا، رسائل اور مکاتیب وغیرہ سے متعلق گزشتہ صفحات میں آپؐ کی سنتِ طیبہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اب ہم طب کے متعلق آپؐ کی سنتِ طیبہ کا ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ نے کیا کیا (کیا کیا) طریقے اختیار فرمائے۔ اپنے اور دوسروں کے لیے کیا کیا علاج بیان فرمائے۔ ہم اس میں اس حکمت کا تذکرہ کریں گے کہ جس تک پہنچنے میں اطباء عاجز آ چکے ہیں کیونکہ اطباء کے مقابلہ میں آپؐ کی طب معجزات پر مشتمل ہے۔ ہم اللہ سے استعانت کرتے ہوئے اسی سے قوت و توفیق کے طالب ہیں۔

مرض کی دو قسمیں ہوتی ہیں:
قلب کے امراض اور بدن کے امراض۔
یہ دونوں امراض قرآن مجید میں مذکور ہیں۔
امراضِ قلب کی بھی دو قسمیں ہیں، امراض شکوک و شبہات اور امراض شہوت و بہتان (سرکشی) ان دونوں کا بھی قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔

علاجِ بدن

اس کے اقسام اور انواع کا بیان

علاجِ بدن کے قواعد تین ہیں۔

(۱) حفاظتِ صحت۔

(۲) مرض سے تحفظ

(۳) مواد فاسد کا استفراغ

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں کا ان مقامات پر تذکرہ فرمایا۔ آیتِ روزہ میں فرمایا

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر

اس آیت میں مریض کے لیے عذرِ مرض اور مسافر کے لیے اپنی صحت اور قوت کی طلب کی خاطر افطار کرنے کی اجازت دے دی تاکہ روزہ سفر میں کثرتِ حرکت اور موجباتِ تحلیل کی وجہ سے اور بدلِ ماتحلل کے معدوم ہونے کے باعث ضرر رساں نہ بن جائے۔

اور قوت وصحت کی حفاظت کی وجہ سے مسافر کو اجازتِ افطار مرحمت فرمائی ہے۔ حج کی آیت میں فرمایا:

فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه ففدية من صيام او صدقة او نسك

اس آیت میں مریض کو اور ایسے جس کے سر میں جوئیں پڑ جائیں یا خارش ہو جائے یا کوئی اور تکلیف ہو جائے۔ اجازت دی کہ وہ حالتِ احرام میں سر منڈوالے تاکہ فاسد مادوں سے استفراغ حاصل ہو جائے

جن کے بالوں کی جڑوں میں سرایت کرنے کی وجہ مرض پیدا ہوا ہے، جب سر منڈوائے گا، تو مسام کھل جائیں گے، اور یہ فاسد مادے ان مسامات کے کھل جانے کی وجہ سے نکل جائیں گے۔ اسی استفراغ پر تمام ان استفراغات کو قیاس کیا جا سکتا ہے جن کے رک جانے کے باعث تکلیف گزند پہنچتا ہے۔

رہا تحفظِ دمرض: تو اللہ تعالیٰ نے وضو کی آیت میں فرمایا:

وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیبا

اس آیت میں مریض کو اجازت دی ہے کہ اپنے جسم کو امراض سے بچانے کے لیے پانی کی بجائے مٹی کے تیمم) کی طرف منتقل ہو جائے۔ تمام داخلی یا خارجی مضرات سے تحفظ کے سلسلہ میں یہ آیت انتباہ کرتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو طب کے تین اصولوں پر آگاہی بخشی جو تمام قواعدِ (حفظانِ صحت) کے مرکزی اصول ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ اس معاملہ میں آپؐ کی سنتِ طیبہ اکمل ہدایت ہے۔

رہی طبِ قلوب، تو یہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب مسلّم طور پر منسوب ہے اور ان کے بغیر اور ان کے دستِ کرم سے بے نیاز ہو کر اس کے حصول کا سرے سے امکان ہی نہیں۔

علاجِ بدن کے اقسام وطرق

مفرد اور مرکب ادویہ کے استعمال کے فوائد پر ایک نظر

علاج بدن کی دو اقسام ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تمام حیواناتِ ناطقہ و بہائم کو انہی دو میں منقسم فرمایا ہے:

ایک قسم ایسی ہے جس کے علاج کے لیے کسی طبیب کی ضرورت نہیں جیسے بھوک پیاس۔ سردی، تھکاوٹ وغیرہ کا علاج۔ دوسرے وہ جس میں تامل اور غور وفکر کی ضرورت ہے جیسے وہ امراض جو مزاج اصل کے اعتدال سے خارج ہوجانے کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ حرارت یا برودت یا یبوست یا رطوبت یا کسی دو کے مرکب ہونے کی صورت میں (بدن) غیر معتدل صورت اختیار کرلیتا ہے۔

ان کے دو انواع ہیں یا مادی ہوتے ہیں یا کیفی یعنی یا تو کسی مادہ کے انصباب کے باعث یہ امراض پیدا ہوتے ہیں یا کسی کیفیت کی وجہ سے ان کا ظہور ہوتا ہے۔ اور تم دیکھو گے کہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کی نصرت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ میں ان تمام امراض کا شافی اور مکمل علاج ملتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ یہ تھی کہ آپؐ اپنا اور اپنے اہل وعیال اور صحابہؓ کا معالجہ فرمایا کرتے۔ لیکن آپؐ کی سنتِ طیبہ یہ نہیں کہ قرابادینوں کی طرح مرکب ادویہ کا استعمال فرماتے بلکہ آپؐ کی زیادہ تر ادویہ مفردات پر مشتمل تھیں اور گاہے گاہے مفرد دوا کے ساتھ کسی معاون یا مصلح دوا کا اضافہ فرمادیتے۔ اور یہ معاملہ عربوں، ترکوں اور تمام اہل دیہات، غرض مختلف اقوام میں مختلف ہوتا ہے، اور تجربہ کار اطباء جو کثرت کے ساتھ مفردات سے معالجہ کرتے ہیں۔ وہ اسے خوب سمجھتے ہیں اور ان تینوں طبوں میں فرق بھی ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ ادویہ بھی غذا کی جنس سے ہوتی ہیں تو ایسی قوم یا جماعت

جن کی اغذیہ مفردات پر مشتمل ہوں۔ ان کے امراض بھی کم ہوتے ہیں اور ان کا معالجہ بھی مفردات سے ہی درست ہوگا۔ اور شہر والوں پر مرکب غذاؤں کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ لوگ مرکب دواؤں کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اہلِ شہر کے امراض زیادہ تر مرکب ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے انھیں مرکب دوائیں زیادہ نفع دیتی ہیں۔ اور اہلِ دیہات اور صحرائی لوگوں کی اغذیہ مفرد ہوتی ہیں اس لیے انھیں مفرد دوائیں مفید ہوتی ہیں۔

اس علاج کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اسی طرح ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے پاس دیگر علوم بذریعہ وحی آتے ہیں۔ بلکہ یہاں تو وہ ادویہ ملتی ہیں کہ جن کی شفادہی کی تاثیرات کی جانب بڑے بڑے حکماء کا ذہن نہ جا سکا۔ اور ان کے علوم و تجارب کی رسائی بھی نہ ہو سکی۔ ادویہ قلبیہ اور روحانیہ میں قوت قلب، اعتماد علی اللہ، توکل علی اللہ۔ اس کی طرف رجوع و انابت اس کے سامنے عجز و نیاز اور تذلل و انکساری۔ صدقہ۔ دعا، توبہ و استغفار، مخلوق پر احسان اور مصائب زدہ کی مدد اور نصرت، یہ تمام ادویہ ایسی ہیں کہ مختلف ادیان اور مختلف ملل کے حامیوں نے بھی انھیں بارہا آزمایا اور شفاء کاملہ حاصل کی جس کی طرف ان کے بڑے بڑے دانش وروں کا ذہن نہ جا سکا، اور نہ ان کے تجربات اور قیاسات نے ان کی رہنمائی کی۔ ہم نے انھیں بارہا آزمایا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان سے وہ وہ کام سرانجام پا سکتے ہیں کہ مادی ادویہ سے کبھی اس قدر زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور ہم عنقریب اس بات کا سبب بیان کریں گے کہ جس شخص کو سانپ نے ڈس لیا فاتحہ پڑھنے سے کیونکر آرام حاصل ہوا اور فوراً ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا، گویا اسے کوئی مرض ہی نہ تھا۔

طب نبوی میں ہر دو اقسام کی ادویہ ملتی ہیں۔ ہم اپنی استطاعت کے مطابق اپنے کم علم، اور فقدان معرفت اور سرمایہ علم کی شدید کمی کے باوجود اللہ تعالےٰ کی توفیق اور مدد سے ان دونوں انواع پر بحث کریں گے۔ اللہ عزوجل ہی سے تمام خیر اور بھلائی کے طالب ہیں اور اس کے فضل کے سوالی ہیں۔ کیونکہ وہ غالب اور از حد عطا کرنے والا ہے۔

ہر مرض کا علاج موجود ہے

لاعلاج مرض صرف موت ہے

صحیح مسلم میں حدیث ابو زبیرؓ سے جو انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہر مرض کی دوا ہے۔ جب بھی مرض کی (درست) دوا مل جاتی ہے۔ تو اللہ عزوجل کے اذن سے صحت ہو جاتی ہے۔

صحیحین میں حضرت عطاء سے منقول ہے کہ انہیں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ملی، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسا مرض نازل نہیں کیا جس کی دوا بھی نازل نہ کی گئی ہو۔

اور مسند امام احمدؒ میں فرباد بن علاقہ رح کی حدیث مروی ہے۔ انہوں نے اسامہؓ بن شریک سے روایت کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ چند اعراب (دیہاتی) آئے۔

انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول۔ کیا ہم علاج کریں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! اے اللہ کے بندو۔ دوا استعمال کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ایک مرض کے سوا تمام امراض کا علاج بھی اتارا ہے۔

انہوں نے عرض کیا: وہ (ایک مرض) کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: موت!

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسا مرض نازل نہیں کیا جس کی

دعا نازل نہ کی ہو۔ جسے سکھادی وہ جان گیا۔ اور جسے جاہل رکھا۔ وہ جاہل رہا۔

مسند اور سنن میں ابوخزامہؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ جو جھاڑ پھونک کرواتے ہیں، یا دوا استعمال کرتے یا پرہیز کرتے ہیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان سے اللہ کی کچھ تقدیر بھی رد ہو سکتی ہے؟

آپ نے فرمایا یہ (علاج وغیرہ) بھی اللہ کی تقدیر میں داخل ہے اور یہ احادیث جن میں علاج کا حکم ملتا ہے۔ توکل کے منافی نہیں ہیں، جیسے بھوک، پیاس۔ حرارت اور سردی کے موقع پر اضداد سے علاج کرنا توکل کے منافی ہیں، نیز اس سے ان لوگوں کا رد بھی ملتا ہے، جو علاج کا انکار کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ کہ اگر شفا مقدر میں ہے تو پھر علاج سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر شفاء مقدر میں نہیں تو بھی علاج سے کیا فائدہ؟ کیونکہ مرض تو اللہ کی قدر کے مطابق آتا ہے، اور اللہ کی قدر نہ ہٹائی جاسکتی ہے۔ اور لوٹائی جاسکتی ہے۔ یہی سوال اعراب نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا۔ کبار صحابہؓ تو اللہ اور اس کی حکمتوں اور اس کی صفات سے خوب سے واقف تھے وہ کس طرح ایسا سوال کر سکتے تھے؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں بہت شافی اور کافی جواب دیا۔ اور فرمایا۔ علاج۔ جھاڑ پھونک اور پرہیز بھی اللہ کی قدر ہی سے ہے۔ کوئی چیز بھی اس کی قدر سے خالی نہیں۔ گویا اس کی قدر اس کی قدر سے ہٹ رہی ہے۔ اور شفایابی بھی درحقیقت اس کی قدر ہی ہے۔ اس لیے اس کی قدر سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں، اور یہ اسی طرح ہے جیسے بھوک، پیاس، حرارت اور سردی کی قدر جیسے اضداد سے ہٹایا جاتا ہے۔ یا دشمن کی قدر کہ اس کے مقابلہ میں جہاد کر کے اسے ہٹایا جاتا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اور ہمارے آباؤ اجداد نے شرک نہیں کیا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے بڑے اس کے سوا دوسروں کی عبادت نہ کرتے۔ یہ بات انھوں (مشرکین) نے اس لیے کہی۔ تاکہ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اللہ کی دلیل اور حجت کو کاٹ دیں۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تیسری قسم بھی باقی ہے جس کا ابھی تک تذکرہ نہیں ہوا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سبب کے باعث ایسے ایسے

مقدرات پیدا کر رکھے ہیں کہ اگر تم نے سبب کو پیدا کر دیا تو مسبب (نتیجہ) بھی موجود ہو گا۔ ورنہ نہیں۔ اور اگر وہ یہ اعتراض کرے۔ کہ اگر اس نے مسبب مقدر کر رکھا ہے تو میں اسے رد کر ڈالوں گا۔ اور اگر مقدر نہیں کیا۔ تو میں اس کے فعل پر قادر ہی نہ ہو سکوں گا۔ اب آپ خود ہی سوچیں۔ کہ کیا آپ اپنے لڑکے۔ غلام یا مزدور کا یہ استدلال قبول کر لیں گے۔ جب آپ انہیں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں۔ اور وہ آپ کے حکم کی مخالفت کرے۔ اگر آپ قبول کر لیں گے۔ تو جو آپ پر ظلم کرے اور آپ کا مال لوٹ لے۔ آپ کی عزت برباد کر دے۔ اور آپ کے حقوق پامال کر دے اس کی شکایت نہ کیجئے۔ اور آپ قبول نہیں کر سکتے تو اللہ کے حقوق کو آپ کس طرح ہٹا سکتے ہیں جو آپ کے ذمہ لازم ہیں۔

اور امراض بدن بھی امراض قلب کی طرح ہیں۔ اللہ نے کوئی مرض قلب ایسا نازل نہیں فرمایا جس کی دوا نازل نہ کی ہو۔ اگر مریض اسے جان لے اور اسے استعمال کرلے۔ اور وہ علاج قلب کے مرض کا درست علاج ہو تو مریض ضرور اللہ کے اذن سے صحت یاب ہو جائے گا۔

بسیار خوری اور کم خوری

آپؐ کی سنت طیبہ اور متوازن طریق کار

مسند وغیرہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا!
آدمی نے پیٹ سے زیادہ برتن کبھی پُر نہیں کیا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں، جن سے ان کی کمر سیدھی رہے۔ اگر ضروری (زیادہ) کھانا ہو، تو پھر تیسرا حصّہ کھانا کھانا چاہیے اور تیسرا حصّہ پینے کے لیے وقف ہے۔ اور تیسرا حصّہ سانس لینے کے لیے۔!

امراض کی دو انواع ہیں

امراض مادی: جو بدن میں افراطِ مادہ کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ طبعی افعال پر بھی مضر اثرات ڈالتے ہیں۔ اکثر یہی امراض پائے جاتے ہیں۔ اور ان کا سبب ہضم اوّل سے قبل ہی مزید کھانا۔ اور بدن کی احتیاج سے کہیں زیادہ مقدار میں کھا لینا اور ایسی غذائیں کھانا ہے۔ جن میں فائدہ کم اور دیر سے ہضم ہونے والی ہوں اور مختلف انواع و اقسام و تراکیب کی اغذیہ کا کثرتِ استعمال چنانچہ جب انسان ان اغذیہ سے پیٹ بھرتا رہتا ہے' اور (پُرخوری) کا عادی ہو جاتا ہے تو اسے کئی قسم کی مزمن اور حاد امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ غذا میں اعتدال قائم رکھے۔ اور بقدرِ حاجت ہی کھانا کھائے جو مقدار اور کیفیت کے لحاظ سے مناسب ہو۔ تو پُرخوری کی نسبت اس حالت میں بدن کو زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

غذا کے تین درجات ہیں۔ (۱) درجۂ ضرورت۔ (۲) درجۂ کفایت۔ (۳) درجۂ زاید۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ آدمی کو چند لقمے کافی ہیں۔ جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔ یعنی اس کی قوت زائل نہ ہو۔ اور وہ کمزور نہ پڑ جائے اور اگر اس سے

تجاوز ہی کرنا ہو۔ تو گنجائش کا تیسرا حصہ کھائے۔ تیسرا حصہ پینے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے چھوڑ دے۔

یہ صورت جسم و قلب دونوں کے لیے زیادہ فائدہ بخش ہے کیونکہ معدہ کھانے سے پُر ہوگا تو پانی پینے میں تکلیف ہوگی۔ اور جب پانی بھی اس پر ڈال دیا جائے گا۔ تو سانس میں تنگی محسوس ہوگی۔ اور اسے کرب اور تکان محسوس ہونے لگے گی اور اس کا پیٹ ایک وزنی بوجھ اٹھانے والا بن جائے گا۔ جس سے قلبی پریشانی اور عبادات کے سلسلہ میں جسمانی سستی لازم آئے گی، اور سیر ہونے کا لازمہ شہوات کی صورت میں بھی ظاہر ہوگا۔ الغرض معدہ کو پُر کرنا قلب و جسم دونوں کے لیے مضر ہے۔ لیکن یہ صورت اس وقت ہوگی، جب اکثر و بیشتر اس کا عادی ہو۔ اور گاہے گاہے ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو ھریرۃ رضؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس قدر دودھ پیا کہ آخر کہہ اٹھے۔ قسم اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اب مجھے اس (دودھ) کے لیے کوئی جگہ نہیں ملتی۔ اور حضرات صحابہؓ نے بھی بارہا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

(قسم اوّل یعنی ادویہ طبعیہ سے معالجہ

بخار کے علاج میں آپؐ کی سنت طیبہ | صحیحین میں حضرت نافع رضؓ سے ثابت ہے۔ انہیں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ملی۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

بخار یا شدت بخار جہنم کی بھپکار ہے۔ اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

اس روایت میں آپؐ کا فرمان "پانی" تو اس میں دو قول ملتے ہیں۔ ایک عام پانی۔ یہی صحیح طور پر مراد ہے۔ اور دوسرے زمزم کا پانی۔ اس کے ماننے والوں نے صحیح بخاری کی اس روایت سے استدلال کیا۔ کہ ابو جمرۃ نصر بن عمران ضبعی سے مروی ہے کہ میں مکہ میں حضرت ابن عباس رضؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ مجھے بخار ہوگیا۔ انھوں نے فرمایا!

اسے زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ بخار جہنم کی لپیٹ میں سے ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کر دیا فرمایا زمزم کے پانی سے (ٹھنڈا کرو) راوی کو اس میں شک ہے۔ اور اگر اس میں تیقن بھی ہو، تو بھی یہ حکم اہل مکہ کے لیے ہوگا۔ کیونکہ انہی کو آسانی سے زمزم کا پانی مہیا ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے لیے عام پانی کا حکم ہوگا۔ جو ان کے ہاں بہ آسانی دستیاب ہوتا ہے۔

اور سنن ابن ماجہ رح میں حضرت ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت ہے کہ بخار جہنم کی لپیٹ میں سے ہے۔ اس لیے اسے ٹھنڈے پانی سے دور کرو،

اور مسند وغیرہ میں حدیث حسن مروی ہے۔ انہیں سمرۃ سے مرفوع روایت ملی کہ بخار آگ کا ایک حصہ ہے، اس لیے اسے ٹھنڈے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بخار ہو جاتا۔ تو آپ پانی کا ایک مشکیزہ منگواتے، اور اسے اپنے سر پر انڈیل لیتے۔ اور غسل فرماتے۔

اور سنن میں حضرت ابوہریرۃ رض سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بخار کا ذکر کیا تو ایک آدمی نے بخار کو گالی دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے گالی مت دو۔ کیونکہ یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے۔ جیسے آگ لوہے کے میل کو کھا جاتی ہے۔ پس بخار جسم اور قلب کے لیے مفید ہے اور اس میں وجہ ہے۔ اس لیے اسے گالی دینا ظلم اور زیادتی ہے۔

اور ایک حدیث میں مروی ہے۔ کہ ایک دن کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اور اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ بخار تمام اعضاء اور مفاصل میں داخل ہو جاتا ہے، اور ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ تو گویا ہر مفصل (جوڑ) کے ایک دن کے گناہ کے برابر معافی ملتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ تمام بدن میں اس طرح اثر کرتا ہے کہ اس کے اثرات ایک سال تک زائل نہیں ہوتے۔ جیسے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان! کہ جو شراب پیئے۔ اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہوگی! کیونکہ نیند سے کے پیٹ۔ عروق اور اعضاء میں چالیس روز تک اس کے اثرات باقی رہیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بخار سے زیادہ کوئی مرض محبوب نہیں۔ کیونکہ وہ میرے تمام اعضاء میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اس کے صلہ میں اجر دیتا ہے۔

اور جامع ترمذیؒ میں حضرت رافع بن خدیج سے مرفوع حدیث مروی ہے۔ کہ جب تم میں سے کسی کو بخار آئے۔ اور بخار چونکہ آگ کا ٹکڑا ہے، اس لیے اسے ٹھنڈے پانی سے بجھائے اور جاری نہر کی طرف چلا جائے۔ اور فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پانی کی آمد کی طرف رُخ کرے۔ اور یہ دعا پڑھے:

بسم اللہ اللھم اشف عبدك وصدق رسولك۔

پھر تین بار تین روز تک اسی میں غوطہ لگائے۔ اگر صحتیاب ہو جائے۔ تو ٹھیک ورنہ پانچ روز، اور اگر ٹھیک نہ ہو تو سات روز، اللہ کے اذن سے بخار سات روز سے تجاوز نہ کرے گا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ گرم ممالک میں موسم گرما میں شرائط متقدمہ کے مطابق یہ غسل فائدہ بخش ہو گا اور اس وقت بدن میں قوٰی بھی (اس کے) قابل ہوں گے، چنانچہ قوٰی کی قوت اور دوا کی قوت درست ہو گی، یعنی گرم عارضی بخار یا غب خالصہ (باری کا بخار) پر سرد پانی نفع بخش ہو گا۔ بشرطیکہ (بخار) کے ساتھ ساتھ ورم نہ ہو۔ اور نہ دیگر ردی عوارض اور فاسد مواد پائے جائیں۔ اس صورت میں (سرد پانی) اس بخار کی آگ بجھا دے گا۔ خاص کر ان ایام میں جن کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر انہی ایام میں حاد امراض کا بحران واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ مخصوص علاقوں کے ساکنین کے اخلاط رقیق ہو جاتے ہیں۔ اور نافع دوا سے تیزی کے ساتھ متاثر ہوتے ہیں۔

امراضِ شکم

سوءِ ہضم اور پیٹ کی خرابی میں شہد کا استعمال

شہد کے فوائد کثیرہ صحیحین میں ابو متوکل کی حدیث مروی ہے انہی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ملی۔ کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ میرے بھائی کو پیٹ کی تکلیف ہے، اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس کے پیٹ میں خرابی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا، میں نے اسے شہد پلایا لیکن اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ اس کی تکلیف بڑھتی ہی گئی۔ دو یا تین مرتبہ یہ معاملہ درپیش آیا۔ ہر بار آپؐ نے فرمایا۔ اسے شہد پلاؤ۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ نے صحیح فرمایا: اور تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ کہا۔ اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ان اخی عوب لطنہ، یعنی اس کا ہضم خراب ہو گیا ہے۔ اور اس کا معدہ بیمار ہو گیا ہے۔

شہد میں کثیر فوائد ہیں۔ کیونکہ یہ عروق اور امعاء وغیرہ میں سے میل کو کاٹ دیتا ہے۔ کھانے اور مالش کرنے سے رطوبات (فاسدہ) کو تحلیل کر دیتا ہے، بوڑھوں اور بلغمی مزاج کے لوگوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اور جس کا مزاج سرد تر ہو۔ تو اس کے لیے مغذی اور ملین کا کام دیتا ہے۔ معجونوں کی قوت قائم رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور جب اس میں دواؤں کی آمیزش کی جاتی ہے، تو یہ اُن کی مکروہ کیفیات کو زائل کر دیتا ہے۔ جگر اور سینہ کو صاف کرتا۔ پیشاب آور اور بلغم کے سبب سے ہونے والی کھانسی کو فائدہ دیتا ہے۔ اور جب اسے روغنِ گلاب

کے ساتھ گرم گرم پیا جاتا ہے۔ تو جانوروں کے کاٹنے اور افیون خوری میں نفع دیتی ہے
اور اگر اسے سادہ پانی میں ملا کر پیا جائے۔ تو کتے کاٹے اور زہر خورانی میں فائدہ بخش ہے۔
اور اگر اس میں تازہ گوشت رکھ دیا جائے۔ تو تین ماہ تک اس کی تازگی قائم رہتی ہے۔
اسی طرح اس میں تربوز۔ ککڑی، کدو، باذنجان رکھ دیا جائے اور چھ ماہ تک عام پھلوں کو
بھی خراب ہونے سے بچا لیتا ہے۔ اور مردے کے جسم کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے حافظ امین
کا نام دیا جاتا ہے۔ اور جب اسے بدن اور بالوں پر لگایا جائے تو جوں مارتا اور بالوں کو
لمبا کرتا ہے۔ اور اگر اسے آنکھوں میں ڈالا جائے۔ تو آنکھوں کے سامنے سے اندھیرے
(کی بصارت) کو دور کرتا ہے۔ اگر اسے دانتوں پر منجن کے طور پر ملا جائے۔ تو دانتوں کو
سفید کرتا اور انہیں صیقل کرتا ہے۔ اور مسوڑوں اور دانتوں کو قوی کرتا ہے، اور ان کے
حفظِ صحت کا ضامن ہے، رگوں کو کشادہ کرتا اور حیض جاری کرتا ہے۔ اس کا چاٹنا بلغم
کو مفید ہے، اور معدے کی ردی کیفیات کو زائل کرتا ہے۔ اور اسے گرم کر کے اعتدال پر لاتا
ہے اور سدّے کھولتا ہے۔ جگر۔ گردے اور مثانہ پر بھی یہی اثرات اس کے مترتب ہوتے ہیں
جگر کے سدّے کھولنے اور ہر میٹھی چیز کے معاملہ میں طحال کو کم سے کم ضرر رساں ہے۔

اور سنن ابن ماجہ رح میں حضرت ابو ہریرہ رض سے مرفوع حدیث میں مروی ہے "جو شخص ہر
ماہ تین روز صبح صبح شہد چاٹ لے۔ اسے کسی سخت تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے: "تم پر دو شافی چیزوں (کو استعمال کرنا یا ان سے
شفا حاصل کرنا) لازم ہے۔
شہد اور قرآن۔"

ایک آیت اور اس پر بحث

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس

اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ آیا فیہِ کی یہ ضمیر شراب کی طرف راجع ہے، یا قرآن کی طرف؟

اس سلسلہ میں دو قول ہیں اور صحیح تر یہ ہے کہ ضمیر شراب کی طرف راجع ہے۔ یہی ابن مسعودؓ ابن عباسؓ، حسنؒ، قتادہؒ اور اکثر صحابہؓ کا قول ہے کیونکہ یہی مذکور ہے اور سیاق کلام بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آیت میں قرآن کا ذکر نہیں ملتا۔ اور صحیح حدیث کے یہ الفاظ بھی اس پر شاہد ہیں۔

طاعون

علاج، پرہیز، احتیاط، اور فرار

ایک اہم مسئلہ صحیحین میں عامر بن سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے۔ انھیں اپنے والد سے روایت ملی کہ انھوں نے حضرت اسامہؓ بن زید سے پوچھا کہ آیا آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کچھ سنا ہے؟

اسامہؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، طاعون ایک سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر اور ان قوموں پر جو تم سے پہلے تھیں نازل کیا۔ جب تم کسی جگہ طاعون کے پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں داخل ہونے سے احتراز کرو۔ اور اگر طاعون وہیں پھوٹ پڑے، جہاں تم ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے نکلنے سے اجتناب کرو۔

صحیحین میں حضرت حفصہ بنت سیرین سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک نے بتایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، طاعون میں مبتلا ہو کر مرنا، ہر مسلمان کے لیے شہادت (کا درجہ) رکھتا ہے۔

جہاں طاعون پھیلا ہو نہ جاؤ، آپڑے ہو تو بھاگو مت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ جہاں یہ وبا پھیلی ہو داخل ہونا اور وہاں سے نکلنا دونوں کی ممانعت کی ہے۔ اس طرح احتیاطِ کامل کو جمع فرما دیا۔ کیونکہ ایسی جگہ جانے کا مطلب اپنے آپ کو وبا کے سپرد کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا اور وبا کی جگہ میں جا کر موت کو دعوت دینا ہے اور یہ بات شریعت وعقل دونوں کے خلاف ہے بلکہ ایسی جگہ جانے سے گریز کرنا پرہیز میں داخل ہے، جیسا اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمایا ہے .... اور یہ ممکن اور ایذا دہ باتوں سے

تحفظ اور بچاؤ کا طریقہ ہے۔

قضا و قدر پر توکل کی تعلیم

رہا وہاں سے نکلنے کی ممانعت کا معاملہ تو اس سے دو مطالب نکل سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنے کا سبق دیا جائے اور اس کی قضا و قدر پر راضی رہنے پر آمادہ کیا جائے۔

پہلی صورت تعلیم و تادیب کی ہے دوسری تفویض و تسلیم کی۔

دوسرے یہ کہ اطباء نے کہا ہے وبا سے بچنے کے لیے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فاضلہ کو خارج کرے۔ غذا میں کمی کرے اور ورزش اور غسل میں قطع نظر رطوبات فاضلہ کو خشک کرنے کی تدبیر کرے۔ کیونکہ ان دونوں (ورزش اور غسل) سے پرہیز ایک ضروری امر ہے کیونکہ بدن میں ہر وقت کچھ نہ کچھ مخفی طور پر فضلات ردیہ ضرور رہتے ہیں، جو ورزش اور غسل (حمام) سے بھڑک اٹھیں گے، اور کیموس اطلے میں انھیں مختلط کر دیں گے۔ اس وجہ سے زیادہ فساد برپا ہوگا اور مرض لاحق ہو جائے گا، بلکہ طاعون کے موقع پر سکون اور آرام ضروری ہے۔ اور اخلاط میں تسکین پیدا کرنا واجب ہے۔ وبائی جگہ سے نکلنے اور سفر کرنے میں حرکت شدیدہ (ورزش) کے بغیر چارہ کار نہیں اور یہ بہت زیادہ مضر ہوتی ہے۔ متاخرین حکماء کا یہی قول ہے، اس لیے حدیث نبویؐ سے طبی مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس میں بدن و قلب کے معالجات ملتے ہیں ان کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب شام کی طرف نکلے۔ جب آپؓ مقام سرغ پر پہنچے تو ابوعبیدہؓ بن جراح اور ان کے اصحابؓ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ شام میں وبا پھوٹ نکلی ہے۔

صحابہ میں اختلاف رائے

اب اس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ امیرالمومنینؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا، مہاجرین اوّلین کو بلائیے۔ وہ کہتے ہیں میں انھیں بلا لایا۔ امیرالمومنینؓ نے ان سے مشورہ کیا۔ اور انھیں بتایا کہ شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے۔

اس باب میں ان کے اندر اختلاف رونما ہو گیا۔

بعض نے کہا کہ آپؓ ایک کام کے لیے نکل پڑے ہیں، ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپؓ اس سے واپس لوٹ جائیں۔

دوسروں نے کہا، آپ کے ہمراہ آزمودہ کار لوگ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم یہ

رائے نہیں دیتے کہ آپ اس وبا، میں انھیں دھکیل دیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھا آپ لوگ جائیں۔

پھر فرمایا، انصار کو بلالاؤ۔ میں انھیں بلا لایا۔ امیرالمومنینؓ نے ان سے مشورہ کیا۔ وہ بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کرتے رہے۔ امیرالمومنینؓ نے فرمایا، تم بھی اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا:

جو قریش کے بوڑھے مشائخ ہیں انھیں بلالاؤ۔ میں نے انھیں بلایا تو ان میں سے دو نے بھی اختلاف نہ کیا اور انھوں نے مشورہ دیا، کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپؓ ان لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں اور اس وبا کی طرف نہ بڑھیں۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں صبح کو واپس جانے والا ہوں۔

جب صبح ہوئی تو ابو عبیدہؓ بن جراح نے عرض کیا، اے امیرالمومنینؓ اللہ کی تقدیر سے فرار ہو کر آپ جا رہے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا، اگر کاش اے ابو عبیدہؓ تیرے سوا کوئی یہ بات کرتا۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی جانب فرار کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ اگر تمہارا اونٹ ہو۔ اور وہ ایک وادی میں اتر پڑے، جس میں دو حالتیں ہوں۔ ایک جانب سبزہ زار، اور دوسری جانب صحرائے بے آب و گیاہ، تو تم اسے سبزہ زار میں چراؤ گے تو بھی اللہ کی تقدیر سے چراؤ گے اور اگر خشک جانب چراؤ گے تو بھی اللہ کی تقدیر سے ہی چراؤ گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حاضر ہوئے وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے غیر حاضر تھے۔ انھوں نے فرمایا، اس کے متعلق میرے پاس علم ہے۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کسی جگہ (طاعون) ہو، اور تم وہاں ہو تو فرار ہونے کے لیے وہاں سے نہ نکلو۔ اور جب تم کسی جگہ (اس کا وقوع) سنو تو وہاں مت جاؤ۔

مرضِ استسقاء

علاج ــــــ پرہیز ــــــ ہدایت

صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے، فرمایا کہ عکل اور عرینہ کی ایک جماعت نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسے مدینہ کی آب و ہوا ناموافق ہوئی، چنانچہ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔

آپؐ نے فرمایا، تم صدقہ کے اونٹوں کے پاس جاؤ اور ان کا بول اور دودھ پیو۔

انھوں نے ایسا ہی کیا، جب وہ تندرست ہو گئے، انھوں نے چرواہوں پر حملہ کر دیا اور انھیں قتل کر کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، وہ انھیں پکڑ لائے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے۔ ان کی آنکھیں نکلوا دیں اور انھیں دھوپ میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

اور استسقاء کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

۱. استسقائے لحمی، یہ سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

۲. استسقائے زقی۔

۳. استسقائے طبلی

اور چونکہ ان امراض میں فائدہ دینے والی ادویہ وہی ہیں جن میں اعتدال پیدا کرنے پیشاب لانے کی کیفیت پائی جاتی ہے اور یہی اثرات اونٹوں کے پیشاب اور دودھ میں بھی ملتے ہیں، اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کے پینے کا حکم دیا کیونکہ اونٹ کے دودھ میں جلاء اور تلیین کی صفت ملتی ہے اور یہ مدر بول، ملطف اور سدوں کے لیے مفتح (کھولنے والا) ہوتا ہے۔ اور ہر وہ قوم جو بلادِ عرب

میں گئی۔ اس لئے اسے بارہا آزمایا۔ جب بھی انھیں اس کی ضرورت لاحق ہوئی، تو انھوں نے اسے مفید پایا۔ اعرابی اونٹوں کا پیشاب دوسروں کی نسبت زیادہ فائدہ بخش ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہوتے اور ان سے علاج و معالجہ کی اجازت ملتی ہے۔ کیونکہ حرام اشیاء سے علاج کرانا جائز نہیں، اور نومسلم ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے انھیں منہ دھونے اور کپڑے پاک کرنے کا حکم نہیں دیا اور بعد از ضرورت تاخیر بیان روا نہیں۔

نیز یہ کہ مجرم کے فعل کی بنا پر اس سے جنگ کرنا ضروری ہے، کیونکہ ان لوگوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اس کی آنکھیں نکال دیں۔ یہ صحیح مسلم سے ثابت ہے۔

اور ایک جماعت کو قتل کرنے اور ایک آدمی کے قصاص میں پوری جماعت کے ہاتھ پاؤں ایک ایک سمت سے کاٹ دینے کا ثبوت ملتا ہے۔

نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب مجرم پر حد اور قصاص دونوں سزائیں جمع ہو جائیں تو دونوں اکٹھی وارد کی جائیں گی، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ڈاکے کے عوض ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور چرواہے کے قتل کے قصاص میں انھیں بھی قتل کر دیا، اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس کو ہمارے شیخ (ابن تیمیہؒ) نے اختیار کیا اور اس پر فتویٰ دیا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جرائم اگر کئی ہوں تو عقوبات میں زیادہ سختی کی جا سکتی ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد اختیار کیا

(۲) بے گناہوں کو قتل کیا۔

(۳) قتل کے بعد ان کا مثلہ کیا، یعنی ہاتھ پاؤں کاٹے اور صورت بگاڑ دی۔

(۴) مال لوٹ لیا۔

(۵) اور جنگ پر اتر آئے (لہٰذا ان کی سزا بھی ایسی ہونی چاہیے تھی)

زخم اور جراحت

علاج ——— اور طرقِ علاج

صحیحین میں ابی حازم سے مروی ہے کہ انھوں نے سہل بن سعد کے متعلق سُنا کہ انھیں تلاش کیا جارہا تھا کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا کس طرح علاج کیا گیا؟

انھوں نے فرمایا، آپؐ کا چہرۂ انور زخمی ہوگیا۔ اور رباعی (دانت) ٹوٹ گیا، اور آپؐ کے سر کا خود ٹوٹ گیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خون دھورہی تھیں اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ڈھال میں پانی لے کر ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون بند ہی نہیں ہوتا تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلایا۔ جب وہ خاکستر ہوگیا تو اسے زخم میں چپکا دیا، خشکی کے باعث چٹائی کی خاکستر سے خون تھم گیا اور خون روکنے اور نہ چھینے میں یہ بہت سریع الاثر ہے۔

مجفف ادویہ میں اگر لذع کی سی کیفیت ہو تو خون میں ہیجان آجاتا ہے، البتہ خاکستر کو اگر تنہا، یا سرکہ کے ساتھ ملا کر نکسیر کے مریض کی ناک میں پھونک دیا جائے تو نکسیر کو روک دے گی۔ اور صاحب قانون[1] کا قول ہے کہ بردی خون بہنے کو روکتی ہے، اور اس میں فائدہ بخشتی ہے اور تازہ زخموں پر اسے ڈالا جاتا ہے تو انھیں مندمل کردیتی ہے۔ قدیم مصری کاغذ اسی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے اور اس کی خاکستر آکلۂ خم میں بھی مفید۔ نفث الدم کو روکتی ہے اور خراب زخموں کو مزید بگڑنے سے بچاتی ہے۔

---

[1] حکیم بوعلی سینا

پچھنے لگوانا اور داغ سے علاج کرنا

احادیث متعددہ ومختلفہ اور ان کی تفصیل وتشریح

صحیح بخاری میں حضرت سعیدؓ بن جبیر سے مروی ہے۔ انھیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ملی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا شفا تین چیزوں میں ہے۔

۱۔ شہد کے گھونٹ میں۔

۲۔ حجامت کی نشتر میں۔

۳۔ اور آگ سے داغنے میں۔

اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

ابوعبداللہ مازری فرماتے ہیں کہ امتلائی امراض یا تو دموی ہوتے ہیں، یا صفراوی یا بلغمی اور یا سوداوی ہوتے ہیں۔

پس اگر دموی ہوں گے، تو ان کی شفاء اخراجِ خون میں ہے۔ اور باقی تینوں اقسام کی صحت اسہال میں ہے جو خلط مخصوصہ کے مطابق ہو، گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے ساتھ مسہل پر متنبہ فرمایا، اور حجامت کہہ کر فصد پر تنبیہ فرمائی۔ حاصلِ کلام نیوٹ یہ ہے کہ امراض کے علاج میں اصل اصول یہ ہے کہ تمثیلی طور پر یہ سرد اور گرم میں منقسم ہیں۔ اگر مرض گرم ہو تو ہم اس کا علاج فصد یا حجامت کے ذریعہ اخراجِ خون سے کریں گے، کیونکہ اس صورت میں استفراغِ مادہ ہوسکے گا۔ اور اور مزاج کی تبرید بھی ہوجائے گی۔ اور اگر مرض سرد ہے تو تسخین کے ذریعہ اس کا علاج ہوگا اور یہ خاصیت شہد میں پائی جاتی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ مادہ باردہ کا استفراغ بھی ضروری ہوا۔ تو شہد یہ کام بھی سرانجام دے دے گا۔

رہا داغ دینا، تو تمام مادی امراض یا تو حاد ہوتے ہیں، یعنی ایک نہ ایک سمت سریع الانتقال ہوتے ہیں، اس لیے اس میں یہ ضروری ہیں اور یا مزمن ہوتے ہیں۔ اور استفراغ کے بعد ان میں بہتر صورت یہ ہے کہ ان اعضاء میں داغ دیا جائے۔ جہاں داغنا جائز ہو۔ کیونکہ مرض مزمن صرف بارد غلیظ مادہ سے ہوتا ہے جو عضو میں راسخ ہو جاتا ہے اور اس کا مزاج بگڑ جاتا۔ اور تمام جو ہر جو اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسے بھی بدل دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے عضو میں جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ داغنے کی وجہ سے یہ مادہ اس جگہ سے خارج ہو جاتا ہے، کیونکہ جزو ناری میں ایسا اثر موجود ہوتا ہے جو اس مادہ کو فنا کر دیتا ہے۔ گویا اس حدیث سے ہمیں تمام مادی امراض کا علاج اور اصولِ علاج معلوم ہو گیا جیسے سادہ امراض کے علاج کا ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استنباط کیا تھا، کہ بخار جہنم کی شدید گرم لپیٹ میں سے ہے۔ اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

حجامت یعنی پچھنے لگوانا

احادیث نبوی اور بیان احادیث

رہی حجامت ۔ تو سنن ابن ماجہ میں حضرت جنادہ بن مفلس کی حدیث ہے ۔ اور یہ کثیر بن سلیم سے ضعیف تر ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو فرماتے سنا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

میں شب اسراء کو جس جماعت کے پاس سے بھی گذرا ۔ اس نے یہ کہا ۔
اے محمدؐ اپنی امت کو حجامت کا حکم دیجئے !

اور جامع ترمذی میں یہ حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں ،

" اے محمدؐ آپ پر حجامت لازم ہے "

اور صحیحین میں طاؤس کی حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ۔ کہ آپؐ نے حجامت کرائی (سینگیاں لگوائیں) اور سینگیاں لگانے والے کو اجرت عنایت فرمائی ۔

نیز صحیحین میں حمید الطویل سے بھی حضرت انسؓ کی روایت منقول ہے ۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو طیبہ نے سینگیاں لگائیں ۔ اور آپؐ نے ان کے لیے دو صاع طعام دینے کا حکم دیا ۔ اور انہوں نے اپنے موالی کے متعلق عرض کیا ، تو آپؐ نے ان کا ٹیکس کم کر دیا ۔ اور فرمایا بہترین علاج حجامت (سینگیاں لگوانا) ہے ۔

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے ، کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ بہتر بندہ سینگیاں لگانے والا ہوتا ہے ۔ کہ خون نکلتا ہے ۔ پیٹھ خشک ہوتی ہے اور بصارت میں جلا ہوتی ہے ۔

اور فرمایا: سترویں- انیسویں اور اکیسویں تاریخ کا دن حجامت کے لیے بہتر ہے۔

اور فرمایا: سب سے بہتر علاج مسعوط- لدود- حجامت اور چلنا ہوتا ہے۔

حجامت کے کثیر فوائد ہیں۔

کیونکہ یہ فصد سے زیادہ ظاہر جلد کو (مادۂ امراض) سے پاک کرتی ہے۔ اور فصد بدن کے گہرے حصّہ کے لیے زیادہ نافع ہے۔ اور حجامت جلد کے ظاہر حصّہ سے اخراج دم کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حجامت اور فصد میں تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں اختلاف زمان و مکان۔ عمر اور مزاج۔ گرم و سرد ممالک۔ اور گرم موسم اور گرم مزاجوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں گرم مزاج لوگ جن میں خون خوب نضج پا چکا ہوتا ہے۔ ان میں فصد کی نسبت حجامت زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ خون نضج پانے کے بعد ظاہر جلد کی طرف آچکا ہوتا ہے اس لیے فصد کی بجائے یہ خون آسانی سے نکل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بچوں اور ان لوگوں کے لیے جو فصد کے متحمل نہ ہوں یہ زیادہ فائدہ بخش ہے۔

اور اطباء نے فرمایا ہے کہ گرم ممالک میں فصد سے حجامت کرنا زیادہ مفید اور نافع ہے۔ اور مہینہ کے وسط میں یا زیادہ سے زیادہ مہینہ کے آخری تیسرے ربع میں مفید رہتا ہے۔ کیونکہ ابتدائے ماہ میں خون میں ہیجان اور نضج واقع نہیں ہوتا۔ اور بالکل آخر ماہ میں اکثر اوقات ساکن ہو چکا ہوتا ہے۔ البتہ وسط اور آخر کے حصّہ میں غائت نضج کی حالت میں ہوتا ہے۔ ہر مخصوص (رگ) کی فصد کا ایک مخصوص فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ باسلیق کے فصد کرنے سے حرارت جگر و طحال اور اورام میں فائدہ مند ہے۔ جو ان دونوں میں اجتماع دم سے پیدا ہوں۔ نیز پھیپھڑے کے ورم میں بھی مفید ہے۔

اور شوصہ (درد پہلو) اور ذات الجنب اور تمام ان امراض میں فائدہ دیتا ہے جو گھٹنے سے نیچے سے لے کر سرین تک اجتماع دم سے پیدا ہوں۔ اور اکحل کی فصد تمام بدن میں، اجتماع دم سے ہونے والے امراض میں مفید ہے

نیز اگر تمام بدن میں فساد خون ہو جائے تو بھی مفید ہے، اور قیفال کی فصد سر اور گردن کے ان امراض میں فائدہ مند ہے۔ جو کثرت خون یا فساد خون کے باعث پیدا ہوں - اور

ودالجین کی فصد تلی کے درد۔ دمہ فالج اور پلیتانی کے درد کے لیے مفید ہے۔
اور گدّی پر سینگناں لگوانا۔ کندھے اور حلق کے درد کے لیے مفید ہے۔ اور کنپٹیوں پر سینگیاں لگوانا امراضِ سر اور اس کے اجزا ء چہرہ۔ دانت۔ کانوں۔ آنکھوں۔ ناک اور حلق کے لیے مفید ہے۔ اگر یہ امراض کثرتِ خون یا فسادِ خون، یا ان دونوں صورتوں کے باعث پیدا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنپٹیوں اور گدّی پر سینگیاں لگوایا کرتے تھے۔

صحیح روایت میں ہے کہ آپؐ نے سر میں درد کے باعث حالتِ احرام میں سینگیاں لگوائیں۔

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ورک (سرین) پر سینگیاں لگوائیں۔ کیونکہ آپؐ کو قدرے سستی سی تھی۔ اور گدّی کے سوراخ پر یعنی کانوں کے پیچھے کی ہڈیوں پر سینگیاں لگوانے میں اطباء کا اختلاف ہے۔ ابو نعیم نے کتاب الطب النبوی میں مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

تم پر۔ تمحدوہ کی ہڈی پر سینگیاں لگوانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ پانچ امراض میں شفا دیتی ہے۔ ان میں سے ایک جذام بھی ہے،

ٹھوڑی کے نیچے سینگیاں لگوانا۔ دانتوں۔ چہرے اور گردن (حلقوم) کے لیے مفید ہے۔ بشرطیکہ ٹھیک وقت پر استعمال کیا جائے۔ نیز سر اور ہتھیلیوں کو فاسد مادّوں سے صاف کرتی ہیں۔ اور پاؤں کی پشت پر سینگیاں لگانا صافن رگ کی فصد کے قائم مقام ہے۔ یہ رگ ٹخنے کے قریب ہے۔ اس پر سینگیاں لگوانا رانوں پنڈلیوں کے امراض، حیض کی بندش۔ اور انثیین کی خارش کے لیے مفید ہے۔

سینے کے نیچے حصّہ پر سینگیاں لگوانا رانوں کے پھوڑوں۔ خارش اور پھنسیوں اور نقرس بواسیر، اور خیل پا اور پشت کی خارش کے لیے فائدہ بخش ہے۔

اوقات حجامت

جامع ترمذیؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت منقول ہے کہ بہترین دن جس میں تم سینگیاں لگواتے ہو۔ وہ سترواں۔ انیسواں، اور اکیسواں دن ہے۔

نیز اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنپٹیوں اور گدّی پر سینگیاں لگوایا کرتے تھے۔ اور آپ سترھویں۔ انیسویں اور اکیسویں تاریخ کو سینگیاں لگوایا کرتے تھے۔

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت انسؓ سے مرفوع روایت ہے: جو سینگیاں لگوانا چاہے اسے سترھویں، انیسویں، اور اکیسویں تاریخ تلاش کرنا چاہیئے۔

سینگیاں کس دن لگوانی چاہئیں!

رہا سینگیاں لگواتے کے لیے دنوں کا انتخاب! تو جامع خلالؒ میں ہے۔ کہ ہمیں حرب بن اسماعیل نے بتایا کہ میں نے احمدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کسی مخصوص دن سینگیاں لگوانا مکروہ بھی سمجھتے تھے؟

انہوں نے فرمایا! ایسی بات بدھ اور ہفتہ کے متعلق منقول ہے۔

اور حسین بن حسان سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے ابو عبداللہؒ سے سینگیاں لگوانے کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کس دن انہیں مکروہ سمجھتے تھے؟

انہوں نے فرمایا کہ ہفتہ اور بدھ کے دن!

بعض جمعہ کے دن بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ اور خلالؒ نے ابو سلمہؓ اور ابو سعید مقری سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو بدھ یا ہفتہ کو سینگیاں لگوائے اور اسے سفیدی یا برص کا مرض لاحق ہو جائے۔ تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

خلالؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں محمد بن علی بن جعفر نے بتایا۔ کہ یعقوب بن بختان بتاتے ہیں۔ کہ احمدؒ سے ہفتہ اور بدھ کے دن نورہ اور سینگیاں لگوانے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے اسے مکروہ خیال فرمایا۔ اور بتاتے ہیں کہ مجھے ایک آدمی کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ اس نے بدھ کے روز نورہ لگایا اور سینگیاں لگوائیں۔ تو اسے برص کا مرض لاحق ہو گیا۔

میں نے جواب دیا۔ کہ اس نے حدیث کو خفیف سمجھا۔ اس نے کہا: ہاں!

اور دار قطنیؒ کی کتاب الافراد میں حضرت نافعؒ کی حدیث منقول ہے کہ مجھ پر خون کا غلبہ سا ہو رہا ہے۔ اس لیے کوئی ایسا حجام (سینگیاں لگانے والا) تلاش کیا جائے جو نہ چھوٹا ہو اور نہ بہت بوڑھا ہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سینگیاں لگوانا حافظہ والے کی قوت یادداشت اور عاقل کی عقل بڑھاتی ہے۔ اس لیے اللہ کا نام لے کر سینگیاں لگواؤ۔ اور جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ اور اتوار کو سینگیاں لگواؤ۔ (بلکہ) دو شنبہ کے دن سینگیاں لگواؤ۔ اور برص اور جذام تو بدھ کے روز ہی نازل ہوا ہے

دار قطنیؒ فرماتے ہیں۔ کہ زیاد بن یحیی اس روایت میں متفرد ہیں۔

ابو ایوبؒ نے حضرت نافع رحؒ سے نقل کیا ہے ا اور فرمایا ہے

پیر اور منگل کو سینگیاں لگواؤ۔ اور بدھ کو سینگیاں مت لگواؤ۔

سنن ابو داؤدؒ میں حضرت ابی بکرۃ رضؓ کی حدیث مروی ہے: کہ وہ منگل کو سینگیاں لگوانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

منگل کا دن خون کا دن ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے۔ کہ جس کے اندر خون نہیں تھمتا۔

احادیث ماثورہ کے مسائل مستنبطہ

اور ان گذشتہ احادیث کے ضمن میں علاج معالجہ اور حجامت کا استحباب بھی معلوم ہو گیا۔ اور یہ کہ یہ تقاضائے حال کے مطابق ہونا چاہیئے۔

نیز محرم کے سینگیاں لگوانے کا جواز معلوم ہو گیا۔ اگرچہ وہاں سے بال کاٹنے پڑیں یہ سب جائز ہے رہا اس پر فدیہ دینا یہ مختلف فیہ ہے۔ وجوب (فدیہ) نیز فوری اور محرم صائم کی حجامت کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت صوم میں سینگیاں لگوائیں۔ لیکن کیا اس سبب سے وہ مفطر قرار دیا جائے گا[1]۔ یا نہیں؟ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ اور ہمارا خیال یہ ہے کہ

---

[1] یعنی روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟

حجامت سے اسے مفطر سمجھا جائے گا، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی تعارض کے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔

نیز اس سے سینگیاں لگانے کے کاروبار سے کمانا بھی جائز ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ حرام سمجھے بغیر اجیر پر اس کمائی کا کھانا مناسب نہیں۔ کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہ اجرت دی ہے۔ اور اسے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ اور اسے خبیث قرار دینا ایسا ہی ہے، جیسے پیاز اور لہسن کو خبیث قرار دیا۔ اور ان الفاظ سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی؟

قطع عروق اور داغ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت طیبہ

صحیح روایت میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ؓ بن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹ دی اور پھر اس پر داغ دیا۔

اور حضرت سعدؓ بن معاذ کو اکحل میں تیر لگا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر داغ دیا۔ پھر ورم ہو گیا آپ نے داغ دیا۔

اور الفضل بن دکین فرماتے ہیں کہ ہمیں سفیانؓ سے انہیں ابی زبیرؓ سے انہیں حضرت جابرؓ سے روایت پہنچی۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اکحل پر داغ دیا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انہیں ذات الجنب کے مرض میں داغ دیا گیا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔

اور ترمذیؒ میں حضرت انسؓ سے منقول ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو کانٹا لگ جانے پر داغ دیا۔

اور متفق علیہ حدیث گذر چکی ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ کہ میں داغ دوں۔ اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

اور جامع ترمذیؒ وغیرہ میں حضرت عمرانؓ بن حصین سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داغنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا، پس ہم مبتلا ہوئے۔ تو ہم کامیاب نہ ہوئے اور نہ فلاح پا سکے۔

اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ ہمیں داغنے سے منع کیا گیا۔

اور صحیح روایت میں اس حدیث سے ثابت ہے، کہ ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے۔ جو کہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ کہ نہ وہ جھاڑ کرواتے تھے۔ اور نہ داغ لگواتے تھے۔ اور نہ ہی فال لیتے تھے۔۔ صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے تھے۔

پس احادیث (داغنے کی احادیث) چار انواع پر مشتمل ہوئیں۔

ایک تو اس کے فعل پر۔

دوسرے عدم محبت پر۔

تیسرے اس کے تارک کی تعریف پر۔

چوتھے اس کی ممانعت پر۔

اور بحمداللہ تعالےٰ ان میں کوئی تعارض نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اس کا فعل اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ اور عدم محبت ممانعت پر دال نہیں۔ اور اس کے تارک کی ثنا و مدح اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ترک اولیٰ و افضل ہے، اور اس کی ممانعت اختیار و کراہت کا طریقہ ہے، یا ایسی نوع مراد ہے جس کی احتیاج نہیں، بلکہ محض اندیشہ کے پیش نظر داغنا ہے۔

مرگی کا مرض

یہ ارواح کا نتیجہ بھی ہوتا ہے اور مرض کا بھی

صحیحین میں حضرت عطاء بن ابی رباح کی حدیث منقول ہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ بتلاؤں؟

میں نے عرض کیا: ہاں۔ ضرور بتایئے!

آپؓ نے فرمایا: یہ سیاہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی: مجھے مرگی کا مرض ہے۔ اور بعض اوقات میرا پردہ کھل جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے (میری صحت) کے متعلق دعا فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہو، تو صبر کرو۔ اور تمہارے لیے جنت ہے، اور اگر چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ تمہیں صحت دے دے۔

وہ کہنے لگی۔ میں صبر کروں گی! لیکن میرا پردہ کھل جاتا ہے۔ آپؐ یہ دعا فرمایئے۔ کہ میرا پردہ نہ کھلے۔

آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

میں کہتا ہوں۔ کہ مرگی کے دورے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ارواح خبیثہ ارضیہ کے باعث اور دوسرے اخلاطِ ردیۂ کے باعث۔ دوسری قسم کے اسباب و علاج کے متعلق اطباء کلام کرتے ہیں۔ رہے ارواح خبیثہ کی وجہ سے ۔۔۔۔ تو بڑے بڑے دانشور اور عقلاء بھی اسی قسم کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اس کا دفاع نہیں کر سکتے۔ اور سمجھتے ہیں، کہ اس کا علاج ارواح علویہ ہی سے ممکن ہے۔ جو ارواح شریرۂ خبیثہ کا مقابلہ کریں، اور ان کے افعال کا مقابلہ کرکے

انہیں باطل کردیں۔

بقراط نے اپنی بعض کتب میں اس پر بحث کی ہے۔ اور مرگی کے علاج کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے، کہ یہ علاج صرف ایسی مرگی میں فائدہ بخش ہے جس کا سبب اخلاط ردیہ اور مادہ فاسدہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ مرگی جو ارواح کے باعث ہوتی ہے، اس میں یہ علاج نافع نہیں۔

البتہ جاہل اطباء اور پست قسم کے لوگ اور وہ جو زندیقیت کو فضیلت قرار دیتے ہیں وہ ارواح کو مرگی کا سبب ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ یہ بھی مریض کے جسم میں اثر کرتے ہیں۔ ان کے پاس سوا جہالت کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ ورنہ ہم دیکھ ہی رہے ہیں، کہ طب میں اس علاج کے سلسلہ میں کوئی کامیاب چیز نہیں ملتی۔ اور حس و وجود بھی اس کا شاہد ہے اور قدماء اسے مرض الٰہی کا نام دیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ یہ ارواح کا کارنامہ ہے۔

اس کا علاج دو وجوہ پر ہو سکتا ہے۔

ایک مریض کی جانب سے دوسرا معالج کی جانب سے۔ مریض کی جانب سے یہ ہے کہ وہ ان ارواح کے پیدا کرنے والے کی طرف صدقِ دل سے توجہ پوری قوت سے مبذول رکھے۔ اور صحت کے ساتھ تعوذ اختیار کرے۔ کیونکہ جب ان دونوں میں کوئی بھی ختم ہوا تو اسے کسی قسم کا ہتھیار کام نہ دے گا۔ اب ذرا اس حالت کا اندازہ کیجئے۔ کہ جب دونوں ہی نہ رہیں۔ یعنی دل توحید، توکل تقویٰ، اور انابت سے بالکل خالی ہے۔ اور اس کے مقابلہ کے لیے کوئی ہتھیار نہیں،

دوسرے معالج کی جانب سے اس میں یہ دونوں امور پائے جاتے ضروری ہیں۔ اور بعض معالجین کی جانب سے اس قدر کہہ دینا ہی کافی ہوتا "اس سے نکل جا۔" یا "بسم اللہ" یا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں۔"

اور اکثر اوقات آفت زدہ کے کان میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

افحسبتم انما خلقناکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون

اور مجھے بتایا گیا۔ کہ ایک بار ایک مریض کے کان میں یہ آیت پڑھی گئی۔ تو روح کہنے لگی
ہاں! اور طویل آواز نکالی شیخ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ڈنڈا پکڑ لیا اور اس کی گردن پر مارا۔ حتیٰ کہ
مار مار کے میرے ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ اس مار پیٹ سے ضرور مر
جائے گا۔ چنانچہ مار کے دوران روح بول اٹھی۔ اور کہا۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔
میں نے اسے جواب دیا۔ لیکن اسے تم سے محبت نہیں۔

وہ کہنے لگی، میں اس کے ہمراہ حج پر جانا چاہتی ہوں، میں نے کہا، لیکن وہ تیرے ہمراہ
حج پر جانا نہیں چاہتا۔

پھر کہنے لگی! اچھا۔ میں تیری عزت کی خاطر اسے چھوڑتی ہوں۔

راوی کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا، نہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کی خاطر!
آخر اس نے کہا! میں جاتی ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ مریض بیٹھ کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔
کہ حضرت شیخ کیسے تشریف لائے! لوگوں نے کہا۔ اور یہ جو مار پڑی ہے! اس نے کہا: حضرت
شیخ نے مجھے کس جرم میں مارا؟ حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اسے محسوس بھی نہیں ہوا۔ کہ
اسے چوٹ لگی ہے۔ اور آیۃ الکرسی سے اس کا علاج کیا جاتا تھا۔

اور آفت زدہ کو بھی اس کا ورد رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور معوذتین پڑھنے کا بھی
کہا کرتے۔ الغرض مرگی کی اس قسم اور اس کے علاج کا صرف وہی انکار کرتا ہے۔ جو بے عقل
اور بے علم و معرفت ہوتا ہے۔ اور ان پر ارواح خبیثہ کا تسلط زیادہ تر کمیٔ دین کی وجہ سے
اور اس وجہ سے واقع ہوتا ہے۔ کہ ذکر اللہ تعالیٰ و ذکر نبوی اور ایمانی اوراد سے زبان و قلب
کے ہٹ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس حالت میں ارواح خبیثہ انسان سے اس طرح دوچار
ہوتی ہیں۔ کہ وہ بے ہتھیار ہوتا ہے۔ اور لگتا ہے کہ وہ عریاں ہوتا ہے۔ (اور اس حالت
میں آسیب لاحق ہو جاتا ہے۔)

مرگی کا سبب اور علاج

دعا کا اثر دوا سے زیادہ کارگر ہوتا ہے

رہی صرع اختلاط، تو یہ ایک ایسا مرض ہے جس سے اعضائے بدن انفعال و حرکت سے نامکمل حالت تک ناکام رہتے ہیں۔ اس کا سبب لزج قسم کی خلط غلیظ ہے۔ جو بطون دماغ کے منافذ میں سدہ پیدا کر دیتی ہے، اس وجہ سے حس و حرکت کا اعضائے نفیسہ میں نفوذ کم ہو جاتا ہے۔ البتہ مکمل انقطاع واقع نہیں ہوتا۔ اور کبھی کبھی اس کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں۔ ریح غلیظ جو منافذ روح میں حبس پیدا کر دیتی ہے، یا بخار آدمی کے دماغ میں انقباض پیدا کر دیتا ہے جس کے باعث وہ مادۂ موذیہ کو دفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا نتیجہ اعضاء میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے پھر مادہ موذیہ کو دور کرنے کے لیے دماغ میں انقباض واقع ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے بعد انسان سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ گر جاتا ہے۔ اور اس کے منہ سے بکثرت جھاگ خارج ہونے لگتا ہے، اور یہ علت جملہ امراض مادہ میں وقت وجود کے اعتبار سے شمار ہوتی ہے، اور جملہ امراض مزمنہ میں زیادہ مدت تک قائم رہنے کے باعث شمار ہوتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ مریض کی عمر پچیس سال کی ہو گئی ہو، اور یہ مرض دماغ خصوصاً جوہر (دماغ) میں ہوتا ہے اسی لیے اس حالت میں صرع کا وقوع ایک لازمی امر ہے۔

بقراط کہتا ہے کہ ایسے لوگوں میں مرگی کا مرض موت تک قائم رہتا ہے۔ ایسا ہی اس مرگی زدہ عورت کا قصہ ہے جس کا ذکر حدیث میں آتا ہے۔ کہ اسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔ اور اس کا پردہ کھل جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا مرض اسی نوع سے تعلق رکھتا ہو۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض پر شاکر رہنے کی وجہ سے اسے جنت کی خوش خبری دی۔

اور اس کا ستر نہ کھلنے کی دعا فرمائی:- اور اسے صبر اور جنت یا صحت کی دعا کا بغیر جنت کی ضمانت کے اختیار دیا۔ چنانچہ اس نے جنت اور صبر کو اختیار کر لیا،

اور اس واقعہ میں ترک معالجہ اور دوا کے نہ کرنے کا جواز بھی ملتا ہے۔ اور دعاؤں، اور اللہ کی جانب توجہ کرنے میں ارواح کا علاج ایسے طریق پر مؤثر ہے کہ دوسری صورتوں میں ناممکن ہے۔ اور بدنی ادویہ اور انفعالات طبعیہ کی بجائے ان ادعیہ کا اثر اور فعل زیادہ نافع ہوتا ہے۔

ہم نے اور ہمارے سوا کئی عاقل طبیبوں نے بارہا آزمایا، اور وہ اس بات کے معترف ہیں کہ شفاء امراض میں ان کی قوت نفسیہ عجیب اثر رکھتی ہے، اور زنادقہ۔ جہلاء اور سفہاء سے زیادہ کوئی نقصان دہ عنصر نہیں۔ اور ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس عورت کا مرض اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ارواح کی یہ کارفرمائی ہو، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صبر کرنے اور جنت حاصل کرنے یا صحت کی دعا کے درمیان اختیار دیا اس نے صبر اور پردہ کو اختیار کیا۔

عرق النساء

لغت اور طب کی رُو سے مرض کی تشریح و علاج

سنن ابن ماجہؒ میں محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے۔ انہیں انسؓ بن مالک سے روایت پہنچی۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ عرق النساء کا علاج یہ ہے کہ اعرابی بکری کے پچھلے حصہ کو پکا کر گھلا دیا جائے۔ پھر اس کے تین حصے کیے جائیں۔ پھر ہر روز اس کا ایک حصہ پیا جائے۔

عرق النساء ایک درد ہوتا ہے جو سرین کی ہڈی سے شروع ہو کر پنڈلی کی پچھلی جانب سے نیچے اترتا ہے اور اکثر اوقات ٹخنے تک جا پہنچتا ہے، اور جوں جوں وقت گزرتا ہے اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ران اور ٹانگ میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

اس حدیث میں لغوی اور طبی دونوں مطالب پائے جاتے ہیں۔ لغوی معنی اس مرض کو عرق النساء کہنے کی دلیل ہے۔ اور یہ رگ یعنی سرین کے جوڑ سے شروع ہوتی ہے۔ اور ٹخنے کے پیچھے پاؤں کے آخری حصہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور اس کا طبی مطلب گذر چکا ہے۔ کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام دو انواع پر مشتمل ہے۔ ایک از منہ۔ امکنہ اور اشخاص و احوال پر عام حیثیت رکھتا ہے۔ اور دوسرا ان امور میں یا ان میں سے بعض کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ اور یہ اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ اہل عرب اہل حجاز اور ان کے آس پاس کے لوگوں بالخصوص اعراب سے تخاطب ہوتا ہے۔ اور یہ علاج دیگر معالجات کی نسبت ان کے لیے زیادہ نافع ہے۔

کیونکہ یہ مرض یبوست کے باعث پیدا ہوتا ہے اور گاہے گاہے لزج قسم کے غلیظ مادّہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ چنانچہ اس کا علاج مسہلات سے ہوتا ہے اور سرین کی ہڈی میں نضج اور تلین کے دونوں خواص پائے جاتے ہیں ۔ اور یہ مرض ان دونوں علاجوں کا محتاج ہوتا ہے ۔

اعرابی بکری کا انتخاب اس وجہ سے ہے ۔ کہ اس میں فضولیات (مادہ ہائے خراب) کم پائے جاتے ہیں ۔ اور اس کا جوہر لطیف ہوتا ہے ۔ اور اس کی تخفیف یہ بھی ہے کہ یہ گرم جگہ کی جڑی بوٹیاں کھاتی ہے ۔

اس مرض کو "عرق النسار" اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے کرب میں انسان اس درد کے سوا سب کچھ بھول جاتا ہے !

خشکئ طبع

تعریف، علاج اور تفصیلات

جامع ترمذیؒ، سنن ابن ماجہؒ میں حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم کس دوا سے جلاب (تلیین) لیتی ہو؟

انہوں نے عرض کیا: شبرم سے۔

آپؐ نے فرمایا: یہ گرم اور تیز ہے۔ پھر فرمایا: سنا کا جلاب لیا کرو، اور فرمایا: اگر موت سے شفا ہوتی تو سنا ہی سے ہوتی۔

اور سنن ابن ماجہؒ میں ابراہیم بن ابی عیلۃ سے مروی ہے، کہ میں نے عبداللہ بن حرام کو فرماتے سنا۔ اور وہ ان میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے، (فرماتے تھے) کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ تم پر سنا اور سنوت کا استعمال واجب ہے، کیونکہ سام کے سوا ان میں ہر مرض کی شفا پائی جاتی ہے۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول سام کیا چیز ہوتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: موت!

رہی سنا۔ تو اس میں دو لغت ہیں۔ مد اور قصر کے ساتھ۔

یہ ایک حجازی بوٹی ہے۔ اور سب سے افضل مکی ہوتی ہے۔ اور یہ بہت ہی خوب

قریب بہ اعتدال درجہ اول میں گرم خشک دوا ہوتی ہے۔ جو صفراء اور مواد کی مسہل ہے۔ قلب کو قوت دیتی ہے۔

اس میں بہت اعلیٰ خاصیتیں پائی جاتی ہیں نیز وسواس سوداوی بدن میں شقاق کے مرض کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ عضلہ کو کھولتی۔ بالوں کو فائدہ دیتی ہے اور جوں دردِ سر مزمن خارش۔ پھنسی پھوڑے اور مرگی میں مفید ہے۔ اس کا جوشاندہ پینا اسے کوٹ کر پینے سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔ اس کی مقدار خوراک تین درہم تک ہے اور اس کے پانی کی مقدار خوراک پانچ درہم تک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ گل بنفشہ۔ سرخ اور کشمش کو جوشاندہ میں ڈال لیا جائے۔ تو یہ اس کی مصلح ہے۔

رازی کہتا ہے کہ سنا اور شاہترہ اخلاطِ محترقہ کے مسہل ہیں۔ اور خارش و جرب کو نافع ہیں۔ اور ہر ایک میں سے چار سے سات درہم تک مقدار خوراک ہے۔

رہی سنوت۔ تو اس کے معنی میں آٹھ اقوال ہیں۔

ایک: یہ شہد کا دوسرا نام ہے۔

دوسرا: یہ گھی کا گرم ہتلا رُب ہے۔ اور گھی پر سے سیاہ خطوط کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔

تیسرا: یہ کمون کی طرح حبوب ہوتے ہیں۔ اور یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔

چوتھا۔ یہ کمون کرمانی کا نام ہے۔

پانچواں ابوحنیفہ دینوری نے کسی اعرابی سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ رازیانج ہے۔

چھٹا یہ سونف کا نام ہے۔

ساتواں یہ کھجور کا نام ہے۔ اسے ابوبکر بن سنی حافظ نے نقل کیا ہے۔

بعض اطباء کا کہنا ہے یہ مطلب معقول اور قرین صواب بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنا کو کوٹ کر اس شہد میں ملا دیا جائے۔ جس میں پہلے گھی ملا ہو۔ پھر اسے چٹا دیا جائے۔ اسے مفرداً استعمال کے بجائے یہی بہتر صورت ہے۔ کیونکہ شہد اور گھی میں سنا کی اصلاح اور اسہالی قوت میں اعانت کی تاثیر پائی جاتی ہے۔

ترمذیؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے - بہتر علاج جو تم کرتے ہو وہ سعوط - لدود - سینگیاں لگوانا اور چلنا ہے - کیونکہ چلنے سے طبیعت میں مادۂ خارجہ کو خارج کرنے کے لیے تلیین و اسہال کی قوت آجاتی ہے!

ان احادیث اور طرق علاج کے سلسلہ میں دو باتیں پیش نظر رکھنا چاہئیں۔

۱- ان میں سے اکثر احادیث کا پایۂ استناد اس معیار پر پورا نہیں اترتا جو بخاری و مسلم کا ہے، الا ماشاء اللہ۔

۲- جو طریق علاج آں حضرتؐ سے قطعی طور پر ثابت ہے اس کے درست اور بجا ہونے میں شبہہ نہیں، لیکن جس کی قطعیت ثابت نہ ہو، اسے مقامی احوال پر محمول کیا جائے گا۔

جسم کی پاکیزگی

تدبیر ــــــ طریقہ ــــــ علاج

صحیحین میں حضرت قتادہؓ سے حدیث مروی ہے، انھیں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت زبیرؓ بن عوام کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ بن عوام نے ایک غزوہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جوؤں کے متعلق شکایت کی۔ آپؐ نے انھیں ریشم پہننے کی اجازت دی۔ اور میں نے ان کے بدن پر (ریشم) دیکھا۔

اس حدیث میں دو امور کا ذکر ہوا ہے۔ ایک فقہی اور دوسرا طبی۔

فقہی تو یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم مطلقاً مباح ہے۔ اور کسی ضرورت یا مصلحت راجحہ کے سوا مردوں کے لیے حرام ہے۔ حاجت یہ ہے سخت جاڑا ہو۔ اور اس کے سوا کوئی اور لباس مہیا نہ ہو۔ نیز خارش، حکۃ یا کسی مرض یعنی جوؤں کے لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ جیسے حضرت انسؓ کی مروی صحیح اس پر شاہد ہے۔

امام احمدؒ سے دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت میں اس کا جواز ملتا ہے، اور امام شافعیؒ سے بھی دو اقوال میں سے زیادہ صحیح قول میں ایسا ہی منقول ہے، کیونکہ اصل تو عدم تخصیص اور عدم رخصت ہے اور جب امت کے ایک حصہ پر کسی سبب سے اس کی رخصت ثابت ہوگئی تو یہ سبب جہاں بھی پایا جائے گا، عدم سبب کے باعث اس کا حکم بھی وہاں ضرور موجود ہوگا۔

اور امر طبی یہ ہے کہ ریشم حیوانی دواؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے بھی حیوانی ادویہ میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا مخرج ایک کیڑا ہے۔ اور اس میں کئی ایک فوائد ہیں۔ اس کے خواص میں دل کو تقویت دینا ہے یہ مفرح بھی ہے اور کئی امراض میں نافع ہے۔ سرمہ لگایا جائے تو تقوی بصر بھی ہے اور خام حالت میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ درجہ اوّل میں گرم خشک ہے۔ ایک قول کے مطابق گرم ہے اور بعض کے نزدیک معتدل ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ جب ریشم کا لباس سب سے زیادہ معتدل اور بدن کے لیے زیادہ موافق ہے۔ تو شریعتِ کاملہ فاضلہ نے اسے مردوں کے لیے کیوں حرام قرار دیا؟ حالانکہ شریعت نے طیبات کو حلال کیا ہے اور صرف خبائث کو حرام کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہوگا کہ شریعت نے اسے اس وجہ سے حرام قرار دیا تاکہ نفوس اس سے رک جائیں۔ اور اللہ کی طاعت کی خاطر اسے ترک کرکے ثواب لوٹیں، اور یہ ضروری چیز ہے کہ انھیں اس کا صلہ ملے۔

بعض کہتے ہیں کہ (ریشم) اصل میں عورتوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، جیسے سونا ان کے لیے زیور ہے اور مردوں پر عورتوں سے تشابہ کی وجہ سے حرام کردیا گیا۔

بعض کا قول ہے کہ اس میں فخر و غرور پایا جاتا ہے، اس لیے حرام ہے۔

اور نسائیؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری امت کی عورتوں کے لیے ریشم اور سونا حلال کیا ہے اور مردوں پر حرام کردیا ہے۔

ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ:

میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام کردیا گیا اور عورتوں کے لیے حلال کردیا گیا۔

صحیح بخاریؒ میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر اور دیباج پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے۔

یہ ان (غیر مسلموں) کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں ہوگا۔

ذات الجنب

دوا، معالجہ، کیفیت، پرہیز

جامع ترمذیؒ میں حضرت زیدؓ بن ارقم کی حدیث مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ذات الجنب میں قسط بحری اور زیتون سے علاج کرو۔

اطبار کے نزدیک ذات الجنب کی دو انواع ہیں۔ نوع حقیقی اور نوع غیر حقیقی۔

نوع حقیقی میں ورم حار ہوتا ہے جو پسلیوں کے ساتھ غشاء باطنی میں ایک پہلو پر لاحق ہو جاتا ہے اور غیر حقیقی میں ریاح غلیظہ کے باعث پہلو میں نمونئے کا سا درد محسوس ہوتا ہے جو پردوں میں نفوذ کر آتا ہے۔

ذات الجنب حقیقی کا مماثل درد بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن اس قسم کے درد میں کھنچاؤ ہوتا ہے، اور حقیقی ذات الجنب میں (درد) کی حالت بہت زیادہ سخت ہوتی ہے۔

ذات الجنب میں پانچ اعراض ضرور پائے جاتے ہیں۔ بخار۔ کھانسی، چبھنے والا درد تنگیٔ تنفس اور نبض منشاری۔

حدیث میں جو علاج آتا ہے، وہ اس نوع کے لیے نہیں، بلکہ وہ دوسری نوع کے لیے ہے جو غلیظ ریح کے باعث پیدا ہوتا ہے کیونکہ قسط بحری دراصل عود ہندی ہوتی ہے، جیسے دوسری احادیث میں قسط ثانی کا ذکر ہے کہ جب اسے نرمی سے کوٹا جائے اور گرم زیتون کے ساتھ ملایا جائے اور ریح کی جگہ ملا جائے یا چٹایا جائے تو یہ اس کے لیے نافع ہوگی اور مادّے کو تحلیل کر کے مرض کو ہٹائے گی۔ نیز اعضائے باطن کو قوت دے گی اور سدّوں کو کھول دے گی۔ عود مذکور میں اسی قسم کے فوائد ملتے ہیں۔

ذات الجنب حقیقی میں بھی قسط نفع بخش ہو سکتی ہے۔ اگر اس کا سبب بلغمی مادہ ہو۔ اور اس کا فائدہ انحطاط مرض کے وقت خصوصاً زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

ذات الجنب خطرناک امراض میں سے ہے۔

صحیح حدیث میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں حضرت میمونہؓ کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ جب افاقہ سا ہو جاتا، تو آپؐ باہر تشریف لاکر نماز پڑھاتے۔ اور جب تکلیف زیادہ ہو جاتی، تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ شدت درد کے باعث تکلیف زیادہ ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کے پاس ازواج مطہراتؓ حاضر ہوئیں اور آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور ام فضلؓ بنت حرث اور اسماءؓ بنت عمیس بھی حاضر ہوئیں۔ انھوں نے لدود دینے کا مشورہ کرکے وہ دوا دے دی، اس وقت آپؐ بیہوشی کے عالم میں تھے۔ جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

یہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں آپؐ نے ارض حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت ام سلمہؓ اور اسماءؓ نے یہ دوا دی تھی۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمیں خیال تھا کہ شاید آپؐ کو ذات الجنب ہو گیا ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، یہ دوا کس چیز پر مشتمل تھی؟

انھوں نے عرض کیا، عود ہندی، کچھ کسنبہ اور زیتون کے دو قطروں کے ساتھ۔

آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ مرض وارد نہ کرے گا۔ تم میں سے کوئی بھی دوا دینے والا میرے چچا عباسؓ کے سوا اس کمرہ میں نہ رہے۔

دردِ سر اور دردِ شقیقہ

کیفیت، اسباب، علامات، علاج

سنن ابن ماجہ میں حدیث منقول ہے، جس کی صحت مختلف فیہ ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دردِ سر ہوتا تو آپؐ مہندی لگاتے اور فرماتے کہ اللہ کے اذن سے یہ صداع (دردِ سر) میں مفید ہے۔

صداع ایک ایسا مرض ہے کہ جس سے سر کے بعض حصّوں یا سارے سر میں درد ہوجاتا ہے۔ اور جو دردِ سر کے ایک ہی حصہ میں قائم ہوجائے اسے شقیقہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر سارے سر میں پھیل جائے تو اسے بیضہ اور خودہ کا نام دیا ہے کیونکہ اس کی (خود) سے مشابہت ہوتی ہے جو جنگ کے موقع پر پہنا جاتا ہے۔

گاہے گاہے سر کے پچھلے یا اگلے حصہ میں بھی درد ہوتا ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں اور اس کے اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں۔

ایک تو اخلاطِ اربعہ میں سے کسی خلط کا غالب آجانا، یہ چار اسباب ہوئے۔

پانچواں معدہ میں پھوڑوں کی وجہ سے کہ سر بھی اس ورم سے متاثر ہوکر دردناک ہوجاتا ہے، کیونکہ سر سے نیچے معدہ کی طرف جانے والے عصب آپس میں متصل ہیں۔

چھٹا معدہ میں غلیظ ریح کے باعث کہ وہ سر کی جانب صعود کرکے موجب صداع ہوتی ہے۔

ساتواں عروقِ معدہ میں ورم کے باعث کہ معدہ کے اتصال کی وجہ سے سر میں بھی درد ظاہر ہوجاتا ہے۔

آٹھواں استفراغ اور قے کے بعد یبوست یا معدہ سے بخارات چڑھنے کے سبب سے سر درد لاحق ہوجاتا ہے۔

نواں شدتِ حرارت یا گرم ہوا کے باعث سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

دسواں اعراضِ نفسانیہ، مثلاً غم، حزن وملال۔ وساوس وافکار کے باعث دردِ سر ہوجاتا ہے۔

گیارھواں دماغ کے پردے میں ورم آجانے سے درد ہونے لگتا ہے، اس صورت میں مریض سمجھتا ہے کہ اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جارہے ہیں۔

بارھواں، بخار میں شدتِ حرارت کے باعث سر میں درد لاحق ہوجائے، واللہ اعلم۔

شقیقہ کا سبب وہ مادّہ ہوتا ہے جو سر کی شریانوں میں واقع ہوتی ہے یا ان کے اندر باہر سے آجاتا ہے۔ اس طرح جو حصہ سر کمزور ہوتا ہے وہ اس سے متاثر ہوجاتا ہے۔

ابونعیم نے کتاب الطب النبوی میں اس نوع کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس نوع کا درد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوجاتا، تو ایک یا دو روز ٹھہرتا۔ اس میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور آپؐ کے سر پر پٹی بندھی تھی، اور صحیح روایت میں ہے کہ آپؐ نے مرضِ وفات میں فرمایا:

آہ درد سر!

اور مرض کی حالت میں آپؐ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ اور دردِ شقیقہ اور سر کے دوسرے دردوں میں سر پر پٹی باندھنا بہت ہی فائدہ بخش ہے۔

اس کا علاج اس اختلافِ انواع واسباب کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ بعض میں استفراغ سے علاج کرنا پڑتا ہے اور بعض میں غذا سے صحت ہوجاتی ہے اور بعض حالت میں سکون وخاموشی سے آرام آجاتا ہے۔ بعض میں ضماد لگانے بعض میں تبرید اور بعض حالتوں کے اندر حرارت پہنچانے سے آرام آتا ہے۔ بعض صورتوں میں حرکات اور آوازوں کے سننے سے پرہیز کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس بحث سے خود ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ دردِ سر کے اندر مہندی سے علاج کرنا ایک جزوی علاج ہے، کلّی نہیں بلکہ صرف ایک ہی نوع کے لیے مفید ہے کیونکہ جب دردِ سر حرارت زیادہ سے ہوگا، اور کوئی ایسا

مادّہ بھی نہ ہو کہ جس کا استفراغ ضروری ہو تو اس صورت میں مہندی بین فائدہ دے گی۔ اسے کوٹ کر سرکہ میں ملا کر پیشانی پر ضماد کرنے سے دردِ سر میں افاقہ ہوگا۔

امام بخاریؒ نے تاریخ بخاری میں بتایا ہے اور سنن ابی داؤدؒ میں بھی روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب بھی دردِ سر کی شکایت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا، سینگیاں لگواؤ، اور جب بھی کسی نے پاؤں کے درد کی شکایت پیش کی، تو فرمایا، مہندی لگاؤ۔

جامع ترمذیؒ میں سلمیٰ ام رافع خادمہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی پھوڑا پھنسی ہوتا یا کانٹا چبھ جاتا تو آپ اس پر مہندی لگاتے۔

حنا (مہندی)

فوائد، طریق استعمال، اثرات

مہندی درجہ اول میں سرد درجہ دوم میں خشک ہے، اس کے فوائد یہ ہیں۔ کہ محلل ہے اور آگ سے جلنے میں نافع ہے۔ نیز اس کو اگر عصب پر (پٹھوں پر) ضماد کیا جائے تو مقوی اعصاب بھی ہے اور قروح (زخم) فم اور سلاق (مسوڑھوں کے زخم) مرض میں اس کا چبانا فائدہ بخش ہے، بچوں کے قلاع (منہ آجانا) کے مرض کو فائدہ دیتا ہے اس کا ضماد کرنا ورم حار کو نافع ہے۔ زخموں میں اس کی تاثیر دم الاخوین سے مشابہ ہے اور جب اسے موم مصفی اور روغن گلاب میں آمیز کر دیا جائے۔ تو یہ پسلی کے درد میں فائدہ دیتی ہے۔ نیز جب بچے میں جدری (چیچک) کا مرض ظاہر ہو۔ تو اس کو پاؤں کے تلوؤں پر لگانے سے اُس کی آنکھوں میں کوئی دانہ نہیں نکلتا اور آنکھیں محفوظ رہتی ہیں، اور یہ مجرب ہے۔ اور جب اس کا سفوف کپڑوں کی تہوں میں ڈال دیا جائے تو ان میں خوشبو پیدا کرتی ہے، نیز جون سے حفاظت کرتی ہے۔ اور جب اس کے پتوں کو آب شیریں میں رکھا جائے۔ پھر نچوڑ لیا جائے اور یہ مصفا پانی چالیس روز تک روزانہ بیس درہم کی مقدار میں دس درہم شکر ملا کر پیا جائے اور ساتھ ہی مریض کو چھوٹی بھیڑ کا گوشت کھلایا جائے، تو جذام کی ابتدائی حالت میں حد درجہ عجیب اور اثر انگیز طور پر نفع بخش ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی کی انگلیوں کے ناخن پھٹ گئے اور اس نے امکان بھر

ہر طرح کا علاج کیا، مگر لاحاصل، آخر ایک عورت نے اسے بتایا۔ کہ وہ دس روز تک مہندی کا پانی پیئے۔ اس نے طریق مذکورہ پر پانی پیا، اور صحت یاب ہو گیا۔ اور اس کے ناخن دوبارہ صحت مند ہو گئے۔

مہندی بالوں کو اگاتی، انہیں قوت وحسن دیتی اور سر کو قوت دیتی اور پنڈلیوں ٹانگوں اور تمام پھوڑے پھنسی سے محفوظ رکھتی ہے[1]

---

[1] مہندی کے فوائد طب جدید نے یعنی ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کیے ہیں اور کوئی شبہہ نہیں یہ فوائد بے شمار ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ان طبی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جن میں اشیائے مقررہ کے خواص تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں،

علاج اور تیمارداری

دورانِ علالت میں مریضوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے؟

جامع ترمذیؒ۔ اور ابن ماجہؒ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتلایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کرو۔ کیونکہ اللہ عز وجل انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔

بعض فاضل اطباء کا قول یہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سراسر مبنی بر مصلحت ہے، خصوصاً اطباء کے لیے اور ان کے لیے جو معالجات کے پیشہ سے متعلق ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض جب کھانا یا پینا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ یا تو طبیعت مرض کو دفع کرنے میں مصروف ہوتی ہے۔ یا خواہش کی کمی یا اس کا یکسر فقدان اس کا موجب ہوتا ہے کیونکہ حرارت غریزیہ ضعیف ہوتی، یا قریب قریب سرد ہو جاتی ہے بہر حال جو بھی حالت ہو، اس حالت میں مریض کو کھانا دینا مناسب نہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بھوک کا مطلب یہ ہے کہ اعضائے بدن بدل ما یتحلل کے باعث غذا کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس طرح غذا کی خواہش (بھوک) ہوتی ہے۔ اور اگر مرض موجود ہو تو طبیعت دفع مرض اور مادۂ مرض کے نضج و اخراج میں پوری سرگرمی دکھانے لگتی ہے۔ اس لیے طلب غذا، اور پانی سے رک جاتی ہے۔ اب اگر مریض کو کھانے پر مجبور کیا جائے تو طبیعت کے فعل (شافی) میں تعطل واقع ہو جائے گا۔ اور اسے ہضم کرنے میں مصروف ہو جانا پڑے گا۔ اس طرح مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ لاحق ہوگا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ گاہے گاہے مریض کو کھلانے اور پلانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ معاملہ ان امراض میں ہوتا ہے جہاں عقل بھی مختل ہو چکی ہو۔ اس بنا پر یہ حدیث، عام، مخصوص، یا مطلق، ہوگی، جس کی تقیید دلیل اور معنی دونوں سے ثابت ہے، یعنی حدیث کا مطلب یہ ہوگا: کہ مریض کچھ عرصہ تک غذا کے بغیر بھی گذار سکتا ہے، اور تندرست آدمی اس طرح گذارا نہیں کر سکتا۔ اور مریض کا اللہ کی جانب سے تغذیہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اطباء نے تغذیہ بالدم کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ نصرت اللہ عزوجل کے سامنے اس کے ضعف و عجز کے مطابق ہوتی ہے۔ جب اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پروردگار کی رحمت اس کے قریب ہوتی ہے اب اگر اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگا۔ تو اسے اغذیہ قلبی، مرحمت ہوں گی، جن سے اس کی طبیعت کو قوت اور انبساط کی نعمت حاصل ہوگی۔ اس طرح اسے بدنی اغذیہ کی نسبت زیادہ فرحت حاصل ہوگی۔ اور جس قدر اس کا ایمان قوی ہوگا اسے اپنے پروردگار سے محبت ہوگی اور انس و فرحت کی نعمت سے بہرہ ور ہوگا، اور اپنے رب پر یقین اس کی رضا و لقاء کا شوق و ذوق قوی رکھتا ہوگا۔ اسی قدر اپنے قلب میں اس درجہ قوت محسوس کرے گا کہ اس کی تعبیر دشوار ہے۔ اور اطباء اسے محسوس کرنے اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں ناکام ہیں۔

جس کی طبیعت غلیظ ہو۔ اور وہ قوت ایمان اور تصدیق قلبی کے اوراق سے جاہل ہو وہ اس راز کو کسی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ ان عشاق کے حالات پر غور کیجئے جو اپنے محبوب کی صورت یا جاہ یا مال یا علم پر فریفتہ ہوتے ہیں، عوام اس سلسلہ میں مختلف عجائبات دیکھتے ہی رہتے ہیں۔

اور صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ آپ کئی کئی روز تک صیام وصال رکھتے۔ اور اپنے صحابہؓ کو اس سے منع فرماتے، اور فرمایا کرتے کہ میری حالت تم جیسی نہیں۔ کیونکہ مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اور یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ یہ کھانا اور پینا عام انسانوں کا کھانا اور پینا نہ تھا۔ ورنہ صوم وصال قائم ہی نہ رہتا۔ اور سارا امتیاز ہی ختم ہو جاتا۔ بلکہ آپ صائم (روزہ دار)

ہی شمار نہ ہوتے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے: میرا پروردگار مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور آپؐ نے اپنے اور صحابہؓ کے درمیان صوم وصال سے فرق فرمایا ہے۔ آپؐ ایسے امور پر قادر تھے جن پر صحابہؓ کو قدرت حاصل نہ تھی۔ اور اگر آپؐ باقاعدہ منہ سے (مادّی طور پر) کھانا کھاتے اور پانی پیتے۔ تو آپؐ یہ نہ فرماتے: کہ "میری حالت تمہاری طرح نہیں!"[1]

---

[1] اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپؐ کی غیر معمولی قوت برداشت عطائے الٰہی کا کرشمہ تھی، جس سے ہر شخص بہرہ ور نہیں ہو سکتا، اسی لیے آپؐ نے اندھا دھند لوگوں کو ایسی خیرات کے مظاہرہ سے منع فرمایا ہے۔

پھوڑے پھنسی

علاج ــــ احتیاط ــــ ادویہ

صحیحین میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ
" بہترین دوا جس سے تم علاج کرتے ہو، وہ سینگیاں لگوانا اور قسط بحری ہے۔ اور اپنے بچوں کو عذرہ میں نشتر سے چھیڑ کر عذاب نہ دو۔

سنن اور مسند میں انہی سے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی حدیث منقول ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضہ کے پاس تشریف لے گئے، ان کے پاس ایک بچہ تھا۔ جس کے نتھنوں سے خون بہہ رہا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا بات ہے ؟

عرض کیا گیا۔ اسے عذرہ کی تکلیف ہے یا اس کے سر میں درد ہے۔
آپؐ نے فرمایا: کتنے ناسمجھ ہو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ جس عورت کے کسی بچہ کو عذرہ کا مرض ہو جائے یا اس کے سر میں درد ہو۔ تو وہ قسط ہندی لے۔ اور اسے پانی میں رگڑ لے۔ پھر اسے سعوط (ناک میں چڑھانے) کرائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اسے یہی حکم دیا۔ چنانچہ بچے کا اسی طرح علاج کیا۔ اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

کہتے ہیں۔ کہ عذرہ ایک پھوڑا ہوتا ہے کہ جو کان اور حلق کے درمیان نکلتا ہے۔ اس کی وجہ سے حلق میں خون جوش مارنے لگتا ہے۔ اور یہ مرض اکثر بچوں کو لاحق ہوتا ہے۔ رہا پانی میں رگڑی ہوئی قسط سے اس کا نافع ہونا اس کی وجہ یہ ہے کہ عذرہ کا مادہ خون ہوتا ہے جس پر بلغم غالب آجاتا ہے اور قسط مجفف ہوتی ہے۔ لہاۃ کو سخت

کر کے اوپر اُٹھا دیتی ہے ۔ گلے ہے گا ہے اس کا خوب فائدہ ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی کبھی اس میں گرم دوائیں براہ راست اور کبھی بالعرض فائدہ بخش ہوتی ہیں ۔ اور صاحب قانون نے بھی سقوطِ لہاۃ (حلق کا کوا گر جانا) اس کا علاج تحریر کیا ہے قسط کو شب یمانی اور دانہ مرو کے ساتھ ملا کر استعمال کرایا جائے ۔

اور حدیث میں جس قسط بحری کا ذکر کیا ہے ۔ وہ عود ہندی ہے، اور اس کی سفید قسم شیریں ہوتی ہے ۔ اس کے فوائد بھی زیادہ ہیں ۔ اور عرب لوگ اپنے بچوں کا علاج کرنے کے اپریشن اور علاق کے ذریعہ کرتے ہیں ۔ اور علاق ایک ایسی چیز ہے کہ جسے وہ بچوں پر لٹکا دیا کرتے تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کام سے منع فرمایا ۔ اور بچوں کے لیے زیادہ فائدہ بخش اور سہل تر نسخہ بتا دیا ۔

قلبی بیماریاں

کھجوروں کے فوائد، منافع، اور خواص

سنن ابی داودؒ میں حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے انہیں حضرت سعیدؓ سے روایت پہنچی فرمایا۔ کہ میں بیمار ہوگیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی۔

آپؐ نے فرمایا! تجھے دل کا مرض ہے۔ اس لیے حرث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ جو بنو ثقیف میں سے ہے۔ اور علاج کرتا ہے، اسے چاہیے۔ کہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے۔ اور ان کی گھٹلیاں نکالے اور وہ تجھے دے۔

اور اس مرض میں کھجور ایک عجیب خاصیت رکھتی ہے، خصوصًا مدینہ کی کھجوروں میں اور بالخصوص کھجوروں کی نوع عجوہ میں تو یہ صفت بدرجہ تام ہوتی ہے، اور اس کی تعداد سات تک ہونا یہ وحی سے متعلق ہے۔

اور صحیحین میں حضرت عامر بن سعد ابی وقاصؓ سے مروی ہے۔ انہیں اپنے والد سے روایت پہنچی، انہوں نے بتایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صبح کو ان میں سے سات کھجوریں کھالے۔ اسے اس روز کوئی زہر یا جادو نقصان نہ دے گا۔

کھجور دوسرے درجہ میں گرم اور درجہ اول خشک ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اس میں رطوبت بھی پائی جاتی ہے۔ ایک قول کے مطابق معتدل ہے۔

کھجور میں صحت کی حفاظت کے لیے فاضل غذا پائی جاتی ہے۔ خصوصًا ان کے لیے

(زیادہ مفید ہے) جو اسے اپنی غذا کا جزو بنا چکے ہیں، جیسے اہل مدینہ وغیرہ۔ اور تمام سرد ممالک یا ان گرم ممالک میں جہاں دوسرے درجہ کی گرمی پڑتی ہے یہ ایک عمدہ غذا ہے اسی وجہ سے اکثر اہل حجاز اور یمن اور طائف کے لوگ یا ان کے مشابہ آب و ہوا کے رہنے والے ایسی گرم غذائیں کھانے کے عادی ہیں جیسے کھجور، شہد وغیرہ۔

نیز ہم نے دیکھا ہے کہ وہ کھانوں میں مرچیں اور زنجبیل دوسروں کی نسبت دس گنا زیادہ ڈالتے ہیں۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں زنجبیل (سونٹھ) کو اس طرح کھاتے ہیں جیسے حلوہ ہو۔ اور اہل مدینہ کے لیے کھجور گیہوں کے قائم مقام ہے۔ یہی ان کی قوت، اور اناج ہے۔

تمر عالیہ کھجور کی تمام اقسام سے زیادہ بہترین ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ جسم کو قوی کرتی ہے لذیذ اور حد درجہ شیریں ہوتی ہے۔

کھجور غذا ہے اور دوا بھی ہے اور پھل بھی، یہ ہر جنس میں داخل ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ مفید ثابت ہوتی ہے، یہ حرارتِ غریزی کو قوت دیتی ہے، دوسری غذاؤں اور پھلوں کے مقابلہ میں اس سے بہت کم فضلاتِ ردیہ پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ جس کے بدن میں تعفن و فساد اخلاط اکثر ہو جاتا ہو۔ اس کی اصلاح کرتی ہے۔

سات کے عدد اور اس کے خواص

رہی سات عدد کی خاصیت۔ تو قدر و شرع ہر لحاظ سے یہ درست ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرمائیں۔ ایام سات ہیں۔ اور انسان کا خلق سات اطوار میں ہوا۔ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں بھی سات تکبیریں ہوتی ہیں، اور اسی روز کے ستر ہزار آدمی بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔

الغرض سات کے عدد میں ایسے خواص ملتے ہیں جو دوسرے اعداد میں نہیں پائے جاتے۔ اور اطباء کو بھی لفظِ سات کے ساتھ مخصوص قسم کا تعلق خاطر ہوتا ہے، بقراط نے کہا ہے کہ اس عالم میں ہر چیز سات اجزاء پر مقدر ہے۔ نجوم سات ہیں۔ ایام سات ہیں لوگوں کی عمریں سات حصص میں منقسم ہیں۔

۱- پہلی طفلی سے سات برس تک۔

۲- پھر صبی سے چودہ برس۔

۳- پھر مراہق۔

۴- پھر شباب (نوجوان)

۵- پھر کہولت ادھیڑ عمری۔

۶- پھر شیخ (بوڑھا)

۷- پھر آخری عمر تک (بہت زیادہ بوڑھا)

اور اللہ تعالےٰ اس عدد کی تخصیص کے سبب میں اپنی حکمت و شرع سے خوب واقف ہے۔ کہ یہ اسی مطلب کے لیے ہے۔ یا کسی اور مطلب کے لیے!

اگر بقراط اور جالینوس یا دوسرا کوئی طبیب اس علاقہ میں اس شہر میں اس عدد کے متعلق بتا دیتا۔ کہ کھجوروں کی یہ تعداد سحر (جادو) اور زہر خورانی میں نافع ہے تو اطبا، فوراً پورے یقین و ایمان کے ساتھ قبول کر لیتے، حالانکہ (اطبار) کے لیے مغالطہ کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کا قول محض ظنی اور تخمینی ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ کلام یقینی قطعی برہانی ہوتا ہے۔ کیونکہ وحی پر مبنی ہوتا ہے اور وحی کو قبول کرنا و تسلیم کرنا اور اس پر اعتراض نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور لائق ہے۔ اور تمام ادویہ کبھی تو کیفیت کے اعتبار سے اثر کرتی ہیں۔ اور کبھی خاصیت کے لحاظ سے جیسے کئی قسم کے احجار اور جواہر اور یاقوت وغیرہ۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تمر مذکورہ کا اثر زہر کی بعض انواع پر ہو۔ تو اس صورت میں حدیث عام مخصوص ہوگی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا اثر اس شہر یا اس زمین کی خصوصیات کے سبب سے ہو اور ہر قسم کے زہر پر شفا بخش اثر رکھتی ہو۔ لیکن اس موقع پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مریض کی شفا، دوا کرنے اور اس کے نافع ہونے کا اعتقاد رکھنے پر منحصر ہے۔ کیونکہ طبیعت جب پورے اطمینان سے دوا قبول کرے گی۔ تو وہ دفع مرض میں مدد دے گی۔ حتیٰ کہ کئی امراض محض اعتقاد اور حسن سلوک سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور لوگوں نے اس سلسلہ میں کئی عجیب عجیب واقعات دیکھے ہیں۔ اور دوا و شفا میں جس چیز کا بڑا اثر ہوتا ہے

نیز قلوب وابدان حتیٰ کہ معاشی و معاد و دنیا و آخرت ہر جگہ اس کا اثر لازمی ہوتا ہے۔ وہ قرآن ہے، قرآن ہر مرض کی شفاء ہے۔ لیکن ان قلوب پر آخر وہ کیوں شفابخش اثر نہیں کرتا کہ جنہیں اس پر اعتقاد ہی نہیں۔ اور اس کی نافع حیثیت کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ ان کے مرض میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ حالانکہ امراض قلب کے لیے قرآن سے زیادہ شفابخش کوئی نسخہ نہیں، اس کی شفا بھی کامل اور اکمل ہوتی ہے۔ یہ کسی قسم کا مرض رہنے نہیں دیتا۔ اور پھر صحت کی خوب حفاظت کرتا ہے اور ہر آفت اور مرض سے بچاتا ہے۔ اس کے باوجود اکثر قلوب کا اس سے اعراض اور اس پر پختہ اعتقاد نہ ہونا۔ اور اس کا عدم استعمال۔ اور اس کی بجائے ان ادویہ کے پیچھے پھرنا۔ جو اس کے ہم جنسوں (آدمیوں) کی ایجاد ہیں۔ (اسی خرابی کے باعث) ہی ان کے اور شفا کے درمیان پردہ آجاتا ہے۔ چنانچہ امراض و تکالیف غالب آجاتی ہیں۔ اور قلوب میں امراض مزمنہ لاحق ہو جاتے ہیں۔ مرض بڑھتے جاتے ہیں۔ اور اطباء اپنے ہم جنسوں کے علاج سے عاجز آجاتے ہیں۔ اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ مرض میں برابر اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ضرر اغذیہ کے دفعیہ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

پھل اور ان کی اصلاح جس سے ان کی مضرت دور ہو جائے اور ان کا نفع پورا پورا حاصل ہو۔ اسی سلسلہ میں صحیحین میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی حدیث مروی ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تر کھجور کے ساتھ ککڑی کھاتے دیکھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ موٹا ہونے کے لیے مجھے ہر چیز دی گئی۔ لیکن میں فربہ نہ ہوئی آخر مجھے ککڑی اور تر کھجور دی گئی، جس سے میرے بدن پر موٹاپا آ گیا۔ غرض سرد کا گرم سے اور گرم کا سرد سے اور خشک کا تر سے اور تر کا خشک سے ضرر دفع کیا جا سکتا ہے اور ایک دوسرے کی ترکیب سے اعتدال کرنا یہ علاجات اور حفظانِ صحت کا ایک عمدہ طریقہ ہے، اس کی مثال پچھلے ابواب میں سنا اور سنوت کی ترکیب میں گذر چکی ہے۔ اور سنوت ایسے شہد کو کہتے ہیں جس میں اصلاح کے لیے گھی ملا دیا ہو۔ تاکہ اس سے سنا کی اصلاح اور تعدیل ہو سکے۔ پس اس ذات پر اللہ کا صلوٰۃ وسلام ہو۔ جسے قلوب و ابدان کے علاج اور مصالح دنیا و آخرت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔

پرہیز اور احتیاط

پرہیز کے اقسام اور ان کے اثرات ونتائج

علاج دراصل پرہیز اور حفظ صحت کا نام ہے۔
اور جب کسی طرح کی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ تو مناسب استفراغ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ایسے ہی قواعد پر تمام طب کا مدار ہے۔
پرہیز کے دو اقسام ہیں۔
۱- ایک مرض پیدا کرنے والی بات سے پرہیز۔
۲- اور دوسرے اس بات سے پرہیز جو مرض میں اضافہ کا سبب بن سکتی ہے۔
پہلا پرہیز تندرست لوگوں کے لیے ہے۔ اور دوسرا مریضوں کے لیے۔ چنانچہ مریض جب پرہیز شروع کر دیتا ہے تو اس کا مرض زیادہ بڑھنے سے رک جاتا ہے۔ اور دفع مرض میں (طبیعت) کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پرہیز میں اللہ کا فرمان ہے۔
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔
یعنی اور اگر ہو تم مریض یا سفر پر یا آئے تم میں سے کوئی پاخانہ سے یا چھو تم عورتوں کو اور نہ پاؤ پانی تو تیمم کرو پاکیزہ مٹی سے۔
چنانچہ اس میں مریض کے لیے پانی کے استعمال سے پرہیز کا حکم ہے۔ کیونکہ اس حالت میں پانی اسے ضرر دے گا۔
اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ام منذر بنت قیس انصاریہ سے مروی ہے وہ

فرماتی ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ ان کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے۔ اور مرض کی وجہ سے حضرت علیؓ کمزور ہو چکے تھے ہمارے یہاں دوالی دیاہ انگور لٹک رہے تھے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اس میں سے کھانے لگے۔ اور حضرت علیؓ بھی اٹھے وہ بھی کھانے لگے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا، تم کمزور ہو۔ انھوں نے ہاتھ روک لیا۔ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے جو اور شہد کو آمیز کیا۔ میں اسے لے کر حاضر ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زیادہ درست ہے۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے نافع ہوگا، ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ یہ زیادہ درست ہے یہ تمہارے زیادہ موافق ہوگا۔

اور سنن ابن ماجہؒ میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے سامنے روٹی اور کھجور تھی۔

آپؐ نے فرمایا، قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ میں نے کھجور لی اور کھانے لگا۔

آپؐ نے فرمایا، تم کھجور کھاتے ہو حالانکہ تمہیں آشوب (چشم) ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں دوسری جانب سے کھا رہا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

علاج اور پرہیز سے متعلق

معلومات ضروریہ اور نافعہ

جن سے مریض اور تندرست کو ضروری طور پر پرہیز کرنا چاہیئے۔ جب اس کی خواہش ہو اور طبیعت کا اس طرف میلان ہو۔ اس وقت اگر اسقدر کھانا کھالے۔ جس کو ہضم کرنے سے طبیعت عاجز نہ آجائے تو اس میں کوئی ضرر نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہوگا۔ کیونکہ طبیعت اور معدہ (اسقدر خوراک) کو خواہش سے قبول کرتے ہیں۔ اس لیے ضرر سے تحفظ ہو جاتا ہے، اور گاہے گاہے باوجود طبیعت کی کراہت کے غذا کا کھانا نافع ہوتا ہے۔ اسی باعث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیبؓ کو تھوڑی سی کھجوریں کھا لینے سے منع نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ قلیل مقدار میں کوئی مضرت نہیں۔

اسی طرح حضرت علیؓ کے متعلق مروی ہے۔ کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علیؓ آئے۔ انہیں آشوب چشم تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں تھیں جنہیں آپؐ کھا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا! اے علی کھاؤ گے؟ یہ کہہ کر ایک کھجور ان کی طرف پھینکی۔ پھر دوسری اس طرح سات کھجوریں مرحمت فرمائیں۔ پھر فرمایا! اے علی اسی قدر کافی ہیں۔

نیز اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حضرت عکرمہؓ کی حدیث منقول ہے جو انہیں حضرت ابن عباسؓ سے ملی۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی عیادت فرمائی، اور

اس سے دریافت فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں گندم کی روٹی چاہتا ہوں۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں، کہ میں پراٹھا چاہتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس کے پاس گندم کی روٹی ہو اسے چاہیئے کہ اپنے بھائی کے پاس بھیجے۔ پھر فرمایا، جب مریض کسی چیز کی خواہش کرے تو اسے کھلا دو۔"

اس حدیث میں ایک لطیف طبی راز ہے۔ کیونکہ مریض طبعی اور سچی بھوک کے ساتھ جو چیز بھی کھائے گا۔ اس کا ضرر بھی نفع میں بدل جائے گا۔ اور اگر بغیر اشتہا کے کھائے گا تو اس کا نفع بھی ضرر بن جائے گا۔ کیونکہ جوع صادق کی وجہ سے طبیعت ضرر کو از خود دور کر دیتی ہے۔

آشوبِ چشم

سکون ، ترک حرکت ، اور پرہیز

اس سے قبل گزر چکا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضؓ کو کھجوروں کے استعمال سے منع فرما دیا۔ جب انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ نیز آشوب کی حالت میں حضرت علی رضؓ کو تر کھجوروں سے منع فرما دیا۔ اور ابو نعیم نے کتاب الطب النبوی میں لکھا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے جسے بھی آشوب چشم کی تکلیف ہوتی۔ آپؐ ان کے پاس تشریف نہ لاتے۔ حتیٰ کہ وہ صحتیاب ہو جاتیں۔ آشوب ایک گرم ورم ہوتا ہے۔ جو آنکھ کے طبقہ ملتحمہ میں لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ اوپر کا سفید حصہ ہوتا ہے۔ اس کا سبب اخلاط اربعہ میں سے کسی خلط کا گرنا یا سر اور بدن میں کثیر مقدار میں گرم ریح کا آنا ہے۔ جس میں سے ایک حصہ آنکھ کے پردہ کی طرف جاتا ہے۔ یا آنکھ پر تیز دھوپ پڑ جانے سے یہ مرض لاحق ہوتا ہے، اس طرح طبیعت (دفیعہ مرض کے لیے) اس طرف خون کی ایک کثیر مقدار بھیجتی ہے۔ تاکہ مرض کو ہٹانے میں اس سے مدد لی جاسکے اسی باعث عضو ماؤف میں ورم آجاتا ہے،

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنی بیوی حضرت زینب رضؓ سے فرمایا، جب ان کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ اگر تم اس طرح کرو۔ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ تو پھر تم بہت جلد صحتیاب ہو جاؤ گی، اپنی آنکھوں پر پانی ڈالو، اور یہ دعا پڑھو۔

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاء لایغادر سقما

یعنی: تکلیف ہٹا اے لوگوں کے پروردگار شفا عطا فرما۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کہیں سے شفا نہیں۔ (ایسی شفا دے) کہ کوئی تکلیف نہ رہے۔"

کئی بار گذر چکا ہے۔ کہ یہ مرض اور بعض آنکھوں کے درد بعض ممالک سے مختص ہیں اس لیے کلام نبوت کے حصہ جزئی خاص کو عام کلی نہ بنایا جائے۔ نہ کلی عام کو جزئی خاص بنانا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے غلط اور خلافِ واقعہ نتائج نکلتے ہیں!

سُن ہو جانے کا علاج،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بتائی ہوئی تدبیر

ابو عبید نے ایک غریب حدیث میں حضرت ابی عثمان ہندی سے روایت کیا ہے کہ ایک گروہ ایک درخت کے پاس سے گذرا۔ ان لوگوں نے اس میں کچھ کھایا۔ انھیں ایسا محسوس ہوا کہ ہوا آئی اور پھر منجمد ہو گئے[1]۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شنان میں پانی ٹھنڈا کر کے ان لوگوں پر دو اذانوں کے درمیان ڈال دو۔

آپؐ کا فرمان کہ "دو اذانوں کے درمیان" تو اس کا مطلب صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان ہے۔ آپؐ نے اقامت کو اذان فرمایا۔

بعض اطباء کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمایا ہوا علاج تمام معالجات سے افضل ہے کیونکہ یہ مرض اکثر و بیشتر حجاز میں ہوتا ہے جو گرم خشک علاقہ ہے (چنانچہ ضد سے اس کا علاج کیا گیا) اور اگر سقراط و جالینوس وغیرہ یہ علاج بتاتے تو اطبا سر نیاز خم کر دیتے اور ان کے کمالِ معرفت پر انگشت بدنداں رہ جاتے۔

---

[1] یعنی سُن ہو گئے۔

مکھی

جس کے ایک پر میں زہر ہے دوسرے میں شفا

اور آپؐ کا ارشاد ہے کہ زہروں کے مضرات کو بالاضداد دیہ سے دور کرو۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے، اور دوسرے میں شفا۔

اور سنن ابن ماجہؒ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکھی کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ اس لیے جب وہ کھانے میں گر جائے تو اسے غوطہ دے دو، کیونکہ وہ زہر (والا پر) پہلے ڈبوتی ہے۔ اور شفاء والا موخر رکھتی ہے۔

اس حدیث میں دو احکام ہیں، ایک فقہی حکم اور ایک طبی حکم۔

فقہی حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب پانی یا سیال چیز میں مکھی گر کر مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا جمہور علماء کا یہی قول ہے اور سلف میں اس کے خلاف معلوم نہیں۔ خصوصاً اگر کھانا گرم ہو۔ کیونکہ اگر کھانا نجس ہو جاتا، تو آپؐ کھانے کے خراب ہونے کی خبر دیتے، اس کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اصلاح کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اس حکم کو ہر اس حیوان پر لگایا گیا کہ جس میں دم سائلہ (بہنے والا خون) نہ ہو، جیسے شہد کی مکھی۔ بھڑ۔ مکڑی وغیرہ کیونکہ عموم علت کے باعث حکم میں بھی عمومیت آجاتی ہے اور سبب کی نفی سے حکم بھی منتفی ہو جاتا ہے۔

اور طبی مطلب یہ ہے کہ ابوعبید نے فرمایا: "امقلوہ" کا مطلب ہے کہ اسے ڈبو دو تاکہ اس کی شفاء بھی باہر آجائے، جیسے مرض باہر آیا تھا۔

یاد رکھنا چاہیے، مکھی میں ایسا زہریلا مادہ ہوتا ہے جس کے پھیلنے سے خارش اور ورم لاحق ہو جاتا ہے، یہ اس کا ہتھیار ہے، اس لیے جب وہ کسی کو ایذا دینا چاہتی ہے تو اس ہتھیار سے کام لیتی ہے۔ اس وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس زہر کا اس کے دوسرے پر سے مقابلہ کرو، جس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے شفاء رکھی ہے۔ اس لیے اسے مکمل طور پر پانی یا کھانے میں غوطہ دیا جائے گا۔ چنانچہ مادۂ سمی اور مادۂ نافعہ کا تقابل ہو کر ضرر ختم ہو جائے گا۔ اور یہ ایسا علاج ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس تحقیق تک رسائی حاصل نہیں کر سکے۔ اور کئی اطباء نے بتایا ہے کہ بھڑ یا بچھو کے ڈسنے پر اگر مکھی کو ملا جائے تو مریض کو سکون ہو جاتا ہے اور یہ صرف اس مادّے کی وجہ سے ہے۔ کہ جس میں (اللہ تعالےٰ نے) شفاء ودلیعت کر رکھی ہے۔ اور جب مکھیوں کے سر کاٹ کر باقی حصہ کو آنکھوں کے بالوں پر نکلنے والی پھنسی پر لگایا جائے جسے شعرہ کہتے ہیں تو وہ مندمل ہو جاتی ہے۔

پھنسی کا علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

کتاب ابن سنیؒ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میری انگلی پر پھنسی نکلی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس ذریرہ ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا، اسے اس پر رکھو، اور یوں دعا کرو

اللھم مصغر الکبیر و مکبر الصغیر صغر ما بی

(یعنی اے اللہ بڑے کو چھوٹا کرنے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، میری تکلیف کو چھوٹا ختم کر دے)

ذریرہ ایک ہندی دوا ہے جو قطب الذریرۃ سے تیار ہوتی ہے۔ یہ گرم خشک ہوتی ہے اور معدہ اور جگر کے اورام اور استسقاء میں مفید ہے، خوشبو کے باعث قلب کے لیے مقوی اور مفرح ہے۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ حل و احرام کے لیے حجۃ الوداع کے موقع پر ذریرہ کی خوشبو لگائی۔

بثرہ (پھنسی) ایک چھوٹا سا پھوڑا ہوتا ہے جو گرم مادے سے پیدا ہوتا ہے جسے طبیعت اس طرف پھینک دیتی ہے، چنانچہ جسم کے ایک حصہ پر ٹھہر کر وہیں سے خارج ہوتا ہے۔ اس کے لیے نضج کرنے اور پھر خارج کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور ذریرہ میں نضج اور اخراج کی صفات پائی جاتی ہیں۔ مزید براں اس میں خوشبو کے باعث تبریدی اثر بھی ہوتا ہے (جس کی وجہ سے پھنسی کی تکلیف کم ہو جاتی ہے)

اسی طرح صاحب قانون نے بتایا ہے کہ آگ سے جلنے کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ روغن گلاب اور سرکہ میں ذریرہ کو ملا کر لگایا جائے۔

حاد اور مزمن امراض و اورام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور ہدایات

حضرت علیؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک آدمی کے پاس عیادت کے لیے گیا، اس کی پیٹھ میں ورم تھا، عرض کیا گیا "اے اللہ کے رسول اس میں پیپ ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اسے شق کرو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں شق کرتا رہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ وہ اجوئی آدمی کے پیٹ میں شگاف دے۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول کیا اس کے لیے یہ علاج نافع ہے؟

آپؐ نے فرمایا جس ذات نے مرض نازل کیا ہے اس نے جس میں چاہا شفاء بھی نازل فرمائی۔

شق کرنے میں دو فوائد ہیں، ایک تو فاسد اور ردی مادہ کا اخراج، دوسرے مزید خراب مادے کے اجتماع میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ اجوی آدمی کے پیٹ میں شگاف دو۔

اجوی کے کئی معنی ہیں، ایک یہ کہ پیٹ میں گندا پانی جمع ہو جاتا ہے، جس سے استسقاء کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اور ان کے خیال میں یہ حکم استسقائے زقی میں ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور اس کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

۱۔ استسقائے طبلی، یہ وہ قسم ہے جس میں مادہ ریحیہ کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے۔ جب اس پر تھپکی دی جائے تو ڈھول کی آواز سنائی دیتی ہے۔

۲۔ دوسرا استسقائے لحمی۔

اس میں تمام بدن کا گوشت بمع ذکر پیٹ کے اندر مادہ بلغمیہ پیدا ہونے کی وجہ سے پھول جاتا ہے جو خون کے ساتھ ساتھ اعضائے بدن میں پھیل جاتا ہے۔ یہ پہلی قسم سے زیادہ شدید ہے۔

۳۔ تیسرا استسقائے زقی

یہ وہ ہے، جس میں پیٹ کے نچلے حصہ میں فاسد پانی جمع ہوجاتا ہے اور حرکت کے وقت اس کی اس طرح آواز آتی ہے کہ جیسے مشک میں پانی کی حرکت کی آواز، اور اکثر اطباء کے نزدیک یہ سب سے بدترین قسم ہے، اور اس کا علاج شگاف کے ذریعہ پانی نکالنا ہے۔

تیمارداری کا گُر

مریضوں کی تفریح اور تقویت قلب کا سامان

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے ، انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کی اجل کو مہلت دو[1] ۔ یہ مریض کو خوش کرنے کا طریقہ ہے ۔

اس حدیث میں علاج کے متعلق ایک بہت ہی کارآمد اور اعلیٰ نصیحت ہے اور وہ یہ ہے کہ مریض کی تقویتِ طبیعت کے لیے ایسا کلام کرو، جس سے اسے فرحت و انبساط حاصل ہو ۔ اور اس کی تقویت میں اضافہ ہو ۔ اور حرارت غریزی میں زیادتی ہو ، جس کی مدد سے طبیعت مرض کو دفع کرسکے اس میں کمی کر سکے اور ایک طبیب کا یہی کام ہوتا ہے ۔

اکثر اوقات لوگوں نے دیکھا ہے کہ مریض بعض ایسے لوگوں کی عیادت سے خوش ہوتے ہیں ، جن سے وہ محبت رکھتے ہیں ۔ ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں ، اور ان سے ملاقات ان کے لطف و کرم اور گفتگو سے انھیں طبعی قوت حاصل ہوتی ہے ۔ مریضوں کی عیادت کے سلسلہ میں یہی چیز از حد مفید ہے ۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کے متعلق یہ گزر چکا ہے کہ آپؐ مریض سے اس کے مرض کی حالت اور احساسات کے متعلق دریافت فرماتے اور اس کی خواہش طعام وغیرہ کے متعلق بھی معلوم فرماتے ۔ اس کی پیشانی پر ہاتھ مبارک رکھتے اور گاہے گاہے اس کے سینہ پر ہاتھ رکھتے اور اس کے لیے دعا فرماتے ۔ نیز جو چیز مرض میں مفید ہوتی وہ بھی بیان فرماتے ۔ گاہے گاہے وضو فرماتے اور وضو کا پانی اس پر چھڑکتے ، اور اکثر اوقات مریض سے فرماتے :۔

---

[1] یعنی صحت و خیریت کی باتیں کرو ۔

کوئی حرج نہیں، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
یہ حسن علاج اور کمال لطف کا مظہر ہے[1]۔

---

[1] اس سے بہتر نفسیاتی علاج بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔
مریض کو اگر مرض سے ڈرایا نہ جائے، بلکہ تسلی اور دل دہی کی باتیں کر کے اس کا حوصلہ قائم رکھا جائے تو طبیعت مدبرۂ بدن خود ہی اس کا علاج کر لیتی ہے۔ اور یہ علاج ادویہ کے مقابلہ میں زیادہ موثر اور کارگر ہوتا ہے۔ اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ بھی نسبتاً دیرپا اور مستقل ہوتا ہے۔

عادی اور غیر عادی دوائیں

مذکورہ ادویہ سے علاج کے بارے میں آپؐ کا معمول اور اصول

اصولِ علاج میں یہ چیز سب سے زیادہ درست اور نافع ہے اور جب طبیب اس میں خطا کرتا ہے تو مریض کو ضرر پہنچ جاتا ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اسے فائدہ ہو رہا ہے، اور صرف جاہل طبیب ہی اس وقت صرف کتابی ادویہ کی تلاش میں رہتا ہے کیونکہ ادویہ و اغذیہ ابدان کے لیے حسب استعداد و قبول مفید ثابت ہیں۔ اور اہلِ بوادی (دیہاتی لوگوں) کے لیے شربت نیلوفر، گلاب اور دیگر قیمتی ادویہ کچھ کارگر نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کی طبائع پر مفید اثر ڈالتی ہیں، بلکہ حضری (شہری) لوگوں کی عام ادویہ بھی ان پر اچھا اثر نہیں ڈال سکتیں۔ تجربہ اس بات کا شاہد ہے۔

جو بھی علاج نبویؐ میں ذرا بھی غور کرے گا، اسے محسوس ہوگا کہ یہ علاج مریض اور اس کے وطن اور جائے پیدائش کے بالکل مطابق ہے۔ اصول علاج میں اصل مرکز (کامرانی) یہی ہے اور اسی کا خیال رکھنا اشد ضروری ہے، اور افاضل اطباء نے بھی اسی کی صراحت کی ہے حتیٰ کہ طبیب عرب بلکہ سب سے بڑا طبیب حرث بن کلدہ جو اپنی قوم میں بقراط کی حیثیت رکھتا تھا، کہتا ہے:

پرہیز علاج کی جڑ ہے اور معدہ امراض کا گھر ہے۔ اور ہر جسم کا علاج اس کی عادی ادویہ کے ساتھ کرو۔

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عادت طبیعتِ ثانیہ کی حیثیت رکھتی ہے اور بدن میں اس کی قوتِ عظیمہ مسلّم ہے۔ اسی وجہ سے اغذیہ اور ادویہ کے متعلق علاج نبویؐ میں ان کی عادی اشیاء کا لحاظ رکھا ہے۔

عادی اغذیہ میں سے زیادہ لطیف غذائیں استعمال کرانی چاہئیں

صحیحین میں حضرت عروہؓ

سے مروی ہے انھیں حضرت عائشہؓ سے روایت پہنچی کہ جب کسی کے گھر موت ہو جاتی تو عورتیں اکٹھی ہوتیں پھر وہ اپنے اپنے گھر واپس چلی جاتیں۔ انھیں دودھ کی آمیزش سے ثرید تیار کرنے کا حکم تھا جسے وہ تیار کرتیں۔ پھر دودھ کا آمیزہ اس پر ڈال کر اسے کھالیا جاتا، کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دودھ کا ثرید مریض کے قلب کو قوت دیتا اور غم دور کرتا ہے' اور فرماتیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کوئی مریض ہو جاتا تو برمہ آگ پر ہوتا۔ یہاں تک کہ صورت حال یکسو ہو جاتی یعنی یا وہ صحت یاب ہو جاتا یا فوت ہو جاتا۔

نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ فلاں کو درد ہے وہ کھانا نہیں کھاتا۔ تو آپؐ فرماتے، تلبینہ (دودھ آمیز غذا) بنا کر اسے پلانی چاہیے، اور فرماتے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ تمہارے پیٹ کو اس طرح دھو دیتا ہے کہ جیسے تم اپنے چہرہ کو میل سے صاف کردو۔

اور یہ تو گزر چکا ہے کہ ادویہ و اغذیہ کے افادہ میں عادات کو بڑا دخل ہے اور اس قوم کی عادت تھی کہ جو کا پانی پیس کر پیتے، اور یہی زیادہ تر ان کی غذا میں شامل تھا۔ اس کا فعل بھی قوی اور عظیم ہوتا ہے، البتہ شہر کے اطباء نے زیادہ صاف حصہ کر لیا تاکہ زیادہ رقیق و لطیف ہو جائے۔ اس طرح وہ مریض کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ اور یہ معاملہ اہل شہر کے اختلافِ طبائع اور جو کے پانی کے ثقل و خفافت پر منحصر ہے۔ الغرض جو کا مطبوخ پانی زیادہ سریع النفوذ ہوتا ہے اور اس کا فائدہ کافی سے زیادہ ہے اور یہ ایک لطیف غذا کی حیثیت رکھتا ہے جب اسے گرم پیا جائے تو اس کے فائدے اور سرعتِ نفوذ میں قوت آجاتی ہے اور حرارت غریزیہ کو بھی یہ بڑھاتا ہے اور دیوار معدہ کے لیے مفید ہے۔

زہر کا علاج

خیبر کی یہودیہ عورت کا زہر آلود کھانا اور آپؐ کا تدارک

عبدالرزّاق نے معمر سے انھیں زہری سے انھیں عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت پہنچی کہ ایک یہودی عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بمقام خیبر ایک بھنی ہوئی بکری بھیجی۔

آپؐ نے دریافت فرمایا، یہ کیسی ہے؟

اس نے عرض کیا، یہ ہدیہ ہے۔

صدقہ کہنے سے اس نے اس لیے انکار کیا کہ آپؐ صدقہ نہیں کھاتے تھے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھا لیا۔ صحابہؓ نے بھی کھایا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: رک جاؤ، اور عورت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟

اس نے کہا، آپؐ کو کس نے بتایا؟

آپؐ نے فرمایا، اس کی پنڈلی کی اس ہڈی نے۔

وہ اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔

اس نے اقرار کیا، اور کہا، ہاں!

آپؐ نے فرمایا، کیوں تو نے ایسا کیا؟

اس نے کہا، میں نے سوچا، اگر آپؐ جھوٹے ہیں تو لوگ آپؐ سے نجات حاصل کریں گے اور اگر آپؐ نبی ہیں تو آپؐ کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ گُدی پر پچھنے لگوائے اور صحابہؓ کو بھی پچھنے

لگوانے کا حکم دیا۔

آخر بعض صحابہؓ کی وفات بھی ہوگئی۔ اس واقعہ کے تین سال بعد تک آپؐ زندہ رہے، حتیٰ کہ مرض وفات میں آپؐ نے فرمایا، میں نے خیبر کے دن جس بکری کا گوشت کھایا تھا، اس کا اثر ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں، حتیٰ کہ اس وقت وہ مجھ سے منقطع ہو رہی ہے۔ گویا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ زہر خورانی کا علاج استفراغات اور ایسی ادویہ سے کیا جاتا ہے کہ سمی اثرات کی ضد ہوں، اور انھیں باطل کر سکیں۔ کیفیات یا خواصات کسی لحاظ سے بھی! اگر دوا مہیا نہ ہو تو فوراً استفراغ کامل کرے اور حجامت (سینگیاں لگوانا) ازحد نافع ہے۔ خصوصاً گرم علاقہ اور گرم موسم میں! کیونکہ خون میں سمی اثرات سرایت کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد عروق و مجاری میں نفوذ کرتے ہیں اور آخر قلب پر پہنچ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ گویا ہلاکت کا موجب خون ہی ہوتا ہے جو اسے نفوذ کراتا ہے اور زہر کو قلب و اعضاء تک لے آتا ہے۔ اسی لیے جب مسموم جلدی سے خون نکلوالے گا تو یہ سمی کیفیت بھی ساتھ ہی خارج ہو جائے گی، جو اس میں مل چکی ہے۔ اور اگر استفراغ کامل ہوگا تو زہر ضرر نہ دے گا، بلکہ یا تو بالکل ہی باہر چلا جائے گا، یا اس کے اثرات کمزور پڑ جائیں گے اور طبیعت اس کے مقابلہ پر قوی ہو کر اسے باطل کر دے گی، یا اس کے اثرات کو کمزور کر دے گی، اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا، تو اس مخفی زہر کے اثر کو موقع تاثیر دیا، تاکہ اللہ کا فیصلہ حکم پورا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہود کے متعلق اس فرمان کا راز بھی کھل کر سامنے آ گیا:

اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

یعنی، "پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا، اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔"

"تم نے جھٹلایا" کا لفظ ماضی کے صیغہ میں آیا تھا اور تقتلون کے لفظ میں زمانہ مستقبل پایا ہے جس کی توقع تھی۔

جادو اور سحر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

اس کے علاج میں لوگوں کے ایک گروہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آپؐ کے متعلق یہ گمان جائز نہیں اور اسے نقص و عیب قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ ان کے زعم کے مطابق نہیں بلکہ یہ کام تو امراض و اوجاع کی ان اقسام میں سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوتے رہے اور یہ معاملہ بھی امراض ہی سے ہے اور اس کے اثرات بھی زہر کی طرح ہیں، ان میں کچھ فرق نہیں۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضؓ سے ثابت ہے انھوں نے بیان کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا، حتیٰ کہ آپؐ کو خیال ہوتا کہ آپؐ اپنی بعض ازواج کے پاس آ رہے ہیں حالانکہ ایسا نہ ہوتا، اور یہ معاملہ سحر سے بھی زیادہ شدید ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں، سحر بھی ایک مرض ہے اور دوسرے امراض کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا ورود ممتنع نہیں۔ اس کا نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ یہ چیز نبوت میں قدح و عیب بن سکتی ہے۔

اور رہا یہ امر کہ آپؐ کو ایک کام کرنے کا خیال ہوتا حالانکہ آپؐ وہ کام نہ کر رہے ہوتے تو یہ مخالفین کے لیے دلیل نہیں بن سکتی، جب کہ آپؐ کی عصمت پر سب کا اجماع ہے، بلکہ یہ معاملہ امور دنیا کے متعلق ہو سکتا ہے کہ آپؐ کو لاحق ہوا ہو، جس کے لیے آپؐ مبعوث نہیں ہوئے اور دنیا میں تمام انسانوں کی طرح آپؐ کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور یہاں صرف اس کا علاج بیان کرنا مقصود ہے۔

اس باب میں آپؐ سے دو انواع مروی ہیں ایک کا استخراج اور اس کا باطل کرنا، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے اس سلسلہ میں دعا فرمائی۔ تو آپؐ کو اطلاع دی گئی۔ آپؐ نے اسے کنویں میں سے نکالا۔ تو یہ (جادو) کنگھی اور مشاطہ میں تھا۔ جب آپؐ نے اسے نکلوایا تو آپؐ کو تکلیف جاتی رہی۔ گویا

آپؐ بالکل فوری طور پر صحت یاب ہو گئے اور یہ مادّہ خبیثہ کے زائل کرنے اور بدن سے اُسے استفراغ کے ذریعہ نکال باہر کرنے کے قائم مقام ہے۔

دوسری نوع وہ ہے جس میں مقام سحر زدہ سے استفراغ ضروری ہوتا ہے، چنانچہ مسحور کی طبیعت میں اثر ہوتا ہے۔ اور اس کی اخلاط میں ہیجان اور مزاج میں پریشانی واقع ہو جاتی ہے۔ جب کسی عضو میں اس کا اثر ظاہر ہو اور اس عضو سے مادہ فاسدہ کا استفراغ بھی ممکن ہو، تو یہ خوب فائدہ بخش ہوتا ہے۔

ابوعبیدہ نے کتاب غریب الحدیث میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی سند سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب جادو کیا گیا، تو آپؐ نے سر مبارک پر پچھنے لگوائے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف ہوئی، کہ آپؐ کو ناکردہ کام کا خیال ہونے لگا، تو خیال ہوا کہ یہ دموی یا کسی دوسرے مادّہ کے سبب سے ہے، جو دماغ کی طرف مائل ہو چکا ہے اور بطن مقدم پر غالب آگیا ہے، اس لیے اسے حالتِ طبعیہ سے متغیر کر دیا ہے اس وقت پچھنے لگوانا ازحد فائدہ بخش اور نافع علاج تھا۔ چنانچہ آپؐ نے پچھنے لگوائے۔

لیکن یہ معاملہ وحی سے قبل تھا اور جب وحی آگئی، اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ سحر کی وجہ سے ہے تو آپؐ نے علاج حقیقی کی طرف رجوع فرمایا۔ یہ علاج استخراج (تعویذات) اور ابطال سحر سے ہی ہو سکتا تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کا مقام بتا دیا، آپؐ نے انھیں نکلوایا، تو گویا آپؐ چنگے تھے، اور اس سحر کا زیادہ سے زیادہ اثر آپؐ کے جسم اور ظاہر جوارح پر تھا[1]۔ آپؐ کی عقل و قلب اس سے متاثر نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ اس خیال کی صحت کا

---

[1] سحر اور جادو کا اثر نہ آپؐ کے اعضا اور جوارح پر ہو سکتا تھا، نہ ہوا، یہ بالکل غلط خیال ہے! اور شانِ نبوت کے یکسر منافی ہے۔

درحقیقت جو لوگ، روایات کو ہر حالت میں قبول کرنے کے عادی ہیں، خواہ ان سے شانِ نبوت کا استخفاف کیوں نہ ہوتا ہو، وہ اس طرح کی باتوں کو جو قطعاً غلط، ناقابلِ قبول، اور منافی کردار رسولؐ ہیں قبول کر لیتے ہیں کہ "روایت" موجود ہے اور "سند" صحیح ہے، رواۃ "ثقہ" ہیں ـــــ حالانکہ اس طرح کی روایتوں میں، سند کی صحت اور رواۃ کا ثقہ ہونا بھی متفق علیہ اور غیر مختلف فیہ نہیں ـــــ اور قبول کر لینے کے بعد خود ان کا دل قبول نہیں کرتا، کھٹک پیدا ہوتی ہے، اب یہ چہ کنم میں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یقین نہ کرتے، کہ آپؐ ازواجِ مطہرات کے پاس آرہے ہیں، بلکہ آپؐ کو علم ہوتا، کہ یہ محض خیالی ہے، اس کی کچھ حقیقت نہیں، اور بعض امراض میں اس قسم کی باتیں ہو ہی جایا کرتی ہیں۔

سحر کا سب سے زیادہ نافع علاج دوائے الٰہیہ ہے

کیونکہ (سحر) دراصل ارواحِ خبیثہ سفلیہ کے اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے اور ان کی تاثیرات کو اذکار و آیات اور وہ ادعیہ ہی باطل کر سکتی ہیں جو ان کے مقابل اور معارض ہوں۔

ساحروں کا خیال یہ ہے کہ ان کا سحر کمزور اور متاثر ہو جانے والے قلوب اور شہوانی انسانوں پر زیادہ اثر انگیز ہوتا ہے، جو کہ پست صفات میں ملوث رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر یہ عورتوں، بچوں، جہلا اور دیہاتی لوگوں میں اثر کرتا ہے۔ یا ان پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ جو دین، توکل اور توحید میں کمزور

(بقیہ حاشیہ) پڑجاتے ہیں، روایات کو چھوڑ نہیں سکتے، اور قبول کرتے ہیں تو اشکال عقلی و فکری و دینی و عقائدی پیدا ہوتا ہے، اب تاویل کا سہارا لیتے ہیں۔ اور تاویل کے ذریعہ بات بنانے کی کوشش کرتے ہیں، جو بالکل نہیں بن پاتی۔ علامہ ابن قیم بہت بڑے مجتہد تھے، مجاہد تھے، علم و عمل کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحقیق و تدقیق کے میدان میں اپنا کوئی حریف نہیں رکھتے تھے۔ مسائل فقیہہ میں جو نکات پیدا کرتے ہیں وہ انہی کا حق ہے۔ احادیث کی تحقیق میں جتنی ژرف نگاہی سے کام لیتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے، لیکن با ایں ہمہ بشریت کے تقاضے سے مجبور ہو کر، ایسی باتیں بھی کبھی کبھی اور کہیں کہیں کہہ جاتے ہیں جو ان جیسے مجتہد دوران کے شایان شان ہرگز نہیں ہیں، انہی میں یہ جادو کا معاملہ بھی ہے۔

صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول برحق ہوتے ہوئے، نہ جادو، سحر اور ٹونے ٹوٹکے سے متاثر ہو سکتے تھے۔ نہ یہ ان کی شان کے مطابق تھا، رہی اعضاء جوارح اور قلب و روح کی تفریق و تاویل یہ محض سخن سازی ہے، ایسی دس ہزار روایتیں بھی — خواہ ان کے راوی بظاہر کتنے ہی ثقہ ہوں، اور سند بظاہر کتنی ہی اعلیٰ ہو — قطعاً ناقابل قبول ہیں جن سے آنحضرتؐ کی توہین کا شائبہ بھی نکلتا ہو، لہٰذا اس طرح کی حدیثیں — جن کی صحت اور قطعیت بھی مشتبہ ہے — نہ کسی مرد مومن کے عقیدے کا جزو بن سکتی ہیں، نہ ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ آں حضرتؐ کی ذات اس سے کہیں اعلیٰ اور بالا تھی کہ آپؐ پر جادو کا اثر ہو سکتا۔

ہوں، اور اورادِ الٰہیہ ادعیہ ماثورہ اور نبوی تعوذات سے بالکل محروم ہوں[1]۔

---

[1] اصل بات یہی ہے کہ جس کی رُوح پاک ہو، جو وساوس قلب کا شکار نہ ہو، جو جادۂ حیات کی رہروی قرآن و سنت کی روشنی میں کرتا ہو جسے خدائے واحد و یکتا پر کامل اعتماد ہو، وہ ان شعبدہ بازیوں سے کسی درجہ میں بھی متاثر نہیں ہو سکتا، اس کے لیے خدا کا کلام کافی اور بہت کافی ہے۔ اس کے بعد اسے کسی سے بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

(رئیس احمد جعفری)

استفراغ، ایک علاج

استفراغ کے اقسام اور فوائد و اثرات

جامع ترمذیؒ میں حضرت معدان بن ابی طلحہ سے مروی ہے، انھیں حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی۔ پھر وضو فرمایا، آخر کار میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبانؓ سے ملا، اور اس کا تذکرہ کیا، انھوں نے فرمایا، ہاں انھوں نے سچ کہا۔ میں نے آپؐ کے وضو کے لیے پانی بہایا۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ باب القئیؒ میں یہ روایت اصح ہے۔

استفراغ کی پانچ اقسام میں سے ایک قسم قے ہے۔ یہ پانچ حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسہال
۲۔ قے
۳۔ اخراجِ خون۔
۴۔ خروج الحجرہ
۵۔ اور عرق (پسینہ)

اور ان کے متعلق سنت بیان ہو چکی، اسہال کے متعلق سنا کی حدیث میں اور اس حدیث میں بیان ہو چکا جس میں وارد ہوا ہے کہ سب سے بہتر دوا جو تم کرتے ہو وہ سیر ہے۔ اخراج دم کے متعلق حجامت کی احادیث میں وضاحت ہو چکی ہے۔

استفراغ الحجرہ کے متعلق اس فصل کے آخر میں ذکر ہوگا، انشاء اللہ، رہا پسینہ کے ذریعہ استفراغ! وہ زیادہ تر قصداً نہیں ہوتا بلکہ طبیعت اس مادہ کو ظاہر بدن کی طرف بھیج دیتی ہے مسامات

کھلے ہوتے ہیں، وہ باہر نکل پڑتا ہے۔

قے دراصل معدہ کے اوپر کے حصہ کا استفراغ ہے اور حقنہ معدہ کے نچلے حصہ کا، اور دوا ہر دو پر اور نچلے حصہ میں کارگر ہوتی ہے۔

قے کی دو قسمیں ہیں، ایک غلبہ و ہیجان (مادہ) کے سبب سے۔

دوسرے خود اپنی سعی اور کوشش سے۔

پہلی میں اگر ہلاکت یا افراط کا خوف نہ ہو تو اسے روکنا نہ چاہیے اور نہ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ ممسک دوا سے قطع ہو جائے گی (اور پھر ضرر رساں ہوگی)

دوسری قسم ضرورت کے وقت مفید ہے بشرطیکہ اوقات و شرائط مذکورہ کو مدنظر رکھا جائے۔

گرم ممالک اور گرم موسموں میں اخلاط رقیق ہو کر اوپر کو منجذب ہو جاتی ہیں، تو قے ہی ان میں نافع ہو سکتی ہے، البتہ سرد ممالک اور سرد موسموں میں یہ غلیظ اور منجمد ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اسی وقت انھیں اسہال سے خارج کرنا مفید ہوتا ہے۔

اور اخلاط کے دفیعہ کے دو ہی طریقے ہیں ایک جذب اور دوسرا استفراغ!

قے، مصفی معدہ، منقی اور مقوی معدہ ہوتی ہے۔ بصارت کو تیز کرتی، سر کے بوجھ کو ہلکا کرتی اور جذام، استسقاء، فالج اور رعشہ جیسے مزمن امراض میں نیز گردے اور مثانے کے زخموں کو فائدہ دیتی ہے، نیز یرقان کو دور کرتی ہے۔

مہینہ میں دو بار مسلسل اس انداز سے اس کا استعمال کرنا چاہیے کہ ہر دوسری بار کے وقفہ میں فرق نہ آجائے۔ یہ گرنے والے مادّوں کا تنقیہ کرتی ہے۔ اس کی کثرت معدہ کو ضرر دیتی ہے اور فاضل مادّوں کے سامنے اسے کمزور کر دیتی ہے۔ نیز اس کی کثرت دانتوں، بصارت اور سماعت کے لیے مضر ہے، اور جس کے حلق میں ورم ہو یا سینہ میں ضعف ہو، یا اس کی گردن باریک ہو یا نفث الدم کا مریض ہو یا اس سے جلدی متاثر نہ ہوتا ہو، اسے قے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اور قے لانے کے موقع پر چاہیے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے۔ پیٹ دبا دیا جائے، اور فارغ ہونے کے بعد سرد پانی سے چہرہ دھو لینا چاہیے۔ نیز فارغ ہونے کے بعد شربت سیب میں تھوڑی سی مصطگی اور عرق گلاب ملا کر پی لینا چاہیے۔ اس صورت میں خوب فائدہ ہوگا۔

اس کے اوقات گرما اور بہار کا موسم ہیں، البتہ سردیوں اور خزاں میں یہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

قے معدہ کے اوپر کے حصہ کا استفراغ کرتی ہے۔ اور اسفل معدہ سے مادہ کو جذب کرتی ہے اور اسہال اس کے برعکس اثر رکھتے ہیں۔

بقراط کہتا ہے کہ گرمی کے موسم میں دوا سے اوپر کے حصہ کا استفراغ زیادہ ہونا چاہیے اور سردیوں میں اسفل حصہ کا زیادہ استفراغ مناسب ہے۔

علاج کے لیے

حاذق اور ماہر معالج سے رجوع کرنا چاہیئے

موطا مالک میں حضرت زیدؓ بن اسلم سے منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی زخمی ہوگیا۔ اسے خون آیا، تو ایک آدمی نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو طلب کیا۔ ان دونوں نے اس کی طرف دیکھا، اسے خیال ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کون زیادہ ماہر طبیب ہے؟

اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا علاج میں بھی اس سے فائدہ ہے؟

آپؐ نے فرمایا کہ جس نے مرض اتارا ہے، اسی نے علاج بھی نازل کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علم و صنعت میں جو زیادہ ماہر ہو اس سے مدد لینی چاہیے کیونکہ درست رائے کے زیادہ قریب ہوگا، اور آپؐ کا فرمان کہ جس نے مرض اتارا اس نے علاج بھی نازل کیا، اس مضمون کی کئی احادیث آتی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت عمرو بن دینار کی روایت ہے، انھیں ہلال بن لیساف سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔

آپؐ نے فرمایا، اسے طبیب کے پاس لے جاؤ۔

ایک کہنے والے نے کہا، اے اللہ کے رسول کیا آپؐ یہ فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں اللہ عزوجل نے کوئی مرض ایسا نازل نہیں کیا جس کی دوا نہ نازل کی ہو۔

یہ حدیث گزر چکی ہے، البتہ انزل الداء والدواء کے معنی میں اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس کے نازل کرنے کے معنی بندوں کو جتا دینا ہے۔ دوسرے گروہ کا

خیال یہ ہے کہ موکل فرشتوں کے ذریعہ مرض اور علاج وغیرہ براہِ راست انسانوں پر نازل کیا گیا کیونکہ ملائکہ اس کارخانۂ عالم اور انسان کے مادۂ رحم میں آجانے سے لے کر موت تک کے موکل ہیں۔ اس طرح مرض اور علاج ملائکہ کے ذریعہ نازل ہوا۔ یہ صورت اقرب الی الصواب نظر آتی ہے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ عام امراض اور معالجات آسمان سے نزولِ باراں کے ذریعہ اترے ہیں جس سے اغذیہ، ادویہ اور روزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کے تمام آلات و اسباب (معرضِ وجود) میں آتے ہیں، اور معادنِ علویہ کی باقی پہاڑوں کے ذریعہ اور وادیوں کی (انشیار وادعار) دریاؤں اور پھلوں کے ذریعہ نازل ہوتی ہیں۔ یہ پہلی وجوہ سے بھی احسن قول ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

یہ بھی پروردگار کریم کی حکمت اور ربوبیت کا مظہر کامل ہے جس طرح اس نے بندوں کو امراض میں مبتلا کیا اسی طرح ادویہ بھی نازل فرمائیں جن سے انھیں صحت حاصل ہوتی ہے جیسے انھیں گناہوں سے آزمایا۔ اسی طرح توبہ سے گناہوں کو مٹا دینے والی حسنات اور کفارہ بننے والے مصائب سے مدد بھی دی جس طرح انھیں شیاطین کے ارواحِ خبیثہ سے آزمایا۔ اسی طرح ملائکہ جیسے ارواح طیبہ کے لشکر سے نصرت کی جس طرح انھیں شہوات میں مبتلا کیا، اسی طرح انھیں شریعت کے مطابق قضائے حوائج کر لینے اور پاک (بیویوں) سے استلذاذ کی اجازت دی۔

اللہ تعالٰے اپنے بندوں پر جس قسم کا بھی ابتلاء ڈالا، انھیں اس میں کامیاب ہونے، اور (برائی) کو دور کرنے کا ہتھیار بھی دیا۔ اب صرف علم سے تفاوت رہ جاتا ہے اور علم توصل وحصول کی سعی سے ملتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی سے بس مدد مطلوب ہے۔

اناڑی معالج

کوئی غلطی کر جائے تو اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے

ابوداؤدؒ۔ نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے دادا سے روایت کی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے (اپنے آپ کو) طبیب ظاہر کیا، حالانکہ طب کا علم اور فن حاصل نہ کیا ہو تو وہ ضامن[1] ہے"

جاہل طبیب پر ضمان[2] ڈالنے کا سبب یہ ہے۔ کہ جب اس نے طب کا کام شروع کر دیا اور اس نے اس سے قبل علم طب نہیں سیکھا۔ تو گویا اس نے لوگوں کی جان سے کھیلنا شروع کر دیا۔ وہ گویا ایسے کام کا مرتکب ہونا چاہتا ہے جس کا اسے ذرا علم نہیں۔ وہ مریض سے دھوکا کرتا اور اسے مبتلائے فریب کرتا ہے۔ لہذا اس پر ضمان لازم آئے گی۔

اس مسئلہ میں اہل علم کا اجماع ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں میرا خیال ہے" اگر معالج کی زیادتی کے باعث کوئی مریض ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم آنے کے سلسلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص اس فن میں کچھ علم رکھتا ہو، لیکن تجربہ اور معرفت کے لحاظ سے کوئی مرتبہ نہ رکھتا ہو اس کے علاج سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس پر دیت لازم آئے گی۔

---

[1] اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے۔

[2] تاوان، ہرجانہ،

البتہ قصاص ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ مریض کے اذن سے یہ فعل کر رہا ہے۔

فقہاء کے قول کے مطابق معالج کی خباثت اس کی عقل و فراست کے مطابق (کم و بیش) ہوتی ہے، میں کہتا ہوں۔ کہ اس کی پانچ اقسام ہیں۔

۱۔ طبیب حاذق پر ضمان نہیں ہو گی

ایک طبیب حاذق جو اس فن کا صحیح طور پر ماہر ہو، اور اس نے قصداً زیادتی نہ کی ہو۔ بلکہ شارع اور مریض کی جانب سے وہ ماذون ہو اس سے کوئی عضو یا جان ہلاک ہو جائے۔ یا کوئی صفت (سماعت بصارت وغیرہ) ضائع ہو جائے تو اس پر بالاتفاق کسی طرح کی ضمان نہیں۔ کیونکہ فی الحقیقت ہر طرح سے ماذون (اجازت یافتہ) ہے۔ اسی طرح کسی ماہر اور کارداں طبیب کی جانب سے شگاف وہ اپریشن دیا گیا، اور اتفاق سے یہ فعل اس وقت انجام پایا کہ ابھی اس کا موقع نہیں تھا، اور مریض ہلاک ہو گیا۔ تو بھی اس پر ضمان نہ ہو گی۔

اسی طرح ہر ماذون کا فعل جو فاعل کی (قصداً) زیادتی پر مبنی نہ ہو، جیسے حد لگانے والا بالاتفاق (غیر ضامن ہے)، اور قصاص کا معاملہ جمہور کے نزدیک متفقہ ہے، لیکن اس مسئلہ میں وجوب ضمان سے متعلق امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے، نیز حد لگانے والا، بچوں کا معلم اور کسی چوپائے کو کرایہ پر لینے والا بھی ضامن ہو گا۔

البتہ آخری دو صورتوں میں ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ان پر ضمان کے وجوب میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ نے سواری کے مارنے میں استفسار کیا ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف و نزاع کی صورت یہ ہے کہ سرایۂ جنایت تو بلا اختلاف قابل ضمان (تاوان طلب) ہیں، اور سرایۂ واجب بالاتفاق ہدر (ناقابل تاوان) ہیں۔ البتہ اختلاف کی صورت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً ضمان واجب کیا ہے۔ اور احمدؒ و مالکؒ نے ضمان کو ہدر قرار دیا ہے امام شافعیؒ اس میں فرق کرتے ہیں۔ انہوں نے مقدر صورت میں ضمان کو ہدر کہا ہے۔ اور غیر مقدر صورت میں ضمان واجب فرمائی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا خیال ہے۔ کہ فعل میں اذن سلامتی سے مشروط ہے۔ اور احمدؒ و مالکؒ نے فرمایا۔ کہ اذن کے باعث ضمان ساقط ہو جائے گی۔ اور شافعیؒ کا خیال یہ ہے

کہ مقدر صورت میں ضرر ناممکن ہے، گویا یہ نص ہے۔ اور غیر مقدر صورت مثلاً تعزیرات و تادیبات یہ اجتہادی صورت ہے۔ اس لیے اس صورت میں ضمان لازم آئے گی۔ کیونکہ اس وقت تعدی گمان کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اناڑی اور جاہل معالج

دوسری قسم اجاہل طبیب کی ہے، یہ اگر کسی کا علاج کرتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے، تو اس صورت میں وہ جہالت کا ایک حملہ کر گزرا ہے، کیونکہ طب نہیں جانتا۔ لیکن اسے علاج کی اجازت (مریض کی جانب سے) ہے، اس لیے اس پر ضمان لازم نہ ہوگی۔

۳۔ طبیب حاذق کی دانستہ غلطی موجب ضمان ہے

تیسری قسم ایسے طبیب حاذق کی ہے جو ماذون بھی ہے، اس فن میں درک اور مہارت بھی رکھتا ہے، لیکن ہاتھ چوک گیا اور اس نے کوئی عضو صحیح ضائع یا نکما کر دیا تو اس سے ضمان لی جائے گی۔ کیونکہ اس نے قابل سزا غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاوان ملزم سے لیا جائے گا یا بیت المال سے ادا کیا جائیگا؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ جو امام احمدؒ سے مروی ہیں۔

ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اگر طبیب ذمی ہے، تو اس کے مال میں سے ضمان ادا ہوگی، اور اگر مسلمان ہے۔ تو اس میں اختلاف روایت ہے۔

۴۔ طبیب کی چوتھی قسم

قسم چہارم، طبیب حاذق ہو اور اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو۔ اس نے خوب سوچ بچار کے مریض کے لیے علاج تجویز کیا۔ لیکن اجتہادی طور پر غلطی ہو گئی، اور مریض ہلاک ہو گیا۔

اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مریض کی دیت بیت المال سے دی جائے گی۔ دوسری یہ کہ دیت طبیب پر لازم آئے گی، امام احمدؒ نے امام اور حاکم کی خطاء کے سلسلہ میں اسے بیان کیا ہے۔

۵۔ طبیب کی پانچویں قسم

۱۔ ایسا طبیب جو حاذق ہے اس نے فن طب میں پورے طور پر

مہارت حاصل کی ہے، اب اس نے کسی آدمی۔ یا بچے یا مجنوں کا پھوڑا بغیر اس کے یا اس کے ولی کے اذن کے کاٹ دیا۔ یا ولی کے اذن کے بغیر بچے کا ختنہ کر دیا (اور ضرر پہنچ گیا) تو ہمارے اصحاب فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ اس نے غیر ماذون صورت میں تصرف کیا ہے اس وجہ سے اس پر ضمان لازم ہو گی، اور اگر بالغ یا بچے اور مجنوں کا ولی (سرپرست) اذن دے دے تو ضمان نہ ہو گی۔

اور اس کا بھی احتمال ہے۔ کہ وہ مطلقاً اس پر ضمان (کسی صورت میں بھی) لازم نہ آئے کیونکہ وہ محسن ہے، اور محسنوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنی چاہیئے،

اور حدیث میں طبیب کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ جو اس فن میں دسترس رکھتا، اور علاج معالجہ کرتا رہا ہو،

ماہر اور حاذق طبیب

وہ امور جن کا اہتمام وانصرام معالجات میں لازمی اور ضروری ہے

اور حاذق طبیب وہ ہے جو اپنے معالجات میں بیس امور کا اہتمام کرتا ہے۔

۱۔ نوع مرض، کہ وہ کس قسم سے متعلق ہے؟

۲۔ مرض کے سبب کا خیال کرنا کہ کس وجہ سے ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی علت کیا ہے۔

۳۔ مریض کی قوت کہ آیا وہ مرض کا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

۴۔ مریض کا مزاج بدن طبیعی؟

۵۔ مزاج طبیعی کے علاوہ حادث مزاج کیسا ہے؟

۶۔ مریض کی عمر۔

۷۔ اس کی عادات ومعمولات

۸۔ موسم

۹۔ مریض کا وطن اور جائے پیدائش۔

۱۰۔ وقتِ مرض، موسم اور آب وہوا کی نوعیت۔

۱۱۔ اس مرض کے مقابلہ میں دوا کی تجویز۔

۱۲۔ دوا اور مریض کی قوت باہمی کا موازنہ

۱۳۔ محض اس مرض کا سبب دور کرنے کا قصد نہ ہو، بلکہ اس انداز سے علاج کیا جائے کہ کوئی نئی تکلیف پیدا نہ ہو جائے جو اس سے بھی صعب تر ہو۔ اور اگر کوئی ایسی ہی صورت پیش آجائے کہ کسی صعب تر مرض کے لاحق ہو جانے کا خطرہ ہو، تو مرض کو جوں کا توں باقی رکھ کر اس کی تلطیف کی سعی کی جائے۔

اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے جیسے رگوں کے دبانے کا مرض ہے کہ جب انھیں کاٹ کر یا باندھ کر علاج کیا جائے تو اس سے صعب تر اور مضرت رساں مرض کا خطرہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ علاج پہلے سہل طریق پر کیا جائے، پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے، بجز مجبوری کے اسے اختیار نہ کیا جائے، ہوسکے تو شروع میں دوا سے معالجہ کے بجائے غذائی علاج پر اکتفا کرے، جہاں تک ہوسکے مفردات سے علاج کرے، بدرجۂ مجبوری مرکبات استعمال میں لائے اور یہ طبیعت پر منحصر ہے کہ وہ محض غذائی علاج قبول کرے۔ یا مرکبات کی بجائے صرف مفردات پر اکتفا کرے۔

۱۵۔ مرض کو اچھی طرح جانچنا، کہ آیا علاج ممکن بھی ہے یا نہیں؟

اگر لا علاج مرض ہو تو اپنے پیشے اور ہنر کا وقار رکھے اور غیر مفید علاج کرنے کی جرأت نہ کرے اور اگر ممکن العلاج ہو تو یہ دیکھے کہ اس کو دور کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ اگر سمجھے ناممکن ہے تو دیکھے کہ اس کی تخفیف ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اگر تقلیل ناممکن ہو اور سمجھے کہ زیادہ سے زیادہ اس کے بڑھنے اور نمو کو روکا جاسکتا ہے تو اس کا علاج کرے، طبیعت کو قوت دے اور مادہ (مرض) کو ضعیف کرے۔

۱۶۔ نضج سے قبل کسی خلط کو استفراغ کے ذریعہ خارج نہ کرے، بلکہ پہلے اس کا نضج کرے۔ جب نضج مکمل ہوجائے تو استفراغ کی جانب توجہ کرے۔

۱۷۔ نیز طبیب کو قلوب وارواح کے امراض اور ادویہ کا علم ہوجائے۔ اور علاج کے مسئلہ میں یہ چیز مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۸۔ مریض سے لطف و نرمی کے ساتھ پیش آئے، جیسے کہ بچے کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں۔

۱۹۔ طبعی، الہیاتی اور نفسیاتی ہر قسم کا طریق علاج استعمال کرے، کیونکہ ماہر اطباء سے بعض اوقات نفسیاتی طور پر ایسے ایسے عجائب وغرائب صادر ہوتے ہیں جن تک ادویہ کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ الغرض طبیب مرض کا ہر نوع سے اور ہر قسم سے علاج کرے۔

۲۰۔ ایک اچھے اور کامل طبیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کا علاج وتدبیر ذیل کے امور پر منحصر ہو:

۱۔ حفظ صحت موجودہ

۲۔ رد صحت مفقودہ۔

۳۔ مرض کا ازالہ

۴۔ اس کی امکان بھر تقلیل۔

۵۔ دو خرابیوں میں سے زیادہ بڑی خرابی کو دور کرنے کے لیے ہلکی مضرت کو قبول کر لینا۔

۶۔ بڑے فائدے کے حصول کی خاطر چھوٹے کی قربانی دینا۔

یہ ہیں وہ چھ اصول جن پر کامیاب علاج کا انحصار ہے۔ اور جو طبیب ان امور کو نظر انداز کرتا ہے اسے معالج اور طبیب کہنا روا نہیں۔

مریض کے چار احوال ہوتے ہیں:

۱۔ ابتدائے (مرض)۔

۲۔ مرض کا شباب

۳۔ مرض کی انتہا

۴۔ مرض کا انحطاط

اس لیے طبیب پر ہر مزاج کی رعایت کرنا اور احوال مرض کا خیال رکھنا واجب ہے۔ اگر طبیعت میں یہ محسوس کرے کہ طبیعت تحریک و استفراغ فضلات کی محتاج ہے، تو عجلت سے ان کا نضج کرے (اور پھر اسہال وغیرہ سے ان کا استفراغ کرے)

طبیب کی حذاقت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اگر آسان تدبیر ممکن ہو تو دشوار علاج کی طرف متوجہ نہ ہو، اور اضعف سے اقوی کی طرف آہستہ آہستہ منتقل ہو۔ ہاں اگر (مریض) کی قوت کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو ابتدا ہی سے قوی ادویہ سے علاج کرنا درست ہے۔

علاج کے دوران میں ایک ہی ڈگر پر قائم نہ رہنا چاہیے کیونکہ طبیعت اس سے مانوس ہو کر دوا کے اثرات کھو دیتی ہے۔ اور یہ تو گذر ہی چکا ہے کہ اگر غذائی علاج ہو سکے تو دوائی علاج سے پرہیز کیا جائے اور اگر یہ معلوم کرنا دشوار ہو جائے کہ آیا مرض گرم ہے یا سرد، تو جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے تب تک (علاج) نہ کرے۔ اور جس سے ضرر کا اندیشہ ہو اس کا تجربہ نہ کرے۔ ہاں اگر ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

اور اگر چند امراض یکجا صورت میں پائے جائیں تو ایسی صورت میں تین میں سے کسی ایک خصوصیت کا خیال رکھ کر علاج کرنا چاہیے۔

ایک یہ کہ دوسرے مرض کی صحت کا مدار اس (مرض) کے دور ہونے پر ہو، جیسے ورم اور زخم کیونکہ اس کی ابتداء ورم سے ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کا سبب ہو جیسے سدّہ اور حمی متعفنہ (تعفن کے باعث بخار) کہ اس میں سبب کے ازالہ سے علاج کی ابتدا کرنا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ ایک دوسرے سے زیادہ اہم ہو، جیسے کہ حاد اور مزمن امراض۔ اس میں حاد کا پہلے علاج کرنا چاہیے۔ نیز اس کے باوجود دوسرے مرض سے بالکل بے اعتنائی بھی اختیار نہ کرنی چاہیے۔

امراض متعدی

بیماروں کے لیے احتیاط صحت مندوں کیلئے ہدایت

جذام اور دِق وسل سے تحفظ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ کہ وفد ثقیف میں ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہلایا۔

تم واپس جاؤ۔ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے تعلیقاً مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جذامی کی طرف زیادہ دیر تک مت دیکھو۔

نیز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت منقول ہے، کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جذامی سے اس طرح کلام کرو کہ اس کے اور تمہارے درمیان ایک یا دو نیزوں کا فاصلہ ہو۔

جذام ایک نہایت خطرناک مرض ہوتا ہے۔ جو بدن کے سارے حصّہ میں مرۃ سوداء کے پھیل جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اعضاء کے مزاج۔ ہیئت۔ اور شکل کو خراب و فاسد کر دیتا ہے، گا ہے گا ہے۔ آخر میں انہیں اس قدر خراب کر دیتا ہے کہ اعضاء گل جاتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ اس مرض کو داءالاسد بھی کہا جاتا ہے۔

جذام اور دِق وسل موروثی امراض ہیں اطباء کے نزدیک یہ مرض موروثی اور متعدی ہوتا ہے۔ جذامی اور سل کے مریض کے پاس

رہنے والا بھی ان امراض کی ہوا سے مبتلائے مرض ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر کمال شفقت و نصیحت کی بنا پر ان اسباب سے بھی منع فرمایا، جن سے ان کے اجسام و قلوب میں فساد مرض لاحق ہو، اور فی الحقیقت گاہے گاہے بدن میں اس مرض کے قبول کر لینے کی استعداد بھی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ طبیعت نقال ہونے کے باعث مجالست و مخالطت رکھنے والے امراض سے تیزی کے ساتھ منفعل اور متاثر ہو جاتی ہے۔

کیا یہ احادیث باہم معارض ہیں؟

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ احادیث آپس میں معارض ہیں۔ اور ایک دوسرے کا بطلان و نقض کرتی ہیں ان میں سے ایک ترمذیؒ کی حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی آدمی کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے پیالے میں ڈالا اور فرمایا!

کھاؤ۔ بسم اللہ ثقۃ باللہ وتوکلاً علیہ ؛ یعنی اللہ کے نام سے اللہ پر اعتماد رکھتے ہوئے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور ابن ماجہؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کوئی متعدی مرض (عدوی) نہیں۔ نہ طیرہ (فال) ہے۔"

ان احادیث میں تعارض نہیں

اور ہم کہتے ہیں۔ کہ بحمداللہ ان احادیث صحیحہ میں کوئی تعارض نہیں جب تعارض ہوتا ہے۔ تو صرف ان روایات میں ہوتا ہے۔ جو کلام نبوت میں سے نہ ہوں، نیز بعض رواۃ نے بھی ثقہ ہونے کے باوجود خلط ملط کر دیا ہے، یا پھر ایک روایت دوسری کے لیے ناسخ ہوتی ہے بشرطیکہ نسخ ہو سکتا ہے۔ نیز فہم سامع کے ذہن میں بھی تعارض ہو سکتا ہے۔ حقیقتاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تعارض نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اس میں اختلاف نہیں ہے ؛ بلکہ ہر معنی کے لیے ایک وقت و مقام ہے۔ جب جگہ متعین ہو جائے تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔

عدوی کی دو قسمیں ہیں۔

ایک جذامی کا عدوی۔ جذامی کی ہوا از حد شدید ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے ساتھ مجالست و مخالطت رکھنے سے مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ نیز جذامی اپنی بیوی سے جب قربت کرتا ہے تو اس حرکت سے بھی اس کا یہ مرض عورت میں منتقل ہو سکتا ہے، نیز اس کا یہ مرض اولاد میں بھی منتقل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح دق اور سل کے مرض کا معاملہ ہے، یہ بھی انتقال پذیر ہیں ایک سے دوسرے کو لگ سکتے ہیں۔ چنانچہ اطباء مسلول اور جذامی کے پاس مجالست کرنے سے منع کرتے ہیں، اور اس ممانعت سے وہ تو یہ مراد نہیں لے رہے ہوتے بلکہ ان کا مطلب فقط تغیر ہوا سے ہوتا ہے۔

دوسری قسم متعدی امراض کی طاعون ہے۔ جو شہر میں واقع ہو اس صورت میں چھوت لگ جانے کے ڈر سے لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

وبا پھوٹ پڑنے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

جب وبا کسی شہر میں واقع ہو۔ اور تم اس میں رہائش پذیر ہو تو وہاں سے نہ نکلو۔ اور اگر یہ کسی شہر میں پہلے سے موجود ہو تو اس میں داخل نہ ہو۔"

باہر نہ نکلنے سے مراد آپؐ کی یہ تھی۔ کہ جب تم اس شہر میں ہو۔ تو باہر نہ جاؤ۔ گویا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کرنا تمہیں اللہ سے نجات دے دے گا۔ اور آپؐ کا یہ فرمان کہ جب یہ وبا کسی شہر میں ہو۔ تو وہاں داخل نہ ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں تم ٹھہرے ہو یعنی جہاں طاعون نہیں ہے وہ جگہ تمہارے قلوب کے لیے زیادہ اطمینان بخش اور تمہارے رہنے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

دوسرے گروہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جذامی سے اجتناب و فرار کا حکم استحباب و اختیار و ارشاد کے طور پر ہے۔ رہا اس کے ساتھ کھانا تو یہ صرف جواز کے لیے ہے۔ حرام نہیں ہے۔

دوسرے گروہ نے کہا ہے۔ کہ یہ دونوں خطاب کلی نہیں بلکہ جزئی ہیں۔ گویا نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آدمی کے حسب حال حکم دیا ہے۔ بعض کا ایمان اور توکل قوی ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی قوت توکل تعدیہ کی قوت کو فنا کر دیتی ہے۔ جیسے قوت طبیعت مرض کا زور توڑ کر کے رکھ دیتی ہے۔ اور اسے باطل کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ اس کی قوت نہیں رکھتے۔ چنانچہ آپؐ نے احتیاط و تحفظ کے طور پر انہیں الگ خطاب فرمایا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لیے نمونۂ اقتداء چھوڑنے کے لیے دونوں امور ارشاد فرمائے، تاکہ امت کے قوی توکل رکھنے والے ایک عمل اختیار کر لیں۔ اور جو کمزور ہوں وہ تحفظ و احتیاط کی صورت اختیار کریں۔ اور یہ دونوں سنن صحیح ہیں۔ ایک مومن قوی کے لیے اور دوسری مومن ضعیف کے لیے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ متعدی امراض خود طبعی طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف اضافت کے بغیر ہی تعدیہ کرتے ہیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعتقاد باطل کہا۔ اور جذامی کے ساتھ کھایا۔ تاکہ انہیں بتا دیا جائے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی مریض کرتا اور شفاء دیتا ہے۔ اور قربت سے یوں منع فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسباب کو مسببات (امراض) تک پہنچ جانے کا سبب بنایا ہے تو اثبات اسباب کی نفی میں آپؐ نے وضاحت فرما دی۔ کہ کسی چیز کو معمولی نہ سمجھو بلکہ پروردگار اگر چاہے تو اس کی قوت سلب کر لے۔ پھر کچھ بھی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر باقی رکھنا چاہے۔ تو اس کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

غرابت روایات سے بچنے کی تاکید

ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ احادیث ایک دوسرے کے لیے ناسخ و منسوخ ہیں۔ اس صورت میں ان کی تاریخ دیکھی جائے گی۔ اگر متاخر حدیث کی تاریخ کا علم ہو جائے تو ایک کو ناسخ قرار دیا جائے گا۔ ورنہ توافق قائم کرنا ہوگا۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر پیالے میں ڈالا، تو یہ حدیث ثابت نہیں، اور نہ صحیح ہے۔ امام ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ حسن ہے بلکہ اسے غریب قرار دیا ہے۔ اور شعبہؒ

وغیرہ نے فرمایا۔ کہ ان غرائب (روایات) سے بچو۔ اور ہم نے کتاب المفتاح میں اس مسئلہ پر خوب سیر حاصل اور طویل تبصرہ کیا ہے [1]

---

[1] احادیث کی پرکھ کے لیے آئمہ حدیث نے بڑے سخت اور بے لچک اصول و قواعد مقرر کیے ہیں، ان کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو بڑی آسانی سے کھوٹی اور کھری، صحیح اور غلط، حدیث کا پتہ چل سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے اس کے بعد پھر حدیث کی صحت شک و شبہ سے بالا ہو جاتی ہے۔

حرام چیزیں دوا نہیں بن سکتیں

یہ بجائے ایک قسم کی سخت اور شدید بیماری ہیں

سنن ابو داؤدؒ میں حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالےٰ نے مرض بھی نازل کیا اور دوا بھی اتاری، اور ہر مرض کے لیے دوا پیدا کی۔ اس لیے دوا کرو۔ البتہ حرام چیز سے علاج مت کرو۔

اور صحیح بخاریؒ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں میں شفاء نہیں رکھی ہے جنہیں تم پر حرام کر دیا ہے۔

سنن میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاک دوا سے منع فرمایا ہے۔

شراب دوا نہیں مرض ہے

صحیح مسلم میں طارق بن سوید جعفی سے مروی ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق دریافت کیا۔ آپؐ نے اس سے منع فرمایا۔ یا اس کے بنانے پر کراہت ظاہر فرمائی۔

اس نے عرض کیا۔ میں تو دوا کے لیے بناتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: یہ دوا نہیں بلکہ مرض ہے۔

اور سنن میں مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوا میں ڈالنے کے لیے شراب کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ مرض ہے۔ علاج نہیں! یہ روایت ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کی ہے۔

اور سنن نسائی میں منقول ہے۔ کہ ایک طبیب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دوا کے لیے مینڈک کا ذکر کیا۔ آپؐ نے اسے ہلاک کرنے سے منع فرمایا؛

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا؛ جس نے شراب سے علاج کیا۔ اسے اللہ شفاء نہ دے۔

محرمات سے علاج کرنا عقل اور شرع ہر لحاظ سے قبیح فعل ہے۔ شریعت کا خیال تو ہم نے احادیث وغیرہ میں بیان کر دیا ہے۔ اور عقل کے لحاظ سے غور کیجیے تو معلوم ہوگا، خدائے بزرگ و برتر نے خبث کے باعث انہیں حرام کیا ہے، کیونکہ اس امت پر سزا کے طور پر کوئی طیب چیز حرام نہیں کی گئی۔ جیسے کہ بنی اسرائیل پر حرام کی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ

یعنی؛ پس ان کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوتے ہم نے حرام کر دیں ان پر پاک (چیزیں) جو حلال کی گئیں ان کے لیے۔

جو چیزیں حرام ہیں ان کی بنیاد خبث ہے

اور اس امت (مسلمہ) پر جو چیز بھی حرام ہے۔ وہ محض خبث کی وجہ سے حرام ہوئی۔ تاکہ اس کے خبث سے پرہیز کر کے (مرض) سے بچاؤ حاصل کیا جائے۔ اس لیے امراض و اسقام سے شفاء نہیں مل سکتی۔ اور اگر قوتِ (تیزی) کے اثر سے مرض کا ازالہ بھی کر دے پھر بھی خبث کے باعث قلب میں اس سے بھی زیادہ خطرناک مرض پیدا کرے گی اور ام الخبائث (شراب) میں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذرہ بھر بھی شفاء نہیں رکھی، کیونکہ یہ دماغ کے لیے شدید ترین ضرر رساں ہے۔ جو اطباء، فقہاء، اور متکلمین سب کے نزدیک عقل و دانش کا مرکز ہے۔

شراب کے بارے میں بقراط کی رائے

بقراط نے امراض حادہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ شراب دماغ کے لیے سخت ترین نقصان دہ ہے۔ کیونکہ یہ تیزی کے ساتھ اوپر کی جانب چڑھ جاتی ہے۔ اور اس کے ارتفاع کے ساتھ ساتھ بدنی (فاسد) اخلاط بھی چڑھ جاتی ہیں۔

اسی طرح وہ ذہن کے لیے بھی مضر ہے ۔ اور صاحبِ کامل نے لکھا ہے ۔ کہ شراب کی خاصیت دماغ اور اعصاب کو ضرر دینا ہے[1]

---

[1] حرام چیزوں سے کوئی شبہہ نہیں احتیاط کامل اور مکمل پرہیز لازم ہے، اور ان سے گریز و اجتناب ایمان کی علامت ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ اس طرح کے احکام و مسائل سے دو طرح کے اشخاص کو سابقہ پڑتا ہے ۔

ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو صاحبِ عزیمت ہیں، یہ اتنے باعزم اور باحوصلہ ہوتے ہیں کہ ماتھے پر شکن لائے بغیر، احکام و اوامرِ الٰہی کی تعمیل ہر حالت میں کرتے ہیں، خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے، خواہ کیسے ہی مصائب کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو صاحبِ رخصت ہوتے ہیں، یعنی ان کا عزم و حوصلہ کمزور ہوتا ہے لہٰذا انہیں صاحبِ عزیمت لوگوں کے مقابلہ میں سہولت اور آسانی حاصل ہوتی ہے، مثلاً مردار کا کھانا بھی شراب کی طرح حرام ہے، لیکن اگر کئی فاقوں کے بعد آدمی جان بچانے کے لیے کھا لے تو جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد یعنی جو شخص سرکشی اور بغاوت کا مرتکب ہوئے بغیر جان بچانے کے لیے ایسا کر گذرے تو اس پر گناہ نہیں، ـــــ یہی صورت شراب کی ہے۔

سر میں جوں کا پڑنا

اسباب ، تحفظ ، علاج ، تدبیر

صحیحین میں کعبؓ بن عجرہ سے مروی ہے ۔ انھوں نے بتایا کہ میرے سر میں درد تھا ۔ چنانچہ مجھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا ۔ جوئیں میرے سر سے گر رہی تھیں ۔

ایک روایت میں ہے ۔ کہ آپؐ نے انھیں سر منڈانے اور چھ آدمیوں کو کھانا کھلانے یا بکری کی قربانی دینے یا تین روزے رکھنے کا حکم دیا ۔

سر اور بدن میں دو وجوہ سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں ۔ ایک خارجی سبب سے ، ایک داخلی سبب سے ۔

خارجی سبب سطح بدن پر میل کچیل کی زیادتی کے باعث ان کا پیدا ہونا ہے ۔ دوسری قسم یعنی داخلی ، ردی اور متعفن خلط سے ظاہر ہوتی ہے ۔ جسے طبیعت ظاہر جلد کی طرف پھینک دیتی ہے ۔ چنانچہ یہ خلط مسامات سے خارج ہونے کے بعد ظاہر جلد پر رطوبت دم کے باعث تعفن پذیر ہو کر جوؤں کی پیدائش کا سبب بنتی ہے ۔ اسی وجہ سے اکثر امراض کے بعد یا میل کچیل سے جوئیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں ۔ اور بچوں کے سروں میں رطوبت کی کثرت سے زیادہ تر یہ مرض واقع ہوتا ہے ۔ کیونکہ یہاں جوئیں پیدا ہونے کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں ۔

اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی جعفر کے لوگوں کے سر منڈوا دیئے ۔ اور اس مرض کا سب سے بڑا علاج سر منڈوانا ہی ہے ۔ تاکہ مسامات کھل جائیں ۔ اور فاسد بخارات خارج ہو جائیں ۔ اور مادہ خلط ختم ہو جائے ۔ نیز یہ بھی مناسب ہے کہ جوئیں مارنے

والی ادویہ سر پر لگائی جائیں۔

سر منڈوانے کی تین صورتیں

سر منڈوانا تین طرح سے ہوتا ہے۔
ایک مذہبی بنا پر
دوسرا بدعت اور شرک کے باعث۔
تیسرا ضرورت اور علاج کے لیے۔
پہلا حج اور عمرہ میں کیا جاتا ہے۔

دوسرا اللہ تعالیٰ کے سوا حصول قرب کے لیے سر منڈوانا جیسے مرید اپنے شیوخ کے لیے منڈاتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرید کہتا ہے میں نے فلاں کے لیے سر منڈوایا۔ اور تو نے فلاں کے لیے سر منڈوایا۔ اور یہ قول اسی طرح ہے کہ جیسے کوئی کہے ا میں نے فلاں کو سجدہ کیا۔ کیونکہ حلق سر خشوع و خضوع اور عبودیت کے مترادف ہے۔ اسی وجہ سے یہ مکملات حج میں سے ہے۔

امام شافعی رحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ یہ (حلق راس) حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ پھر شیوخ الضلال (گمراہی کے مرکز) اور دشمنان پروردگار ظاہر ہوئے جن کی مشیخت کی بنیاد ہی شرک و بدعت پر ہے۔ انہوں نے مریدوں سے اپنی عبادت کرانے کا قصد کیا۔ چنانچہ انہیں یہ بات خوب لگی۔ کہ وہ ان کے لیے سر منڈوائیں جیسے انہوں نے سجدہ کو اپنے لیے خوب سمجھ رکھا ہے۔ اور اس کا نام دوسرا رکھ دیا ہے۔ کہتے ہیں یہ تو گویا اپنے شیخ کے سامنے سر رکھ دینا ہے۔ حالانکہ سجدہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔ انھوں نے چاہا یہ ہے کہ مرید لوگ اِن ہی کے نام کی نذریں دیں۔ اِن ہی سے تائب ہوں۔ اور انہی کے ناموں کی قسمیں کھائیں۔ یہ صورت دراصل اللہ سے جدا رب بنانا اور اللہ کے سوا ان کو خدا ٹھہرانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ

تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ـــ یعنی کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے، پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ، اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھاتے تھے۔ کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے۔ اور نہ یہ کہے کہ تم ٹھہرالو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب۔ کیا تم کو کفر سکھائے گا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چلے ہو۔"

نام نہاد شیوخ اور صوفیہ پر اعتراض

سب سے افضل عبادت نماز کی عبادت ہے اور مصنوعی شیوخ و علماء نے اسے بھی تقسیم کر لیا ہے۔ چنانچہ بڑے شیخ (کاذب) نے سب سے بڑی عبادت (سجدہ) کو اپنا لیا۔ بعض نے رکوع کروا لیا۔ چنانچہ جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تو جس طرح ایک نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار کے سامنے رکوع کرتا ہے۔ اسی طرح یہ گمراہ (صوفی) ایک دوسرے کو رکوع کرتے ہیں۔ اور ذرا جابر قسم کے (شیوخ) نے قیام اختیار کر لیا۔ چنانچہ آزاد و غلام ان کی عبادت کرتے ہوئے ان کے سامنے قیام کرتے ہیں۔ اور یہ شیوخ متکبرانہ انداز میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ حالانکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں امور سے مفصل طور پر ممانعت فرمائی ہے، کیونکہ یہ امور شریعت حقہ کے صریح طور پر خلاف ہیں۔

غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں

آپؐ نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا: کسی کو مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ اور جب معاذؓ نے آپؐ کو سجدہ کیا تو آپؐ نے ان کے اس فعل (کی تصویب) کا انکار فرمایا۔ اور فرمایا: ٹھہرو۔ (ایسا مت کرو)

اب اگر کوئی اس قسم کی (تکریم) ایک بشر کے لیے جائز کر دے۔ تو گویا اس نے غیر اللہ کی عبادت کو جائز کہا۔

اور صحیح روایت میں آپؐ سے ثابت ہے۔ کہ آپؐ سے دریافت کیا گیا۔ کہ اگر ایک آدمی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟

آپؐ نے فرمایا نہیں۔

عرض کیا گیا۔ کیا اس سے چمٹ جائے اور اسے بوسہ دے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔

عرض کیا گیا کیا اُس سے مصافحہ کرے آپؐ نے فرمایا۔ ہاں!

سلام کے موقع پر جھکنا بھی سجدہ ہے

نیز سلام کے موقع جھک جانا بھی در اصل ایک نوع کا سجود ہوتا ہے۔ اس کی مثال اللہ کا کلام ہے: ادخلوا الباب سجداً (یعنی جھکتے ہوئے (داخل ہونا) ورنہ یہ سب جانتے ہیں۔ کہ پیشانی کے بل لیٹ کر داخل ہونا تو محال ہے۔

صحیح روایت میں آپؐ سے قیام کی ممانعت ثابت ہے۔ جبکہ وہ بیٹھے ہوں۔ جیسے کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کے لیے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی اس سے منع فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ جب آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھائیں۔ تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ حالانکہ صحابہؓ تندرست تھے۔ اور انہیں کوئی عذر نہ تھا۔ لیکن اس لیے بیٹھنے کا حکم ملا آپؐ کے بیٹھتے ہوئے وہ آپؐ کے سر پر کھڑے نہ رہیں۔ کیونکہ ان کا قیام تو اللہ کی (عبادت) کے لیے ہے۔

اس (برائی) کا اندازہ تو کیجیے جو غیر اللہ کی تعظیم و عبادت کے لیے قیام سے پیدا ہوتی ہے، یہ تمام امور شرک ہیں، اور اللہ تعالےٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات،

ادویۂ طبعیہ، ادویۂ روحانیہ، مفرد اور مرکب سے

معالجات

٥

نظر بر حق ہے

نظر بد، اس کے اثرات، اور معالجات

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نظر حق ہے اگر کوئی چیز قدر سے بھی بڑھ جاتی تو وہ نظر ہی ہو سکتی تھی۔

نظر بد کا علاج جھاڑ پھونک سے

اور اسی صحیح میں حضرت انس رضؓ سے منقول ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار، نظر اور پھوڑے پھنسی کے امراض میں جھاڑ پھونک کروانے کی اجازت دی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نظر حق ہے۔

سنن ابی داؤدؒ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ آپؐ نظر لگانے والے کو حکم دیتے، وہ وضو کرتا اور (مریض) نظر والا اس (پانی) سے غسل کرتا۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا کسی کو حکم دیا کہ ہم نظر (کے مرض) میں جھاڑ پھونک کروا لیا کریں۔

ترمذیؒ نے حضرت سفیانؒ بن عیینہ سے انھوں نے عمرو بن دینارؒ سے انھوں نے عروہ بن عامرؒ سے انھوں نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول، بن جعفر کو نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کے لیے جھاڑ پھونک کروا لوں؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں، اگر کوئی چیز قضا پر سبقت کر جاتی تو وہ نظر ہو سکتی تھی — یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن شہاب سے انھوں نے ابی امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کی ہے انھوں نے بتایا کہ عامرؓ بن ربیعہ نے حضرت سہلؓ بن حنیف کو غسل کرتے دیکھا، تو کہا بخدا میں نے آج تک ایسا بانکا شخص نہیں دیکھا اور نہ ایسی خوبصورت جلد دیکھی۔

راوی کہتے ہیں اس پر حضرت سہلؓ کو نظر لگ جانے کے باعث دست شروع ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم عامرؓ کے پاس تشریف لائے اور ناراض ہوئے اور فرمایا، تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کو کس وجہ سے قتل کرتا ہے؟ اس کے لیے غسل کرو۔ حضرت عامرؓ نے اپنا، چہرہ، ہاتھ کہنیاں، گھٹنے، اطراف پاؤں اور اندرون ازار ایک پیالے میں دھویا۔ پھر یہ پانی ان پر بہایا گیا، تو ٹھیک ہو گئے۔

نظر بد کی دو قسمیں

نظر دو قسم کی ہوتی ہے، انسانی اور جناتی نظر۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک باندی دیکھی، جس کے چہرہ پر (سعفہ) پھولا تھا۔

آپؐ نے فرمایا، اس کی جھاڑ پھونک کراؤ کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔

حسین بن مسعود فراء فرماتے ہیں کہ آپؐ کا فرمان "سعفہ" سے مراد جناتی نظر ہے اور جناتی نظر اس قدر تیز ہوتی ہے کہ نیزوں کی نوک سے بھی زیادہ۔

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک گروہ نے عقل و خرد کی کمی کے باعث نظر کو غلط کہا ہے، اور کہا ہے کہ یہ نرے اوہام ہیں ان کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ لوگ عقل و خرد کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ کم مایہ اور جاہل ہیں۔

ارواح میں نظر کی تاثیر، ان کے طبائع۔ قویٰ، کیفیات و خواص کے لحاظ سے مختلف ہے، چنانچہ حاسد کی روح، محسود پر بیّن طور پر ضرر رساں اثر کرتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ محسود کے ضرر دینے میں حاسد کی تاثیر کا انکار

نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ نفسِ حاسد خبیث قسم کی کیفیات کے ساتھ محسود کا تقابل کرتا ہے اور اس میں ...... (خبیث) خاصیت کے ساتھ موثر ہوکر (اسے ضرر دیتا ہے) اور اس کی تاثیر اتصالِ بدن پر موقوف نہیں، جیسا بعض کم علم اور طبیعت و شریعت سے جاہل لوگوں کا خیال ہے، بلکہ گاہے گاہے اتصالِ بدن سے کبھی تقابل ہوجانے سے کبھی محض دیکھ لینے اور کبھی صرف روحانی توجہ سے بھی تاثر ہوجاتا ہے۔ اور کبھی ادعیہ، منتروں اور تعویذات اور کبھی صرف وہم و تخیل سے بھی اثر ہوجاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ؛

یعنی، "تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی۔ ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی، اور بدی سے اندھیرے کی، جب سمٹ آئے اور بدی سے عورتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ٹوک لگانے والے کی۔"

چنانچہ ہر نظر لگانے والا حاسد ہوتا ہے۔ ہاں ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا۔

نظرِ بد کا عِلاج
سنتِ نبوی ؐ کی روشنی میں

نظر[1] کے مرض میں علاج نبوی ؐ کی کئی انواع ہیں۔

سنن ابوداؤد ؒ میں حضرت سہل ؓ بن حنیف سے مروی ہے، فرمایا، کہ ہم ایک سیلاب میں سے گزرے، میں اس میں داخل ہوا، اور اس میں غسل کیا۔ لیکن باہر آتے آتے مجھے بخار ہو گیا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی۔ آپ ؐ نے فرمایا، ابوثابت سے کہو کہ وہ تعوذ کرے۔

راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے میرے آقا دم کرانا اچھی بات ہے؟

آپ ؐ نے فرمایا، دم صرف نظر[1] یا حمی[2] یا لادغ[3] میں ہوتا ہے۔ یہ تعوذات اور دم بکثرت معوذتین سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی سے مراد ہیں۔

نیز تعوذات نبوی بھی مروی ہیں۔

مثلاً اعوذ بکلمات اللہِ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من شر ما خلق وذرأ وبرأ ومن شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا ومن شر ما ذرأ فی الارض ومن شر ما یخرج منھا ومن شر فتن اللیل والنھار ومن شر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون

یعنی میں اللہ کے کلمات تامہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں، جن سے کوئی نیک و بد نہیں بڑھ سکتا، اس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔ اس کی تخلیق کی یا نیست سے ہست کیا اور اس کے شر سے جو آسمان سے اترتا ہے اور اس کے شر سے جو اس میں چڑھتا ہے

---

[1] نظر بد [2] بخار [3] بچھو وغیرہ کا ڈس لینا۔

اور اس کے شر سے جو زمین میں پیدا کیا۔ اور اس کے شر سے جو اس میں سے نکلتا ہے اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور اس بات سے کہ وہ (میرے پاس) آن موجود ہوں۔"

نیز یہ دعا بھی مروی ہے:

اللھم انی اعوذ بوجھك الكريم وكلماتك التامات من شر ما انت اخذ بناصيته اللھم انت تكشف المأثم والمغرم اللھم انه لا يھزم جندك ولا يخلف وعدك سبحانك وبحمدك

یعنی "اے اللہ میں تیرے چہرہ انور کے ساتھ اور تیرے کلماتِ تامہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں، اس کے شر سے جس کی پیشانی کا تو پکڑنے والا ہے۔ اے اللہ تو ہی قرض اور خطاؤں کو دور کرتا ہے۔ اے اللہ تیرے عساکر کو کوئی شکست نہیں دے سکتا، اور تیرا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا، تو پاک ہے، اور تیری ہی حمد ہے۔"

نظر بد سے بچنے کی ایک اور دعا

نیز یہ دعا بھی مروی ہے:

اعوذ بوجه الله العظيم الذى لا شئ اعظم منه وبكلماته التامات التى لا يجاوزهن بر ولا فاجر واسماء الله الحسنى ما علمت منها ومالم اعلم من شر ماخلق وذرأ وبرأ ومن شر كل ذى شر لا اطيق شره ومن شر كل ذى شر انت اخذ بناصيته ان ربى على صراط المستقيم

یعنی "میں خدائے بزرگ و برتر کے چہرہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے کوئی چیز بزرگ نہیں اور اس کے کلماتِ تامہ کے ساتھ جن سے کوئی نیک و بد نہیں بڑھ سکتا اور اللہ کے اسماء الحسنیٰ کے ساتھ جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا اور اس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا، تخلیق کیا اور عدم سے وجود میں لایا اور ہر شر والی چیز کے شر سے جس کے شر سہنے کی، مجھ میں ہمت نہیں اور ہر اس شر والی چیز کے شر سے جس کی پیشانی کا تو مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار رسیدھے راہ پر ہے۔

نیز، اللھم انت ربى لا اله انت عليك توكلت وانت رب العرش العظيم۔

ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن لاحول ولا قوۃ الا باللہ اعلم ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شئ علما و احصی کل شئ عددًا اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی و شر الشیطان و شرکہ ومن شر کل دابۃ انت آخذ بناصیتھا ان ربی علیٰ صراط مستقیم۔

یعنی "اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے تجھی پر توکل کیا اور تو ہی عرش عظیم کا پروردگار ہے جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے، اور جو نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے سوا نہ قوت ہے نہ توفیق ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے، اور اس نے ہر چیز کا شمار کیا ہے، اے اللہ میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور ہر چلنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، جس کی پیشانی کا تو مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھی راہ پر ہے۔"

جس نے بھی ان ادعیہ ماثورہ اور تعوذات کا تجربہ کیا وہ سمجھ لے گا کہ یہ کس قدر فوائد سے مملو ہیں اور ان کی کس قدر اہمیت ہے۔ ان سے نظر سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور کہنے والے کی قوتِ ایمانی کے مطابق ان سے دفاع ہو سکتا ہے اور اس کی قوتِ توکل و ثبات قلب کے مطابق تحفظ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ہتھیار ہے۔ اور ہتھیار چلانے والے کے (فائدہ) کے لیے ہی ہوتا ہے۔

خود اپنی نظر لگنا

نظر بد سے بچنے کی ایک عام اور جامع دعا

اور جب عاین (نظر لگانے والا) کو اپنی نظر لگ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے یہ دعا پڑھ کر اس شر دور کرنا چاہیے، دعا یہ ہے:

اللھم بارك علیہ یعنی، اے اللہ اس پر برکت فرما۔

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامرؓ بن ربیعہ سے فرمایا: جب سہلؓ بن حنیف نے انھ نظر لگائی، کہ کیا تم نے دعائے برکت نہیں کی یعنی اللھم بارك علیہ نہیں پڑھا؟

نیز ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ سے بھی نظر دور ہو جاتی ہے۔

ہشام بن عروۃ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ کوئی تعجب انگیز چیز دیکھتے، یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے۔ تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھ لیتے۔

اسی قبیل سے حضرت جبریل علیہ وسلم کا وہ دم ہے جو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا، جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔

"باسم اللہ ارقیك من كل داء یؤذیك من شر كل نفس او عین حاسد اللہ یشفیك باسم اللہ ارقیك"

یعنی "اللہ کے نام سے میں آپؐ پر دم کرتا ہوں۔ ہر مرض سے جو آپؐ کو تکلیف دے۔ ہر نظر بد یا حاسد کی نظر کے شر سے اللہ آپؐ کو شفا دے گا، اللہ کے نام سے میں آپؐ پر دم کرتا ہوں"

آیاتِ قرآنی گھول کر پلانا سلف کی جماعت کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس مرض میں قرآن پاک کی آیات لکھ کر مریض کو پلا دیتے۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن (کی آیات) لکھی جائیں پھر انھیں دھو کر مریض کو پلا دیا جائے۔

ابی قلابہؓ سے اس طرح مروی ہے، نیز حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک عورت کے لیے قرآن مجید کی آیات لکھ کر اسے دھو کر پلانے کا حکم دیا، تاکہ ولادت میں آسانی ہو جائے۔

ایوبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہؓ کو دیکھا کہ انھوں نے قرآن میں سے کچھ لکھا، اسے پانی سے دھو کر درد والے کو پلایا۔

ایک علاج نظر بد کا یہ بھی ہے کہ نظر لگانے والے کو اطرافِ بدن داخلِ ازار وغیرہ کے غسل کا حکم دینا چاہیے۔ اس سے مراد دائیں جانب کا وہ حصہ بدن ہے جو متصل ازار ہے۔ پھر اسے مریض کے سر پر پیچھے سے اچانک بہا دیا جائے۔ یہ وہ علاج ہے جو اطباء کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا، اور منکرین اور استہزاء کرنے والے اور شک کرنے والے لوگ بھی اس سے مستفید نہیں ہو سکتے، بلکہ یوں کہیے کہ محض تجربہ کے طور پر اسے کرنے والے بھی فائدہ سے محروم رہتے ہیں۔ اگر انھیں فائدہ کا یقین نہ ہو۔ الغرض پانی سے دھونا اس کی ناریت کو ختم کر دینے کے اور اس کی سمیت کو زائل کرنے کے مترادف ہے اس سے نظر کو شفاء حاصل ہوتی ہے۔ نیز غسل کے اثرات قلب پر پہنچتے ہیں جو تمام مقامات سے زیادہ رقیق اور سریع النفوذ ہے۔

اس طرح (مرض) کی ناریت بجھ جاتی ہے اور نظر بد کے مریض کو صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے ڈسنے کے بعد اگر زہریلے کیڑوں کو مار دیا جائے تو مریض کے بدن سے زہر کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اور اسے آرام محسوس ہوتا ہے کیونکہ ڈسنے کے بعد اس کا نفس مریض کی جانب زہر اور سمیت کے اثرات زیادہ مقدار میں بھیجتا رہتا ہے اور جب اسے مار دیا جائے تو درد میں کمی آجاتی ہے اور یہ مشاہدہ میں ہر روز آتا رہتا ہے۔

نیز ڈسنے والے کیڑے کو ہلاک کرنا مریض کی طبیعت کے لیے فرحت و انبساط کا باعث ہوتا ہے کہ ایسے اس کی طبیعت درد کے مقابلہ میں قوی ہو جاتی ہے اور اسے دور کر دیتی ہے۔

نظر بد سے بچنے کا طریقہ،

حضرت عثمانؓ بن عفّان کا ایک واقعہ،

نظر بد کے علاج اور اس سے تحفظ کے سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ ایسے مقامات کو چھپایا جائے، جن پر نظر بد کا خطرہ ہو جیسے کہ امام بغویؒ نے کتاب شرح السنہ میں لکھا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا، تو فرمایا، اس کی ٹھوڑی میں سیاہ داغ لگا دو، تاکہ اسے نظر نہ لگ جائے۔

اور خطابیؒ ایک غریب حدیث میں فرماتے ہیں، جو عثمانؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک بچے کو دیکھا جسے نظر لگ جاتی تھی (حضرت عثمانؓ) نے فرمایا، اس کی ٹھوڑی میں سیاہ داغ لگادو۔

جھاڑ پھونک اور دم

جن سے نظر بد کا اثر زائل ہو جاتا ہے

ابوعبداللہ نیاحی سے منقول ہے کہ وہ حج یا غزوہ کے کسی سفر میں ایک سریع السیر اونٹنی پر سوار تھے۔ جماعت میں ایک آدمی تھا جس کی طرف نظر کرتا۔ اسے ہلاک ہی کر ڈالتا۔ ابوعبداللہ سے کہا گیا، کہ اپنی اونٹنی کو نظرِ بد سے بچا کر رکھنا۔

انھوں نے کہا، میری اونٹنی پر کوئی راہ نہیں پا سکتا۔

نظر لگانے والے کو اس کی خبر دی گئی، اس نے ابوعبداللہ کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھایا اور اس کے سامان کی طرف آکر اس کی اونٹنی کو (نظرِ بد) کے خیال سے دیکھا، وہ تڑپی اور گر گئی۔

ابوعبداللہ آئے تو انھیں بتایا گیا کہ نظر لگانے والے نے اس کو نظر لگا دی، اور اب اس کی یہ حالت ہے جیسی تم دیکھ رہے ہو۔

انھوں نے کہا، مجھے (نظر لگانے والے) کی اطلاع دو، کہ وہ کہاں ہے؟ انھیں اطلاع دی گئی، وہ اس کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور یہ دعا پڑھی:

بسم اللہ حبس حابس وحجر یابس وشهاب قابس رددت عین العائن علیه وعلی احب الناس الیه فارجع البصر هل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیك البصر خاسئا وهو حسیر۔

یعنی، اللہ کے نام سے روکنے والے کی روک، خشک پتھر، شعلے والا انگارا، میں نے نظر لگانے والے کی نظر اس پر اور اس کے سب سے زیادہ محبوب پر لوٹا دی۔ پھر دوبارہ نگاہ کر

کہیں نظر آتی ہے، تجھ کو دراڑ، پھر لوٹا کر دیکھ، دو دو بار لوٹ آئے گی تیرے پاس
تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر۔

چنانچہ یہ دعا پڑھتے ہی نظر لگانے والے کی دونوں آنکھوں (کے حدقے) باہر نکل آئے،
اور اونٹنی اس طرح اٹھ گئی جیسے اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔[1]

---

[1] جھاڑ پھونک اور دم بھی درحقیقت ایک طرح کی دعا ہی ہے، اور اس کا اثر حیرت انگیز طور پر مرتب ہوتا ہے، خاص کر ایسی چیزوں میں جو بجائے خود دوسرے انسان کے لیے اذیت رساں، تکلیف دہ اور مضر ہوتی ہیں۔ مثلاً نظر لگنا، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور روزمرہ کی زندگی میں ہر شخص کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

روحانی علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

سنن ابو داؤدؒ میں حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

جسے تم میں سے کوئی تکلیف ہو، یا اس کا بھائی کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے، اسے چاہئے کہ یہ دعا پڑھے:

ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمك امرك فی السماء والارض كما رحمتك فی السماء فاجعل رحمتك فی الارض واغفر لنا حوبنا وخطايانا انت رب الطيبين انزل رحمة من عندك وشفاء من شفائك على هذا الوجع۔

یعنی "اے ہمارے پروردگار اللہ، جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے۔ تیرا امر آسمان اور زمین میں ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے (اسی طرح) زمین میں بھی اپنی رحمت فرما، اور ہمارے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرما دے، تو ہی پاک لوگوں کا پروردگار ہے۔ اپنے پاس سے رحمت نازل فرما، اور اپنی شفاء سے شفاء (نازل فرما) اس درد پر۔ چنانچہ یہ دعا پڑھتے ہی اللہ کے اذن سے شفایاب ہو جائے گا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا اے محمدؐ کیا آپؐ کو تکلیف ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ دم پڑھا:

باسم اللہ ارقیک من کل داء یوذیک من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیک باسم اللہ ارقیک۔

یعنی، "اللہ کے نام سے میں آپؐ پر دم کرتا ہوں۔ ہر مرض سے جو آپؐ کو تکلیف دے، ہر جان کے یا نظر حاسد کے شر سے، اللہ آپؐ کو شفا دے گا۔ اللہ کے نام کے ساتھ میں آپؐ پر دم کرتا ہوں"[1]

---

[1] جو دعا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کی ہو اور جو گویا براہِ راست خدا کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوئی ہو، اس کی افادیت میں کون صاحبِ ایمان شک کر سکتا ہے؟ ضرورت صرف اس کی ہے کہ ان دعاؤں کو ایقان کامل کے ساتھ پڑھا جائے۔ پھر ان کا اثر دیکھا جائے۔

نیش عقرب

سورۂ فاتحہ کے ذریعہ علاج اور اس کی مصلحت

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت ایک مرتبہ ایک سفر پر نکلی۔ آخر کار یہ لوگ قبائلِ عرب میں سے ایک قبیلہ کے ہاں اترے، اور ان سے کھانا مانگا، انھوں نے انکار کر دیا۔

اچانک قبیلہ کے سردار کو کوئی (کیڑا) ڈس گیا، انھوں نے اس کے لیے ہر دوا کر ڈالی، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، کسی نے کہا: اس قافلے کے پاس جاؤ، جو یہاں اترا ہے، شاید وہاں کسی کے پاس اس درد کا درماں مل جائے۔

وہ آئے اور کہا اے قافلے والو! ہمارے سردار کو کوئی (کیڑا) ڈس گیا ہے، اور ہم نے اس کا ہر علاج کر ڈالا ہے، لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا، کیا تمہارے پاس کچھ (دوا وغیرہ) ہے؟

ایک نے جواب دیا، ہاں! اللہ کی قسم میں دم کرتا ہوں، لیکن ہم نے تم سے کھانا مانگا اور تم نے انکار کر دیا، اس لیے میں تب تک دم نہ کروں گا جب تک کہ تم کچھ اجرت طے نہ کر لو۔

چنانچہ انھوں نے بکری کا ایک ٹکڑا دینا منظور کر لیا۔ یہ اس پر دم کرنے لگے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھنے لگے، فوراً گویا اسے قید سے رہا کیا گیا، اٹھ کر چلنے لگا، اور اسے کچھ بھی تکلیف نہ رہی۔

انھوں نے کہا: وہ وعدہ پورا کرو، جو طے ہوا ہے۔

بعض نے کہا اسے آپس میں تقسیم کر لو۔

دم کرنے والے نے کہا: ایسا مت کرو، جب تک کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو لیں، تاکہ آپؐ کے سامنے اس کا تذکرہ کریں اور دیکھیں کہ آپؐ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

چنانچہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور آپؐ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم بھی ہے۔ پھر فرمایا، تم نے ٹھیک کیا، تقسیم کر لو، اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
سب سے بہترین دوا قرآن مجید ہے۔

اور یہ کسے نہیں معلوم کہ بعض کلاموں کے مخصوص فوائد اور مجرب منافع ہوتے ہیں، پھر رب العالمین کے کلام کا کیا کہنا جس کی فضیلت تمام کلاموں پر مسلم ہے۔ جیسے اللہ کی فضیلت اپنی مخلوق پر ہے۔ یہی شفاءً کامل اور عصمت نافعہ، نور ہادی اور رحمتِ عامہ ہے۔ اگر اسے پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو اس کے عظمت و جلال سے پارہ پارہ ہو جاتا۔

قرآن میں شفاء اور رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین۔ یعنی "اور نازل کرتے ہیں ہم قرآن میں سے جو شفاء ہے اور رحمت ہے واسطے مومنوں کے۔"

اور یہاں دونوں قولوں سے اصح کے مطابق جنسِ بیان مراد ہے، بعض حصہ مراد نہیں، جیسے اللہ کا فرمان وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجراً عظیما
"پس سورۃ فاتحہ کے متعلق تو بدیہۃ اول ظاہر ہے، کہ اس جیسی کوئی سورت قرآن۔ تورات، انجیل اور زبور میں نازل نہیں کی گئی۔ نیز اس میں اللہ کی تمام کتب کے معانی پائے جاتے ہیں۔ یہ سورت رب تعالیٰ کے اسماء و صفات اللہ۔ رب۔ رحمٰن۔ نیز اثبات معاد۔ ذکر توحیدِ ربوبیت و توحید الہیت ذکر ضرورتِ استعانت از پروردگارِ کریم و طلبِ ہدایت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ نیز علی الاطلاق سب سے افضل اور نافع دعا بھی یہ سورت ہے۔

نیز طرح طرح کی مخلوق پر مشتمل ہے، جو معرفتِ حق اس کی محبت و ایثار۔ نیز مغضوب و ضال مخلوق کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

اور یہ بھی قول مروی ہے کہ دم کے اصل کلمات ایاک نعبد وایاک نستعین ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں کلمات سب سے قوی اجزاء پر مشتمل ہیں، کیونکہ ان میں تفویض و توکل،

استعانت و احتیاج کی انتہا ہے۔

میرا ذاتی تجربہ | مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھ پر بھی ایک وقت ایسا آیا کہ میں بیمار ہو گیا، اور طبیب اور علاج کچھ میسر نہ آیا۔ چنانچہ میں آبِ زمزم پر سورہ فاتحہ دم کر کے اس سے علاج کیا کرتا، اور بار بار اس پر (سورہ فاتحہ) پڑھتا، پھر اسے پی لیتا۔ مجھے اس سے شفاء کامل حاصل ہوئی۔ اس کے بعد تو میں زیادہ تر امراض میں اسی سے علاج کرنے لگا۔ اور خوب فائدہ حاصل کیا۔

دفع سمیّت میں

سورۂ فاتحہ کی برکتیں اور فائدہ رسانیاں

سورۂ فاتحہ وغیرہ کے دم سے زہرزدہ کے علاج میں شفائی اثر بھی ایک عجیب راز ہے، کیونکہ زہر اپنے خاص غلط خواص کے لحاظ سے اثر کرتے ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔ اور کیڑوں کا ہتھیار وہ ڈنک ہی ہوتا ہے جس سے وہ ڈستے ہیں، اور ڈستے اسی وقت ہیں جب کہ انتہائی طیش میں آتے ہیں، اور جب غصہ میں آتے ہیں تو (ان کے ڈنک) میں زہر بن جاتا ہے، جسے وہ ڈنک کے ذریعہ منتقل کر دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ہر مرض کا علاج فرمایا ہے اور ہر چیز کی ضد بنائی ہے اور دم کرنے والے اور دم کرانے والے کے نفس مل کر آپس میں فعل و انفعال کا تعلق پیدا کر لیتے ہیں جیسے مرض اور دوا میں تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ دم کرتے وقت دم کرنے والے کا دم اور قوت مرض کے مقابلہ میں بڑھ جاتا ہے، اور اللہ کے اذن سے مرض کو دور کر دیتا ہے۔

ادویہ کی تاثیرات کا مدار بھی فعل و انفعال پر ہے اور جیسے مادّی امراض اور علاج میں تعلق ہوتا ہے، اس طرح روح اور روحانی علاج کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔

الغرض جب روح، سورۂ فاتحہ کے معانی کے ذریعہ قوی اور مخصوص کیفیت کی حامل ہو جاتی ہے اور پھونک یا لعاب سے استعانت حاصل کرتی ہے، تو یہ اثرات نفوسِ خبیثہ کے تمریق خواص کے مقابلہ میں آتے ہیں۔ اور انھیں ختم کر دیتے ہیں۔

بچھوّ کا ڈنک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت طیّبہ

حالت نماز میں آپؐ کی انگلی پر بچھوؔ ڈسنا

مسند ابن ابی شیبہؒ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے حدیث مروی ہے فرمایا:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بچھوّ نے آپؐ کی انگلی پر ڈس لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

سورۂ اخلاص اور نمک کے پانی سے علاج

اللہ تعالےٰ بچھوّ کو غارت کرے، یہ کسی نبی اور غیر نبی کو نہیں چھوڑتا۔

پھر آپؐ نے برتن میں پانی منگایا، نمک ڈالا اور ڈسی ہوئی جگہ کو پانی اور نمک میں رکھا اور قل ہواللہ احد اور معوذتین پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو سکون ہوگیا۔

اس حدیث میں طبعی اور الٰہی دو دواؤں کا مرکب علاج ذکر ہوا ہے۔

سورۂ اخلاص کے برکات و فوائد

سورۂ اخلاص میں اعتقادی طور پر توحید تام ہے، اور اللہ کے لیے اثباتِ احدیت ہے جس سے شرک کی نفی ہوتی ہے نیز اثبات صمدیت ہے جس میں اس کے ہر کمال کا اثبات ہوتا ہے۔ نیز مخلوق کا اس کی طرف محتاج ہونا بھی ثابت ہے۔ نیز سلسلہ توالد کی نفی بھی پائی جاتی ہے اور یہ ثلث قرآن کے برابر شمار کی گئی اور یہی تین اصول مرکز توحید ہیں۔

اور معوذتین میں ہر مکروہ چیز سے مفصل و مکمل طور پر استعاذہ ہے، کیونکہ من شر ما خلق میں ہر چیز اجسام یا ارواح کے شر سے استعاذہ (پناہ) پایا جاتا ہے اور من شر الغاسق یعنی رات کا

استعاذہ قمر پر ہے کہ جب وہ غائب ہو جائے تو اس وقت جو ارواح خبیثہ زمین میں پھیل جاتے ہیں ان سے استعاذہ مقصود ہے۔

دوسری سورت میں شیاطین انس وجن سے استعاذہ بتایا گیا، گویا یہ دونوں موخر سورتیں ہر قسم کے شر سے استعاذہ کی راہ بتاتی ہیں۔

تحفظ اور مصائب آنے سے قبل دفاع کے سلسلہ میں ان دونوں سورتوں کی ایک عجیب شان ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہؓ بن عامر کو ہر نماز کے بعد یہ دونوں سورتیں پڑھنے کا حکم دیا (جامع ترمذی)

اس میں ایک نماز سے دوسری نماز تک تحفظ کے لیے ایک عجیب راز ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کسی تعوذ کرنے والے نے ان جیسی (سورتوں) کے ساتھ تعوذ نہیں کیا۔

منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ گرہیں لگا کر سحر کیا گیا، اور حضرت جبریل علیہ السلام ان دو سورتوں کو لے کر نازل ہوئے۔ چنانچہ جوں جوں وہ ایک ایک آیت پڑھتے رہے ایک ایک گرہ کھلتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام گرہیں کھل گئیں۔ اس طرح وہ گویا قید سے رہا ہوئے۔

اور اس میں علاج طبعی بھی ہے۔ چونکہ نمک کئی زہروں خصوصاً بچھو کے زہر کے لیے دافعانہ اثر رکھتا ہے (اس لیے آپؐ نے اسے بھی استعمال فرمایا)

صاحب قانون کہتے ہیں کہ بچھو کے ڈسے پر بیج کتاں کے ساتھ ملا کر ضماد کیا جائے، ان کے علاوہ دوسرے اطبار نے لکھا ہے کہ نمک میں ایک ایسی قوت جاذبہ ہوتی ہے جو زہر کو جذب کر کے ورم کو تحلیل کر دیتی ہے۔

بچھو کے ڈنک سے بچنے کی دعا

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، گزشتہ شب مجھے ایک بچھو ڈس گیا۔

آپؐ نے فرمایا کاش تو شام کے وقت یہ دعا پڑھتا ہوتا۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق تو تجھے ضرر نہ ہوتا۔

یاد رکھیے، ادویہ الٰہیہ مرض آنے کے بعد فائدہ دیتی ہیں اور مرض آنے سے قبل اس سے تحفظ کرتی ہیں اور اگر مرض آئے بھی تو ضرر رساں نوعیت اختیار نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ موذی ہی کیوں نہ ہو۔ اور طبیعی ادویہ (طبی)

یہ بات قرین قیاس نہیں بلکہ ادویہ ہیں پہلے تحفظ ما تقدم کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں

مرض کے آنے کے بعد ہی فائدہ دیتی ہے۔ چنانچہ تعوذات واذکار یا تو اسبابِ (آفت) کو ردکر دیتے ہیں یا ان میں اور ان کے کامل اثرات میں حسب کمال تعوذ حائل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے تعوذ اور دم کو حفظانِ صحت اور ازالۂ مرض ہر دو مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پہلی قسم کے متعلق صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھوں پر قل ہو اللہ اور معوذتین پڑھ کر پھونک لیتے، پھر اپنے چہرہ انور اور تمام بدن مبارک پر پھیر لیتے، جہاں تک بھی ممکن ہوتا۔

نیز حضرت ابوالدرداءؓ کی موضوع حدیث میں مروی ہے کہ آپؐ:

اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم پڑھتے۔
یعنی اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تجھ پر توکل کیا اور تو عرش عظیم کا رب ہے۔"

یہ گزر چکا ہے کہ جس نے اسے ابتدائے دن میں پڑھا، اسے شام تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی، اور جس نے اسے دن کے آخر میں پڑھا، اسے صبح تک کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی۔

مصائب سے بچنے کی دعا

صحیحین میں مروی ہے کہ جس نے سورہ بقرہ کی دو آخری آیتیں رات کو پڑھ لیں، یہ دونوں اس کے لیے کافی ہیں۔

صحیح مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

جو کسی جگہ اترے، اور یہ دعا پڑھے:

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق، یعنی میں اللہ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی؛

اپنی جگہ سے سفر کرنے تک اُسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

سنن ابی داؤدؒ میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، اور رات کو یہ دعا پڑھ رہے تھے:

یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیک وشر ما یدب علیک اعوذ باللہ من اسد واسود ومن الحیۃ والعقرب ومن ساکن البلد ومن والد وما ولد

یعنی "اے زمین میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں اللہ کے ساتھ تیرے شر سے اور جو تجھ میں ہے اس کے شر سے اور جو تجھ پر چلتا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، میں شیر اور سانپ سے اور اژدہے اور بچھو سے پناہ مانگتا ہوں اور شہر میں رہنے والے سے اور باپ سے اور جو پیدا ہوا اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں"۔

دوسرا وہ ہے جو سورۂ فاتحہ کے ذریعہ دم کرنے اور بچھو کے دم میں ذکر ہوا۔[1]

---

[1] ادعیۂ ماثورہ کی اثر آفرینی شک و شبہ سے بالا ہے۔ اگر صدق دل اور صدق نیت سے ان دعاؤں کو پڑھا جائے تو ان کا حسب دل خواہ اثر ہونا لازمی اور قطعی ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔

پھوڑے پھنسی کا علاج دم سے

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی حدیث نقل ہو چکی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار، نظر بد اور نملہ (پھنسیوں) میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت شفاء بنت عبداللہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس تھی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا جس طرح تم نے کتابت سیکھ رکھی ہے کیا اسی طرح تم نملہ کا دم نہیں سیکھ لوگی؟

نملہ کا مرض اطراف بدن پر دانوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایک مشہور مرض ہے اور اس کا نام نملہ اس لیے مشہور ہے کہ (نملہ کے معنی چھوٹی چیونٹی ہے) اور اس کا مریض یہ محسوس کرتا ہے کہ گویا ایک چیونٹی اس کے بدن پر رینگ رہی ہے، اور اسے ڈس رہی ہے، اس کی کئی اقسام ہیں۔

اس حدیث سے عورتوں کے لیے جواز کتابت ثابت ہے۔

سانپ کا ڈس لینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو اور سانپ کے ڈسنے کے لیے دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے، انھوں نے بتایا، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابیؓ کو سانپ نے ڈس لیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی دم کرنے والا ہے؟

لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آل حزم سانپ کے ڈسنے کا دم کیا کرتے تھے جب آپؐ نے اس کی ممانعت فرمادی تو انھوں نے یہ کلام چھوڑ دیا۔

آپؐ نے فرمایا، عمارہ بن حزم کو بلالاؤ، انھیں بلایا گیا۔ انھوں نے دم کے الفاظ آپؐ کے سامنے پڑھے آپؐ نے فرمایا، اس میں کچھ حرج نہیں[1]۔

آپؐ نے دم کرنے کی اجازت دی، چنانچہ انھوں نے دم کر دیا۔

---

[1] یعنی اس دم میں ایسے الفاظ نہیں تھے، جو مشرکانہ ہوتے، لہٰذا آپؐ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

درد، اور پھوڑے پھنسی کا علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی، یا زخم ہو جاتا، یا پھوڑا نکل آتا، تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت شہادت کا سرا اس طرح زمین پر رگڑتے پھر اسے اٹھاتے اور پھر پڑھتے:

بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا لیشفی سقیمنا باذن ربنا

یہ علاج از حد سہل ہے اور ہر جگہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی مرکب علاج ہے، دیگر ادویہ دستیاب نہ ہو سکنے کے موقع پر بطور خاص یہ علاج ایک کارگر معالجہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ہر جگہ اسے عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ خالص اور شفاف مٹی سرد خشک ہوتی ہے، اور رطوبات زخم اور پھوڑوں کو خشک کر دیتی ہے، سرعت اندمال کے باعث خوب اثر کرتی ہے۔ چنانچہ شدت جفافت (خشک کرنا) اور سرد یابس ہونے کے باعث ایسے ردی اور خراب مادوں کو ختم کرتی ہے، جو صحت میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اس کے ذریعہ بیمار عضو کا مزاج اعتدال پر آجاتا ہے۔ اور جب مزاج اعتدال پر آ گیا تو طبیعت کی قوت مدبرہ قوی ہو جائے گی۔ اور اللہ کے اذن سے تکلیف دور ہو جائے گی۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آپ انگشت شہادت کے سرے کو لعاب سے تر کر کے مٹی سے لگاتے پھر اسے مریض پر پھیر دیتے اس طرح ذکر الٰہی، تفویض امر اور توکل علی اللہ کی برکت بھی ساتھ ساتھ ہو جاتی۔

رہا یہ سوال کہ "تربۃ ارضنا" سے مراد تمام زمین ہے یا صرف مخصوص طور پر اس سے مدینہ کی

زمین مراد ہے؟

اس میں دو قول ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں جو کئی امراض میں فائدہ مند ہوتے ہیں اور کئی خراب قسم کے امراض میں مفید اور نافع اثر رکھتے ہیں۔

جالینوس کہتا ہے کہ میں نے اسکندریہ میں کئی معالجین کو دیکھا وہ مصر کی مٹی استعمال کراتے اسے پنڈلیوں، رانوں، کلائیوں پشت اور پسلیوں پر لیپ کراتے، اور اس سے خوب فائدہ ہوتا۔

کہتے ہیں، کہا ہے گا ہے اورام متعفنہ پر یہ لیپ بہت زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ زیریں حصّہ سے اخراجِ خون کے باعث ان لوگوں کے بدن متورم ہو چکے تھے۔ انھیں اس مٹی سے کافی فائدہ ہوا، ایک دوسری جماعت کو دیکھا کہ انھیں مزمن درد سے صحت حاصل ہوگئی جو ایک طویل عرصہ سے بڑی شدت سے جاری تھا، اور کوئی تکلیف نہ رہی۔

جب عام مٹی کی یہ خاصیت ہوتی ہے تو زمین کی سب سے پاکیزہ اور بابرکت مٹی کا کیا کہنا جبکہ اس کے ساتھ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک بھی مخلوط ہو گیا ہو۔ اور اس میں اللہ کا نام بھی ہو اور تمام امور میں تفویض اسی کی جانب ہو۔

درد پر دم کرنے سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ

صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ بن ابی عاص سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درد کی شکایت پیش کی۔ جب سے انھوں نے اسلام قبول کیا تھا جسم میں ایک طرح کا درد سا محسوس کرتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا، بدن میں جہاں درد محسوس ہوتا ہو اس جگہ ہاتھ رکھو اور یہ دعا پڑھو:

بسم اللہ تین بار۔

پھر سات بار یہ دعا پڑھو: اعوذ لعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر

نیز صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ اپنے اہل میں سے کسی کو دم کرتے اور داہنے ہاتھ سے رگڑتے، اور یہ دعا پڑھتے:

اللّٰھم رب الناس اذھب الباس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءك شفاء لا یغادر سقما:

یعنی "اے اللہ لوگوں کے پروردگار تکلیف دور کر دے اور شفا دے تو ہی صحت دینے والا ہے۔ تیری شفاء کے سوا کوئی شفا نہیں (ایسی شفاء دے) کہ کوئی تکلیف نہ رہے"
اس میں شفاء حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کمالِ ربوبیت و رحمت کا احساس ہے کہ بس وہی ایک شفاء دینے والا ہے۔ اور اس کے سوا کسی سے شفاء نہیں مل سکتی، گویا اس کے ساتھ ساتھ توحید اور اس کے احسان و ربوبیت کا تذکرہ بھی ہو گیا۔

مصیبت اور غم کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعائیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

یعنی " اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں، اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر "

مسند میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی شخص اگر مبتلائے مصیبت ہو جائے تو یوں دعا کرے :

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا

یعنی " ہم اللہ کے ہی ہیں اور اسی کی طرف واپس جانا ہے، اے اللہ میری مصیبت میں مجھے پناہ دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما "

اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں پناہ دے گا اور بہتر بدل عطا فرمائے گا ۔ یہ کلام مصیبت کا سب سے بہتر علاج ہے، اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ فائدہ بخش ہے کیونکہ یہ دو عظیم اصولوں پر مشتمل ہے کہ اگر بندے کو ان کی معرفت ہو جائے تو مصیبت میں اسے اطمینان و سکون حاصل ہو گا ۔

وہ اصول یہ ہیں :

جو کچھ تمہارے پاس ہے سب خدا ہی کا ہے | ایک یہ کہ بندہ اور اس کے اہل و عیال اس کا

مال فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور بندے کے پاس؛ یہ جو کچھ ہے محض مستعار ہے،
جب وہ انھیں واپس لے لیتا ہے تو گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ مستعار دینے والا اپنا مال واپس لے لیتا
ہے، نیز وہ عبد مامور کی طرح امور میں تصرف کرتا ہے، مالکانہ حیثیت میں (اسے تصرف کرنے کی
اجازت نہیں) یہی وجہ ہے کہ اسے مالکِ حقیقی کے احکام کے مطابق ہی تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

آخر کار اللہ کے پاس واپس جانا ہے دوسرے بندے کا مرجع و مصیر تو اللہ حق شانہٗ کی ہی طرف ہے اور دنیا کو چھوڑ کر منفرد حالت
میں پروردگار کے سامنے پیش ہونا ایک لابدی اور یقینی امر ہے۔ بالکل اس طرح جیسے اللہ تعالےٰ
نے اسے اہل وعیال اور مال کے بغیر تنہا پیدا کیا تھا۔ تب نہ اس کا کوئی خاندان تھا نہ اہل وعیال۔
لیکن حسنات وسیئات کا معاملہ ضرور تھا۔ جب بندے کی ابتداء اور انتہا یہ ہے تو پھر موجود پر فرحت
کیسی؟ اور مفقود پر غم کیوں؟ پس اس مرض کا علاج درحقیقت مبداء اور معاد کے غور و فکر میں پنہاں ہے
نیز ایک علاج یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا یقینی علم ہے کہ جو تکلیف پہنچی ہے وہ ٹلنے والی نہ تھی، اور
جو ٹل گئی وہ پہنچنے والی نہ تھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا
بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِۨ ۝

یعنی "نہیں پہنچتی کوئی مصیبت تمہاری جان کو نہ زمین پر، مگر وہ جو کتاب کے اندر لکھا ہوا ہے قبل
اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو بلاشبہ یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے؛ تو نہ غم کھاؤ تم اس چیز
کے اوپر کہ جو کہ کھو گئی تم سے اور مت خوش ہو اس چیز پر کہ آئی تم کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا کسی
بھی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو۔"

اپنے غم پر دوسروں کا غم یاد کرو نیز اپنی مصیبت کو غمگینوں اور رنجوروں کی دلجوئی کر کے ہلکا کرنا
چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ہر جگہ خوش بخت اور غم و مشقت
میں مبتلا لوگ موجود ہیں۔ اور یہ کہ دنیا کی خوشیاں محض خواب ہیں یا ڈھل جانے والا سایہ ہیں۔ اگر کچھ دیر

ہنساتی ہیں تو زیادہ دیر رلاتی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، ہر فرحت کے بعد غم بھی ہے۔ اور جس گھر میں فرحت آئی غم بھی ضرور آیا۔

ابن سیرینؒ فرماتے ہیں، کوئی ایسی ہنسی نہیں جس کے بعد رونا نہ ہو۔

ہند بنت نعمان فرماتی ہیں۔ ہم نے دیکھا ہم تمام لوگوں پر غالب اور طاقتور حکمران تھے۔ پھر سورج غروب بھی نہ ہوا تھا، کہ ہم نے اپنے آپ کو سب لوگوں سے کم زیادہ کم درجہ اور فروتر دیکھ لیا، اور اللہ کو یہ حق ہے کہ جس گھر کو خیر سے بھر دے، اس میں غبار بھی اڑا دے۔ ایک آدمی نے اس سے اس کی حالت معلوم کی تو انھوں نے جواب دیا۔ صبح تھی کہ تمام عرب ہم سے (سخاوت) کے امیدوار تھے، اور شام ہوئی تو تمام عرب ہم پر رحم کھا رہے تھے۔ اور اس کا توڑ یہ ہے کہ آدمی یقین کرلے کہ جزع فزع اور واویلا اسے دور نہیں کر سکتا بلکہ اس میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، اور درحقیقت زیادتی مرض کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے، تو پھر اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ صبر و تسلیم و رضا کا ثواب ضائع ہوجانے کا خیال کرے۔ نیز یہ خیال کرے کہ صبر کے بعد جو مسرت و لذت ملے گی وہ اس سے کئی گنا ہوگی۔ اور اگر وہ (صبر و استقامت) پر ثابت قدم رہا تو جنت میں بنا ہوا بیت الحمد (حمد کرنے والوں کا گھر)، کافی ہوگا جو اسے اپنے پروردگار کی حمد اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے عطا ہوگا، پس انسان خود ہی سوچ لے، کونسی مصیبت بڑی ہے، دنیا کی مصیبت یا وہ مصیبت جس کے نتیجہ میں جنت کا بیت الحمد چھن جائے؟

جامع ترمذیؒ میں مرفوع روایت آئی ہے کہ قیامت کے روز لوگ خواہش کریں گے کہ (کاش)، دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹے جاتے (اور انھیں صبر کرنے پر اجر ملتا) جب وہ مصیبت زدگان (کے صبر کے باعث) ان کا ثواب عظیم دیکھیں گے۔

مصائب نعمت الٰہی کا سبب ہیں

بعض سلفؒ سے منقول ہے ہم پر اگر دنیا میں مصائب نہ آتے تو ہم قیامت کے روز مفلس اور قلاش ہی اٹھتے۔

مسند احمدؒ و ترمذیؒ میں حضرت محمد بن لبیر سے مرفوع روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت رکھتا ہے تو اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جو راضی ہو گیا[1]۔ اس کے لیے (اللہ کی رضا ہے' اور جو

---

[1] یعنی جس نے صبر کیا۔

ناراض ہوا اس کے لئے (اللہ) کی ناراضگی ہے۔ امام احمدؒ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جو جزع کرے اس کے لئے جزع (واویلا) ہے۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ وہ اس کے ذریعہ راضی ہو جاتے۔

حضرت عمرانؓ بن حصین اپنی بیماری کے دوران میں فرمایا کرتے تھے۔ مجھے بھی وہی بات محبوب ہے، جو اللہ کو محبوب ہے۔

حضرت ابوالعالیہؒ کا قول بھی ایسا ہی منقول ہے۔

یہ علاج و دوا صرف محبین کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے اور ہر آدمی کے امکان میں بھی نہیں کہ وہ اس طریقہ پر علاج کر سکے۔

مصیبت صبر اور ایمان کا امتحان ہے

شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا اے میرے بیٹے مصیبت تجھے ہلاک کرنے کے لئے نہیں آتی، بلکہ تیرے صبر و ایمان کا امتحان لینے آتی ہے۔ نیز اس کا علاج یہ بھی ہے کہ تو سوچے کہ اگر دنیا میں مصائب و محن نہ ہوتے تو بندے عجب فرعونیت، شقاوتِ قلبی جیسے امراض میں مبتلا ہو جاتے، جن سے آدمی دنیا میں اور آخرت میں ہر جگہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ارحم الراحمین کا کمالِ رحمت ہے کہ بعض اوقات وہ مصائب کی دوا استعمال کرا دیتا ہے جن کے باعث امراض سے تحفظ رہتا ہے اور صحتِ عبدیت قائم رہتی ہے نیز (کفر و عدوان و شرک وغیرہ) کے فاسد مادوں کا استفراغ جاری رہتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو ابتلاء کے ذریعہ رحم فرماتی ہے اور انعامات کے ذریعہ ابتلاء میں ڈال دیتی ہے جیسا کہ مشہور شعر ہے۔

قد ینعم اللہ بالبلوی وان عظمت ویبتلی اللہ بعض القوم بالنعم

یعنی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ مصائب کے ذریعہ انعام فرماتا ہے اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ بعض اقوام پر انعام کر کے انھیں ابتلا میں ڈال دیتا ہے۔

دنیا کا دکھ آخرت کا ثمر شیریں

نیز اس کا علاج یہ بھی ہے کہ آدمی یقین رکھے کہ دنیا

لہ یعنی جو صبر نہ کر سکا

کا دکھ ہی دراصل آخرت کا ثمر شیریں ثابت ہوگا۔ جنھیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تبدیل کر دے گا اگر سمجھ میں نہ آئے تو نبی صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ۔

حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات

یعنی جنت کے سامنے ناپسند (تکلفات) کی باڑ لگائی گئی اور دوزخ کے آگے مرغوبات (شہوات) کی باڑ لگائی گئی۔

پس اپنے آپ کو ان انعامات کے مطالعہ کی دعوت دو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اکرام اور فرماں بردار بندوں کے لئے دائمی انعامات سعادت ابدی اور کامرانی عظیمہ کی صورت میں تیار کر رکھے ہیں۔ نیز اس ذلت عذاب اور دائمی حسرتوں کا بھی (مطالعہ کرو) جو اہل باطل اور نافرمانوں کے لئے اس نے تیار کر رکھی ہیں، پھر انتخاب کرو کہ کونسی صورت تمھارے لئے زیادہ مناسب ہے؟ اور آدمی اپنے طریق کار پر عامل ہے" اور ہر آدمی اپنے مناسبِ حال کی طرف لپک رہا ہے۔

کرب و الم اور حزن و ملال کا علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت طیبہ

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے ۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی کے موقع پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے ۔
لاالٰہ الا اللہ العظیم الحلیم لاالٰہ الا اللہ رب العرش العظیم ۔ لا الٰہ الا اللہ
رب السمٰوٰت السبع و رب الارض رب العرش الکریم ۔
یعنی " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بزرگ اور حلیم ہے ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، جو عرش عظیم کا پروردگار ہے ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، جو ساتوں آسمانوں کا پروردگار اور زمین کا پروردگار عرش کریم کا پروردگار ہے ۔"
نیز جامع ترمذیؒ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی غم لاحق ہوتا ، تو آپؐ دعا فرماتے ۔
یاحی یا قیوم برحمتك استغیث ۔ یعنی " اے زندہ اے ہر چیز کو قائم رکھنے والے تیری رحمت کے طفیل مدد مانگتا ہوں "۔
نیز حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا صدمہ ہوتا تو آپؐ آسمان کی جانب سر مبارک اٹھاتے ، اور سبحان اللہ العظیم پڑھتے ، اور جب دعا میں خوب سعی فرماتے تو یاحی یاقیوم پڑھتے ۔

پریشانی اور حزن و کرب کے وقت کی دعائیں سنن ابی داوٗدؒ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، کہ پریشان آدمی کی دعائیں یہ ہیں :

اللّٰھم رحمتك ارجوا فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ لا الٰہ الا انت :۔

"یعنی اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں ۔ اس لیے مجھے چشم زدن کے لیے بھی میرے سپرد نہ کر۔ میری حالت درست فرما دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۔"

نیز حضرت اسماءؓ بنت عمیس سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا :۔

کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ بتاؤں جنہیں تکلیف اور کرب کے وقت یا کرب کی حالت میں کہہ لیا کرو ؟ وہ یہ ہیں :۔

اللہ ربی لا اشرك بہٖ شیئًا ، یعنی اللہ میرا پروردگار ہے، میں اس کا کسی کو شریک نہیں بناتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسے سات بار کہا جائے گا۔

رنج وغم دُور کرنے کی دعا

مسند امام احمدؒ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا :

جس بندے کو غم اور دکھ پہنچے اور وہ یہ دعا کرے :

اللھم انی عبدك ابن عبدك ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حکمك عدل فی قضاءك اسألك بکل اسم ھو لك سمیت بہٖ نفسك او انزلتہٗ فی کتابك او علمتہٗ احدًا من خلقك او استأثرت بہٖ فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی ۔

"یعنی اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ مجھ پر تیرا حکم جاری ہے، مجھ پر تیرا فیصلہ ہی کارفرما ہے۔ میں تیرے ہر اُس نام کے طفیل سوال کرتا ہوں جسے تو نے اپنا نام رکھا، یا تو نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا۔ یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، یا تو نے اسے اپنے پاس علم غیب (مخفی علم) میں رکھا کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میرے سینہ کا نور، میرے غم کا مداوا

اور میرے حزن کو دور کرنے کا ذریعہ بنا دے"
جو بھی اسے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کا حزن و ملال دور کر دے گا اور اس کی جگہ فرحت عطا فرمائے گا۔

حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا

جامع ترمذیؒ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یہ ہے:
لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۔ یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں[1] میں سے ہوں"۔
کوئی مسلمان بھی ان الفاظ سے دعا کرے تو اس کی دعا (ضرور، بالضرور) قبول کی جائے گی۔
ایک روایت میں منقول ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی مصیبت زدہ ایسا نہیں جو اسے کہے اور اس کی تکلیف دور نہ ہو جائے۔ وہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔
سنن ابی داؤدؒ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف لائے، اچانک ایک انصاری حضرت ابوامامہؓ ان کے سامنے آئے۔
آپؐ نے فرمایا، اے ابوامامہؓ کیا بات ہے اس وقت نماز کا وقت بھی نہیں اور تم مسجد میں بیٹھے ہو؟
انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ مجھے قرض اور آلام نے گھیر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، میں تمہیں ایسا کلام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے پڑھو تو اللہ عزوجل تمہارا غم دور کر دے اور تمہارا قرض ادا فرما دے؟
راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، ہاں! ضرور اے اللہ کے رسول۔
آپؐ نے فرمایا، جب صبح ہو اور جب شام ہو، تو یہ دعا پڑھ لیا کرو
اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذ بک من غلبۃ الدین وقھر الرجال۔
یعنی "اے اللہ میں غم و حزن سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں عجز اور سستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں غلبۂ قرض اور آدمیوں کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

---

[1] یعنی اپنے اوپر ظلم کرنے والا، خطا کار۔

راوی کہتے ہیں، میں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے تمام غم و حزن دور فرمادے۔ اور میرے سارے قرضے ادا کردے۔

سنن ابی داؤدؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو استغفار لازم کرلے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا اسے ہر غم سے نجات عطا کی، وہ اسے ہر تنگی سے نکال دے گا۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق ملے گا، جہاں کا اسے سان گمان بھی نہ ہوگا۔

اور مسند میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم ہوتا تو آپ نماز کی طرف رجوع فرماتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی اور صبر کرکے اور نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگو۔

جہاد جنت کا دروازہ ہے

اور سنن میں ہے کہ تم پر جہاد واجب ہے۔ کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ لوگوں کو غم و حزن سے نجات دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس پر غم والم کی کثرت ہو، اسے کثرت سے لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھنا چاہیے۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ یہ (الفاظ) جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں۔

ترمذیؒ میں ہے کہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

دعائی دوا کے پندرہ دور رس اور اہم فائدے

نیز یہ ادویہ پندرہ انواعِ علاج پر مشتمل ہیں اگرچہ غم و حزن ان سے نہ بھی زائل ہو اور جب درد شکم اور اس کے اسباب محکم ہوگئے ہوں، اس وقت استفراغ کلی کی احتیاج ہوتی ہے۔

وہ پندرہ انواع یہ ہیں:

۱۔ توحید ربوبیت خدائے عزوجل۔

۲۔ توحید الہیت۔

۳۔ توحید علمی اعتقادی

۴۔ تنزیہ پروردگار عالم کہ وہ کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا اور نہ بندے کا بغیر سبب کے مواخذہ کرتا ہے۔

۵۔ بندے کا اعترافِ ظلم وخطا۔

۶۔ پروردگار کے تصور میں اس کی محبوب چیز کا توسل اور یہ ذریعہ توسل اس کے اسمائے حسنہ اور صفات ہیں۔

۷۔ صرف خدا سے استعانت۔

۸۔ ذات ربوبیت سے بندے کی آس اور امید کا اقرار۔

۹۔ توکل علی اللہ وتفویض الی اللہ، یعنی اس کا اعتراف کہ بندہ خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جو سلوک اس سے چاہے کرے۔

۱۰۔ ریاض قرآن سے اس کا قلب شمیم انگیزیاں حاصل کرے جو اس سے قلب کے لیے موسم بہاراں بن جائے گا جس کے باعث وہ شبہات وشہوات کے ظلمات میں روشنی لے کر چل سکے جس کے باعث ہر فوت شدہ چیز پر تسلی حاصل کرے، ہر مصیبت کو سہہ سکے، اور دل کے روگ دُور کر سکے، جو اس کے حزن کو دور کردے، اور صدمہ غم سے شفا بخشے۔

۱۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار، وانابت ورجوع۔

۱۲۔ خدا کے راستے میں جہاد

۱۳۔ نماز

۱۴۔ توبہ خدائے بزرگ وبرتر کی جناب میں۔

۱۵۔ لاحول ولاقوۃ کے سہارے براۃ اور تمام آلام وہموم کے بارے میں اللہ کی طرف معاملات کی سپردگی۔

ان امراض میں ادویہ بالا کی جہت تاثیر:

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو اور اس کے اعضاء کو پیدا کیا۔ اور ہر عضو کا ایک کمال بنایا جب کمال ختم ہو۔ تو وہ عضو درد محسوس کرتا ہے۔ اور اعضا کے بادشاہ "قلب" کو بھی ایک کمال دیا۔ جب وہ مفقود ہوجائے تو اسے آلام وہموم کے امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔ جب آنکھ بصارت کی قوت کھو دے، کان شنوائی کی قوت سے محروم ہو۔ اور زبان کلام کی قوت سے عاجز آجائے، تو گویا ان اعضا کا کمال چھن گیا، دل کا کمال یہ ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اس کی محبت وتوحید اس کے ساتھ سرور وابتہاج۔ توکل ورضا اسی کے لیے حب وبغض اور معاملات ومعادات رکھے۔ چنانچہ توحید بندے کے خیر وسرور۔ لذت وفرحت کا دروازہ کھولتی ہے، اور توبہ، اخلاط اور مواد فاسدہ کا استفراغ کرتی ہے۔ جو اس کی امراض کا سبب بنتا ہے

اور اختلاط سے تحفظ ہوتا ہے۔ گویا وہ برائیوں کا دروازہ بند کرتی ہے۔ اور توحید کے ساتھ سعادت وخیر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور توبہ و استغفار کے ساتھ برائیوں کا دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ متقدمین ائمہ اطباء کا کہنا ہے کہ جو شخص بدن کی صحت و عافیت چاہتا ہے۔ اسے کھانے اور پینے میں کمی کرنی چاہئے اور جو قلب کی عافیت کا جویا ہو۔ اسے گناہ ترک کر دینے چاہئیں۔

ترک گناہ اور کم خوری وکم گوئی کے برکات

ثابت بن قرۃ فرماتے ہیں کہ جسم کی راحت کھانے کی کمی میں ہے۔ اور روح کی راحت گناہوں کی کمی میں ہے اور زبان کی راحت کلام کی کمی میں ہے۔ قلب کے لیے گناہ زہروں کے قائم مقام ہوتے ہیں یہ اگر اسے ہلاک نہیں کرتے تو کمزور تو بہرحال کر دیتے ہیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ جب قوت میں ضعف آگیا، تو امراض کا مقابلہ دشوار ہو جائے گا۔

طبیب القلوب (دلوں، روحانی امراض کے ماہر) حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے:

رایت الذنوب تمیت القلوب وقد یورث الذل ادمانھا

یعنی، میں نے گناہوں کو دیکھا کہ وہ دلوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اور کبھی کبھی ان پہ دوام ذلت ڈال دیتا ہے۔

وترک الذنوب حیات القلوب وخیر لنفسک عصیانھا

یعنی، اور گناہوں کا ترک دلوں کی زندگی ہے۔

اور تیرے نفس کی بھلائی اسی میں ہے کہ (گناہوں کی) نافرمانی کرے۔

"یاحی یاقیوم" کے منافع وبرکات

اور آپ کے ارشاد:

یاحی یاقیوم برحمتك استغیث۔

اس میں دفع مرض کی ایک عجیب مناسبت ہے، کیونکہ صفت "حی" تمام صفات کمال کو مستلزم ہے اور صفت "قیوم" تمام صفات افعال پر حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے، تو قبول ہوتی ہے۔ اور جب کچھ سوال کیا جائے تو عطا ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ یہ اسم اعظم "الحی القیوم" کا اسم مبارک ہے، چنانچہ "حی قیوم" کے اسماء ایسے تمام امراض کے زائل کرنے میں ایک عجیب اثر رکھتے ہیں جو مضر حیات ہوں۔ اور اس کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں

ملتی ہے۔ جب آپؐ نے اپنے پروردگار کریم سے جبریل و میکائیل اور اسرافیل کے رب ہونے کے وسیلہ سے دعا فرمائی کہ انھیں حق کے متعلق اختلاف میں ہدایت دے۔ کیونکہ قلبی حیات ہدایت سے وابستہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تینوں فرشتوں کو حیات کے معاملات سپرد کر رکھے ہیں۔ چنانچہ جبریلؑ وحی پر موکل ہیں جو قلوب کی اصل حیات ہے۔ اور میکائیل علیہ السلام بارش کے موکل ہیں جو ابدان و حیوان سب کے لیے حیات کا باعث ہے۔ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکنے پر مقرر ہیں جو حیاتِ عالم اور ارواح کے دوبارہ اجسام میں واپس آنے کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ان عظیم ارواح ثلثہ کی ربوبیت کے وسیلہ سے دعا کرنا استجابت کے لیے بہت ہی موثر ہے۔

الغرض حیّ اور قیوم کے اسماء اجابت دعوات اور کشفِ تکالیف میں ازحد فائدہ مند ہیں۔

اسمِ اعظم والی آیات شریفہ

سنن اور صحیح ابن حاتم میں مرفوع روایت ہے کہ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔

والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔

اور آل عمران کی ابتدا میں الٓمٓ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم

ترمذیؒ نے اسے حدیث صحیح بتایا ہے۔

سنن اور صحیح ابن حبان میں بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے دعا کی اور یہ الفاظ کہے۔

اللھم انی اسألک بان لک الحمد لا الٰہ الا انت المنان بدیع السمٰوات والارض یا ذالجلال والاکرام یا حی یا قیوم۔

یعنی اے اللہ میں تجھ سے یہ وسیلہ لے کر دعا کرتا ہوں کہ تو ہی سزاوار حمد ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بہت احسان کرنے والا، آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے بزرگی اور عزت والے اے زندہ اور ہر چیز کو قائم رکھنے والے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور جب مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں خود سعی فرماتے، تو یا حی یا قیوم کہتے۔ اور اس کی توحید کے توسل کو مرض میں ایک موثر حیثیت حاصل ہے، اسی طرح آپؐ کا یہ قول ہے، اللہ ربی لا اشرک بہ۔ یعنی اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

اور اس کے معارف الٰہیہ اور اسرارِ عبودیت

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت۔

اللھم انی عبدک وابن عبدک اس دعا میں اس قدر معارف الٰہیہ اور رموزِ عبودیت ہیں جو اس کتاب میں سما نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ الفاظ اس کی عبودیت اور اس کے اباء و اجداد اور ماں کی عبودیت پر مشتمل ہیں۔ نیز یہ کہ اس کی پیشانی (یعنی وہ بندہ خود) اسی کے قبضہ میں ہے خدا جس طرح چاہتا ہے۔ اس پر تصرف کرتا ہے۔ اسی لیے بندہ اپنے نفع و نقصان کا تو کیا ذکر موت و حیات اور بعثت کا بھی مالک نہیں۔ کیونکہ اس کی پیشانی غیر عبید اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کے اپنے اختیار میں کوئی بات بھی نہیں۔ بلکہ وہ اس کی سطوت و سلطانیت کے ماتحت بے بس اور مجبور ہے۔

اور آپؐ کا ارشاد:

ماضٍ فیّ حکمک عدلٌ فیّ قضاءک

دو۲ اصول جو مدار توحید ہیں

یہ دو۲ ایسے اصولوں پر مبنی ہے۔ جو درحقیقت مدار توحید ہیں۔

ایک اثبات قدر یعنی یہ کہ پروردگار کریم کے احکامات بہرحال بندے پر نافذ ہیں اس میں جاری و ساری ہیں۔ اس سے الگ نہیں، نہ الگ ہونے کی کوئی صورت ہے۔ اور نہ ان کو ہٹانے کا کوئی طریقہ ہے۔

پھر اس کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اسمارِ مبارکہ کا توسل اختیار کیا یعنی جو اس

نے اپنے نام رکھے ہیں۔ خواہ بندے انہیں جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ اور ان میں سے بعض ایسے اسماء مبارک بھی ہیں، جو اس کے ہاں غیب ہی کے پردہ میں مستور ہیں۔ اور ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین بھی ان سے آگاہ نہیں ہو سکے۔ اور یہ وسیلہ تمام وسائل سے زیادہ بڑا اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور قرب قبولیت کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

پھر آپؐ نے دعا کی۔ کہ قرآن مجید کو آپؐ کے قلب کے لیے بہارستان بنا دے، جہاں سے حیوان غذا حاصل کرتے ہیں، اسی طرح قرآن دلوں کی بہار ہے۔ اور یہ کہ اسے اس کے غم و الم کے لیے شفا بنا دے، گویا یہ (قرآن مجید) ایسی دوا کا قائم مقام ہے۔ جو مرض کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ اور بدن کو صحت و اعتدال کی جانب واپس لے آتا ہے۔

دعائے یونس علیہ السلام کے اسرار و رموز

رہی حضرت یونس علیہ السلام کی دعا! تو اس میں کمال توحید اور تنزیہ باری تعالیٰ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ نیز بندے کا اعتراف ظلم و خطا بھی موجود ہے۔ اور یہ پریشانیوں اور غم و حزن کو دور کرنے میں انتہائی طور پر موثر ہے اور قضائے حوائج کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک بہترین وسیلہ ہے۔ کیونکہ توحید و تنزیہ ہر کمال اللہ کے لیے ثابت کرنے اور ہر نقص و عیب کو اس سے جدا ماننے اور تسلیم کرنے پر مشتمل ہے۔ اور اعترافِ ظلم بندے کے لیے شرع۔ ثواب اور عتاب پر ایمان دار ہونے کی گواہی ہے۔ نیز اللہ جل شانہ، کی جانب انکساری اور انابت کا باعث ہوتا ہے۔ اور اس کی عبودیت کے اعتراف اور پروردگار کی احتیاج کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

چار امور جو ذریعہ توسل ہیں

اس طرح یہاں چار امور ایسے ہیں، جن کے ذریعہ توسل کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ توحید باری تعالےٰ عز اسمہ۔

۲۔ نیز حمد خدائے تبارک و تعالیٰ

۳۔ عبودیت کاملہ، خدائے دانا و بینا کے حضور میں۔

۴۔ اعترافِ ظلم و گناہ۔

ابوامامہ کی حدیث کے اسرار و رموز

رہی ابوامامہؓ کی حدیث۔

اللھم انی اعوذ بك من الھم والحزن ۔

(اے اللہ میں غم اور حزن سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

تو یہ دعا آٹھ اشیاء سے استفادہ پر مشتمل ہے۔ ہر دو ایک ایک جوڑے کی طرح بیان ہوئی ہیں۔

ھم و حزن ایک جوڑا ہے۔ عجز و کسل ایک جوڑا ہے۔ جبن و بخل ایک جوڑا ہے۔ ضلع الدین و غلبتہ الرجال ایک جوڑا ہے۔

"ھم" اور "حزن" کے اسرار

کیونکہ ایذا دینے والا مکروہ امر جب بھی قلب پر آئیگا تو یا اس کا سبب کوئی گذشتہ امر ہوگا۔ تو حزن[1] پیدا کرے گا۔ اور اگر مستقبل میں اس کا خطرہ ہوگا، تو "ہم[2]" پیدا ہوگا۔

"عجز" و "کسل" کے اسرار

اور (کبھی کبھی) بندہ اپنے مصالح سے پیچھے رہ جاتا ہے اور قادر نہیں ہو سکتا، یہ عدم قدرت یا تو عجز کے باعث ہوگی۔ یا عدمِ ارادہ یعنی کسل کے باعث ہوگی۔

"جبن" اور "بخل" کے اسرار

اور خیر کا رک جانا اپنے اور اپنی جنس سے نفع حاصل نہ کرنا، ایسی صورت میں بندہ یا تو اپنے بدن کے ذریعہ نفع نہ حاصل کرتا ہوگا۔ یہ جبن ہے، یا مال سے نفع نہ حاصل کرتا ہوگا۔ یہ بخل ہے؛

"قہر رجال" اور "ضلع دین" کے اسرار

اور قہر الرجال بھی یا تو حق پر مبنی ہوگا۔ مثلاً یہ ضلع الدین (قرض) ہے اور یا باطل کے سبب سے ہوگا۔ یہ محکومیت یعنی غلبتہ الرجال کہلائے گا۔

گویا یہ حدیث ہر قسم کے شر سے استفادہ اور پناہ کو متضمن ہے۔

---

[1] غم اور صدمہ

[2] اندیشہ، خطرہ، الم،

استغفار کی تاثیرِ عجیب

رہی غم وحزن اور تنگی کو دور کرنے میں استغفار کی تاثیر تو جملہ اہل ملل اور عقلائے امم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ معاصی اور فساد ہی غم وحزن ۔ خوف وغم، نیز تنگی اور امراض قلب پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں پھر جب گناہوں اور خطاؤں کے اثرات قلب میں اس طرح جاگزیں ہوتے ہیں تو ان کا علاج بھی صرف توبہ واستغفار ہی ہو سکتا ہے ۔

نماز کے برکات وفوائد

رہی نماز! تو تفریح وتقویت قلب اور اس کے انشراح ولذت میں اس کی ایک عجیب شان ہے۔ اس میں قلب وروح اللہ کے ساتھ جا ملتے ہیں ۔ اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اس کے انعامات کا تذکرہ کر کے مناجات میں تذلل دکھا کر اور اس کے سامنے قیام کر کے اور تمام بدن۔ اس کے قویٰ اور آلات بدن اس کی عبودیت میں مصروف کر کے اور ہر عضو کو اس کی عبادت کا ایک حصہ دے کر (ایک طرح سے اتصال رحمت حاصل ہوتا ہے) تو گویا نماز دنیا و آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا وآخرت کی تکالیف دور کرنے کا ایک بہترین اور سب سے مؤثر ذریعہ ہے ۔ نیز یہ گناہ سے روکنے والی اور امراض قلب کو دور کرنے والی ہے ۔ بدن سے بیماری ہٹانے والی ۔ دل کو روشن کرنے والی ہے۔ چہرے کو سفید (روشن) کرنے والی ۔ اعضائے بدن اور روح کے نشاط کا باعث ہے۔ رزق دینے والی ۔ ظلم دور کرنے والی ہے۔ مظلوم نادار کا مداوا کرنے والی ہے ۔ اخلاط شہوانی کو جڑ سے اکھاڑنے والی ہے ۔ انعامات کی محافظ ۔ عذاب کی دافع ۔ نزول رحمت کا سبب ہے ۔ غم دور کرنے والی اور اکثر امراض شکم میں نفع دینے والی ہے ۔

سنن ابن ماجہ ؒ میں حضرت مجاہد ؒ کی حدیث حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے انہوں نے بتایا ۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا ۔ میں لیٹا ہوا تھا ۔ میرے پیٹ میں درد تھا ۔

آپ نے فرمایا : اے ابوہریرۃ ۔ کیا پیٹ میں درد ہے ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! اے اللہ کے رسول ۔

آپؐ نے فرمایا: اٹھ اور نماز پڑھ۔ کیونکہ نماز میں شفاء ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موقوف ہے۔

دفع غم والم کے لیے جہاد کی تاثیر

رہی غم وحزن کے دفیعہ کے لیے جہاد کی تاثیر۔ تو یہ وجدان سے ہی ظاہر ہے۔ کیونکہ انسان جب باطل کی جارحیت اور استیلاء کو بلا مقابلہ چھوڑ دیتا ہے تو اس کا غم وحزن اور کرب و خوب شدید ترین حد تک بڑھ جاتا ہے۔ اور جب وہ اللہ کے نام پر اس سے جہاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے غم وحزن کو فرحت ونشاط اور قوت انبساط میں بدل دیتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے۔

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ۔

یعنی "لڑو ان سے تاکہ عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے، اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمانوں کے اور نکالے ان کے دل کی جلن۔"

چنانچہ جہاد سے زیادہ کوئی کام ایسا نہیں جو کہ قلب کے غم وحزن اور ملال کو دور کر سکے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی تاثیر

رہی لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی تاثیر مرض کے دور کرنے میں: تو اس کارگر ترکیب سے بندے نے تمام امور اللہ تعالیٰ کو سپرد کر دے۔ اور دوسروں سے برأت حاصل کر لی اور کسی امر میں اس ذات باری تعالیٰ سے منازعت نہ رہی۔ اور عالم علوی داخلی کا ہر تحول عام ہے۔ اور یہ تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بعض آثار میں آتا ہے کہ آسمان سے جو فرشتہ بھی اترتا ہے، یا آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہی کے الفاظ سے اترتا اور چڑھتا ہے۔ اور شیاطین کو دور کرنے کے لیے اس میں ایک عجیب تاثیر ہے۔

بے خوابی، وحشت، اور پریشانی

دوا ــــ دعا ــــ علاج ــــ تدبیر

جامع ترمذیؒ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضرت خالدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت پیش کی اور عرض کیا،

اے اللہ کے رسول۔ میں پریشانی کے باعث رات کو سو نہیں سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب بستر پر جاؤ، تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

اللھم رب السموات السبع و ما اظلت و رب الارضین و ما اقلت و رب الشیاطین وما اضلت کن لی جارا من شر خلقک کلھم جمیعا ان یفرط علی احد منھم او یبغی علی عز جارک وجل ثناؤک ولا الہ غیرک :

یعنی : اے اللہ ساتوں آسمانوں کے پروردگار اور جن پر ان کا سایہ ہے اور اے زمینوں کے پروردگار اور جنہیں انہوں نے پھر پوشیدہ کر لیا۔ اور اے شیاطین کے پروردگار اور جنہیں انھوں نے گمراہ کیا اپنی ساری مخلوق کے شر سے مجھے پناہ دینے والا بن جا۔ اس سے کہ ان میں سے کوئی مجھ پر افراط کرے یا مجھ پر زیادتی کرے۔ تیرا پڑوسی (پناہ میں آنے والا) عزت والا ہو گیا۔ تیری ثنا بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی کتاب میں حضرت عمرو بن شعیب سے مروی ہے، انہیں اپنے والد انہیں دادا سے روایت ملی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ میں یہ دعا سکھایا کرتے تھے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔

یعنی : میں اللہ کے نام نہیں تام کلمے، کلمات کے ساتھ اس کے غضب اس کے عذاب۔ اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کہ وہ (شیاطین) آن موجود ہوں۔

راوی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے بڑے بچوں کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے اور جو چھوٹے تھے۔ اسے لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔ اور اس مرض میں استعاذہ کی مناسبت بھی کوئی مخفی بات نہیں۔

جل جانے کا مداوا، آگ بجھانے کی تدبیر

تکبیر کا اثر آگ بجھا دیتا ہے

حضرت عمرو بن شعیب سے منقول ہے۔ انہیں اپنے والد سے انہیں دادا سے روایت ملی۔ انہوں نے بتایا احباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم آگ دیکھو۔ تو تکبیر کہو۔ کیونکہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی کبریائی کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ چنانچہ جب مسلمان تکبیر کہتا ہے۔ تو تکبیر کا اثر آگ بجھا دیتا ہے۔ اور شیطان کو بھی بھگا دیتا ہے جو آگ کا اصل مادّہ ہے۔ چنانچہ آگ بجھ جاتی ہے۔ ہم نے نیز ہمارے سوا دوسروں نے بارہا اس کا تجربہ کیا اور ایسا ہی پایا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

حفظانِ صحت کے اصول

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

جب ثابت ہو گیا کہ بدن کی صحت اور بقاء اور اس کا اعتدال ہی حرارت کے لیے رطوبتِ مدافعہ کا ذریعہ ہے تو گویا رطوبت اس کا مادہ ہے اور حرارت اس کا نضج کرتی ہے۔ اور اس کے فضلات کو دور کر کے اس کی اصلاح و تلطیف کرتی ہے ورنہ بدن فاسد ہو جائے اور اس کا درست رہنا ناممکن ہو جائے۔ اسی طرح رطوبت حرارت کی غذا ہے اگر رطوبت نہ ہو، تو بدن جل اٹھے اور اسے خشک کر کے ختم کر دے۔ گویا دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ قوی تعلق ہے اور بدن کی حیات ان دونوں کی ترکیب سے ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے مادہ کا کام دیتے ہیں۔ اس لیے حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل کرتی رہتی ہے۔ اور بدل ما یتحلل کے طور پر مزید رطوبت کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ اپنی زندگی قائم رکھ سکے۔ یہ رطوبت کھانے اور پینے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر رطوبت مقدار میں بڑھ جائے۔ تو حرارت اسے تحلیل کرنے سے عاجز رہ جاتی ہے، اس وقت یہ رطوبت فاسد مواد کی صورت اختیار کر لیتی ہے چنانچہ بدن مبتلا ہو کر بیمار ہو جاتا ہے۔ اور مادہ کی نوع قبولیت اور استعدادِ مرض کے لحاظ سے مختلف انواع کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں اور یہ تمام اطبا طبیں اللہ تعالےٰ کے اس فرمان سے مستفاد ہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو)

اعتدال اور احتیاط اصلی اصول ہے

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو بدل ما یتحلل کے مطابق کھانے

پینے کا حکم دیا۔ تاکہ اس سے بدن کی کمیت اور کیفیت میں فائدہ مند حد تک استفادہ حاصل ہو لیکن جب یہ مقدار (خورد و نوش) بڑھ جائے گی تو یہ اسراف میں داخل ہوگی، اس لیے دونوں باتیں صحت کے لیے مضر اور مرض کی ذمہ دار ہیں، یعنی خورد و نوش بند کر دینا یا اس میں اسراف سے کام لینا۔

پس اللہ تعالیٰ کے ان دو کلمات طیبہ میں حفظانِ صحت کی تمام باتیں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں، اور جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ کا مطالعہ کرے گا، وہ اسے حفظِ صحت کے لیے سب سے زیادہ اعلیٰ اور عمدہ پائے گا۔ کیونکہ صحت کی حفاظت، خورد و نوش۔ لباس۔ رہائش۔ ہوا۔ نیند، بیداری حرکت و سکون۔ نکاح۔ استفراغ اور احتباس ہر بات میں حسنِ تدبیر پر موقوف ہے۔ اب اگر ان باتوں میں بدن۔ شہر۔ عمر اور عادت کے مطابق اعتدال قائم رہا۔ تو یہ مرنے تک بالکل صحت مند یا اس کے قریب ہی رہنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور جب صحت و عافیت بندے پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک انعام اور سب سے بہترین اور اعلیٰ عطیہ اور سخاوت ہے۔ بلکہ صحت کاملہ علی الاطلاق تمام نعمتوں سے بڑھ کر بڑی نعمت ہے لہٰذا جسے اس کی حفاظت۔ مراعت اور دفاع کا موقع ملے۔ اس کے لیے اس کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دو نعمتیں ایسی ہیں۔ کہ جن کے بارے میں کئی لوگ دھوکے میں ہیں، ایک صحت اور ایک فراغت۔

صحت بہت بڑی نعمت ہے

اور ترمذیؒ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن محصن انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صبح اس حالت میں کرے۔ کہ اس کا جسم مامون ہو۔ اپنے گھر میں وہ عافیت سے ہو اور اس کے پاس اس دن کی روزی موجود ہو۔ گویا اسے ساری دنیا دے دی گئی۔

اور ترمذیؒ میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: قیامت کے روز انعامات میں سے اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اپنے بندہ سے پوچھے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کیا ہم نے تجھے تندرست بدن نہ دیا تھا اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ بعض نے اس آیت کی شرح۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پھر البتہ ضرور تم سے انعامات الہٰی کے متعلق باز پرس ہوگی) میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد صحت ہے۔

دنیا و آخرت میں عافیت کی دعا

اور مسند احمدؒ میں مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: اے عباس اے رسول خدا کے چچا اللہ سے دنیا و آخرت میں عافیت کی دعا کیا کرو،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا: کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اللہ سے یقین اور معافات کی دعا کرو۔ کیونکہ یقین کے بعد عافیت سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں جو کسی کو عطا ہو، اس میں آپؐ نے دنیا و آخرت کی عافیت جمع فرما دی ہے۔ اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ دارین میں بندے کے حالات یقین اور عافیت کے بغیر اصلاح پذیر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ یقین سے آخرت کی سزائیں دور ہوتی ہیں۔ اور عافیت سے قلب و بدن امراض دنیا سے نجات پاتا ہے پس جب عافیت و صحت کی یہ شان ہے تو ہم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ان امور میں مراعات کے متعلق بیان کریں گے جو انہیں پڑھے گا۔ وہ محسوس کرے گا۔ کہ آپؐ کی سنت طیبہ علی الاطلاق سب سے کامل طریق زندگی ہے، جس سے ہر دو یعنی بدن و قلب اور دنیا و آخرت کی زندگی کی صحت و نعمت حاصل کی جا سکتی ہے۔

خورونوش

میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور معمولات

سنتِ نبوی

طعام و اغذیہ اور ماکولات کے سلسلہ میں

غذا کی یکسانیت مضر ہے خورد و نوش میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ یہ نہ تھی کہ ایک ہی قسم کی غذاؤں پر قائم رہتے۔ ان کے علاوہ دوسری استعمال نہ فرماتے کیونکہ یہ طریقہ طبیعت کے لیے از حد ضرر رساں ہوتا ہے، اور گاہے گاہے اس پر عمل پیرا ہونا دشوار ہو جاتا ہے، کیونکہ آدمی اگر دوسری اغذیہ استعمال نہ کرے گا تو کمزور ہو جائے گا یا ختم ہو کر جائے گا اور اگر اچانک دوسری اغذیہ شروع کر دیں تو پھر ضرر ہوگا۔ اور اسے طبیعت قبول نہ کرے گی اس لیے دائمی طور پر ایک ہی نوع کی اغذیہ پر قائم رہنا اگرچہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں خطرناک اور مضر ہے، بلکہ اہل شہر جس جس قسم کی اغذیہ کے عادی ہوں۔ مثلاً گوشت، پھل، روٹی اور کھجور وغیرہ سب استعمال کرنا چاہیے، جیسا کہ ہم ماکولات کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔

اور اگر کوئی غذا کسر و تعدیل چاہتی ہے تو اس کی ضد ہی سے اس کی کسر اور تعدیل ہو سکے گی، جیسے تربوز کے ساتھ کھجور کی حرارت کی تعدیل کی گئی اور اگر معدل نہ ملے تو صرف اتنا کھائے کہ جس قدر ضرورت ہو اور طبیعت خواہش رکھتی ہو۔ اسراف سے بالکل کام نہ لے۔ اس صورت میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

اور جب طبیعت راغب نہ ہو، تو کھانا نہ کھائے اور زبردستی پیٹ میں بھرنے کی کوشش نہ کرے۔ حفظانِ صحت کے معاملہ میں یہ ایک مرکزی اصول ہے، کیونکہ اگر طبیعت کی خواہش کے خلاف کھائے گا، تو نفع سے زیادہ ضرر ہوگا۔

آپ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، جی چاہا، تو

کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور نہ کھایا۔

گوشت آپؐ کو مرغوب تھا

نیز آپؐ گوشت پسند فرماتے تھے۔ بازو اور گردن (کا گوشت) آپؐ کو زیادہ اچھا لگتا، یہی وجہ تھی کہ (ایک یہودیہ نے) انہی اعضاء میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

اور صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، تو کلائی (بازو) کا گوشت لایا گیا۔ آپؐ نے اسے پسند فرمایا، ابوعبید وغیرہ نے ضباعہ بنت زبیر سے نقل کیا ہے کہ ان کے گھر میں بکری ذبح کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہہ دیا کہ ہمیں بھی اپنی بکری میں سے گوشت بھیجنا۔

انھوں نے عرض کیا، ہمارے پاس گردن کے سوا کچھ باقی نہیں رہا، اور اسے آپؐ کی خدمت میں بھیجتے مجھے شرم آتی ہے۔ قاصد واپس آیا، اور آپ کو جواب سنا دیا۔

آپؐ نے فرمایا، ضباعہ کے پاس واپس جاؤ، اور کہو، وہی بھیج دیں، کیونکہ یہ بکری کا ہادی (اگلا حصہ) اور خیر کے قریب اور اذی (گندگی یا تکلیف) سے دور ہے۔

اور کوئی شبہ نہیں بکری کے گوشت میں گردن، بازو، اور کلائی کا گوشت بہت ہلکا ہوتا ہے، اور زود ہضم بھی،

اس سے ثابت ہوا کہ اغذیہ میں تین امور کی مراعات ضروری ہیں۔

۱۔ کثرت نفع و تاثیر۔

۲۔ عدم ثقل اور خفت (ہلکا ہونا)

۳۔ سرعت ہضم۔

شیرینی اور شہد کا بھی آپؐ کو شوق تھا

نیز آپؐ حلوا (میٹھی چیز) اور شہد پسند فرماتے اور یہ تینوں اشیاء یعنی گوشت۔ شہد اور شیرینی تمام اغذیہ سے افضل ہیں۔ اور بدن، جگر اور اعضاء کے لیے نافع ہیں۔ حفظ صحت و قوت میں ان اغذیہ کو استعمال کرنا بہت زیادہ فائدہ بخش ہے۔ اور صرف مریض اور بیمار ہی ان سے نفرت کرتے ہیں۔

اور آپؐ کی خدمت میں جیسا سالن بھی پیش کر دیا جاتا، آپؐ بے تامل اسے تناول فرماتے۔ گاہے گاہے

گوشت کے شوربے سے تناول فرماتے، اور فرمایا کرتے، یہ دنیا و آخرت کے کھانوں کا سردار ہے (ابن ماجہ وغیرہ) اور کبھی کبھی تربوز یا کھجور کے ساتھ بھی تناول فرماتے اور تر کھجور کو خشک کے ساتھ ملاتے اور فرماتے، کہ یہ اس کا سالن (مصلح) ہے۔ اس صورت میں غذائی طریق تدبیر ملحوظ ہے کہ جو کی روٹی سرد خشک ہوتی ہے اور کھجور اصح قول کے مطابق گرم تر ہوتی ہے۔ اس طرح جو کی روٹی کو اس کے ہمراہ کھانا غذائی طور پر حسنِ تدبیر میں شامل ہوگا۔ خصوصاً ان کے لیے جنھیں اہل مدینہ کی طرح اس کی عادت بھی ہو۔

کبھی کبھی سرکہ سے بھی کھانا تناول فرما لیتے، اور فرمایا کرتے "بہترین سالن سرکہ ہے"۔ یہ جملہ مقتضائے حال کے مطابق ایک تعریفی کلمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے سالنوں پر اسے کسی طرح کی فضیلت حاصل ہے، جیسا کہ بعض جہال کا خیال ہے۔

اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک دن آپؐ اپنے گھر میں تشریف لائے آپؐ کی خدمت میں روٹی پیش کی گئی آپؐ نے فرمایا، کوئی سالن بھی ہے؟

عرض کیا گیا، سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔

آپؐ نے فرمایا "سرکہ تو بہترین سالن ہے" (لاؤ)

آپؐ شہر کے تازہ پھل بھی استعمال فرماتے اور ان سے ہرگز پرہیز نہ کرتے۔ یہ طریقہ بھی آدابِ غذا میں سے ہے اور صحت و عافیت میں ایک موثر سبب کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اور ہر علاقہ میں ایسے ایسے میوے پیدا فرما دیئے ہیں جو اپنے وقت کے مطابق وہاں کے رہنے والوں کے لیے فائدہ مند ہیں۔ اور ان کی صحت و عافیت کا سبب بنتے ہیں اور انھیں ادویہ کی کثرت سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور جو شخص صحت کے خطرہ سے علاقائی پھلوں سے پرہیز کرتا ہے، وہ بدنی طور پر تمام لوگوں سے زیادہ مریض ہوتا ہے۔ اور صحت و قوت میں سب سے کمزور و ناتواں رہتا ہے، اور ان پھلوں کی رطوبت موسم، زمین اور معدہ کی حرارت نضج کرتی ہے۔ نیز ان کے برے اثرات کو زائل کرتی ہے بشرطیکہ کھانے میں اسراف سے کام نہ لیا جائے۔ اور معدہ کی قوت سے زاید اس پر بوجھ نہ ڈال دیا جائے اور ہضم سے قبل ہی غذا خراب نہ ہو جائے، اور نہ اوپر سے پانی پی کر یا کھانا کھا کر انھیں فاسد کر دیا جائے، کیونکہ قولنج کا مرض زیادہ تر اسی طرح کی غلطیوں سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی مناسب وقت اور مناسب طریقہ سے پھلوں کا ناشتہ کرے۔۔۔ تو بلا شبہ یہ فائدہ بخش دوا کی حیثیت سے نافع ثابت ہوں گے۔

تناول طعام

طرزِ نشست، آداب طعام اور اصول اغذیہ

صحیح روایت میں آپؐ سے مروی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا:
"میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا بلکہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں کہ جیسے بندہ بیٹھتا ہے اور اس طرح کھاتا ہوں کہ جیسے بندہ کھاتا ہے۔" "اتکا" سے مراد ٹیک لگانا بھی ہے، پلتھی مار کر بیٹھنا بھی، اور پہلو کے بل بیٹھنا بھی، ان تینوں صورتوں میں آخری صورت مضرِ صحت ہے، اس سے ہضم میں فتور پڑتا ہے اور پہلی دونوں صورتیں جباروں کی ہیں، جو منافی شانِ عبودیت ہیں۔
سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آپؐ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی چہرے کے بل لیٹ کر کھائے۔
نیز آپؐ سے منقول ہے کہ آپؐ عام طور پر دو زانو ہو کر کھانے کے لیے بیٹھتے تھے، اس لیے بھی، کہ کھانے کے لیے بہترین نشست یہی ہے اور اس لیے بھی کہ اس سے احترام طعام مقصود تھا، اس ہیئت سے بیٹھ کر کھانا مناسب ہے کیونکہ تمام اعضا اپنی وضع طبیعی پر ہوتے ہیں، اور کھانا اچھی طرح کھایا جاتا ہے اور ہضم بھی جلد ہوتا ہے۔

کھانے میں تین انگلیاں استعمال کرنا چاہئیں

آپؐ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے۔ کھانے کے لیے یہ صورت سب سے زیادہ نافع ہے، کیونکہ ایک یا دو انگلیوں سے کھانے والے کو نہ پورا مزہ آسکتا ہے اور دیر تک کھاتے رہنے پر مجبور ہے کہ بغیر اس کے وہ سیری حاصل نہیں کر سکتا۔ پانچوں انگلیوں اور پورے ہاتھ سے کھانا کھانے میں یہ قباحت ہے کہ کھانا ایک ہی دفعہ کثیر مقدار میں معدہ کے اندر آ جاتا ہے۔ اس سے کبھی کبھی آلات ہضم کو ضرر پہنچ جاتا ہے اور موت تک واقع ہو جاتی ہے اور (بڑی مقدار) میں کھانا پہنچ جانے سے آلاتِ ہضم

اور معدہ میں مروڑ ہوتی ہے اور اسے ذرا بھی لذت یا سیری حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے سب سے زیادہ نافع طریقہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ طعام ہے، اور اس شخص کا طریقہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرتے ہوئے تین انگلیوں سے کھایا۔

بعض چیزیں جو بیک وقت آپ نہیں کھاتے تھے

اور جو بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اغذیہ اور ماکولات پر غور کرے گا اسے محسوس ہوگا کہ آپ دودھ اور مچھلی ایک ساتھ استعمال نہیں فرماتے تھے اور نہ دودھ اور کھٹی چیز نہ دو گرم غذاؤں یا سرد غذاؤں کو جمع فرماتے تھے اور نہ دو قابض نہ دو اسہال اور نہ دو غلیظ، نہ دو ملین غذاؤں کو، اور نہ دو ایسی غذاؤں کو جمع فرماتے جو ایک خلط کی صورت میں تحلیل ہو جاتی ہو نیز آپ دو مختلف غذاؤں مثلاً قابض اور مسہل، سریع الہضم اور دیر ہضم، بھنی ہوئی اور پکی ہوئی، تازہ اور باسی، دودھ اور انڈا۔ گوشت اور دودھ کو جمع نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ شدت حرارت میں کھانا کھاتے، اور نہ باسی چیز کھاتے اور نہ ہی متعفن اور چٹ پٹی چیزیں استعمال فرماتے۔ یہ تمام انواع صحت و اعتدال کو ختم کرنے کی ذمہ دار اور ضرر رساں ہیں۔

نیز آپ بعض اغذیہ کے ضرر کی دوسری اغذیہ کے ذریعہ اصلاح فرما لیتے تھے، بشرطیکہ ایسا ممکن ہو، مثلاً آپ ایک غذا کی حرارت دوسری (غذا) کی برودت سے ایک کی یبوست دوسری کی رطوبت سے زائل کرتے، جیسے ککڑی اور کھجور کو ملا کر اصلاح فرمایا کرتے۔

نیز آپ کھجوریں گھی کے ساتھ بھی تناول فرماتے۔ نیز آپ کھجور کا نقیع (آبِ زلال) کھا کر شدید اغذیہ کی تلطیف کرتے۔

نیز آپ عشاء (رات) کا کھانا بھی کھایا کرتے۔ اگرچہ کھجور کے چند دانے کیوں نہ ہو، فرمایا کرتے۔ عشاء کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپا لاتا ہے (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

کھاتے ہی سو جانے کی ممانعت

ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ آپ کھاتے ہی سو جانے سے منع فرماتے اور منقول ہے کہ یہ دل کی قساوت پیدا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اطباء کی ہدایت ہے کہ جو حفظانِ صحت چاہتا ہو اسے طعام شب سے فارغ ہونے کے بعد چہل قدمی کرنی چاہیے، خواہ وہ ایک سو قدم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد بھی آپ فوراً نہیں سوتے تھے۔

کیونکہ یہ بہت زیادہ ضرر رساں ہے۔

ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ (کھانے کے بعد) نماز پڑھنے، تاکہ قعرِ معدہ میں غذا کا استقرار ہو جائے اور ہضم میں آسانی ہو، یہ صورت صحت کے لیے بہت بہتر ہے[1]۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ جتنی صورتیں بھی مروی ہیں، اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے، حد درجہ نافع ہیں۔ ان پر اگر سختی اور پابندی سے عمل کیا جائے تو انسان کی صحت بہت عمدہ رہ سکتی ہے یہ جتنی احتیاطیں اور ہدایتیں ہیں، وہ ہیں جن کی تائید و توثیق آج ۱۴ سو سال کے بعد عہد جدید کے محققین اور ماہرین طب و علاج کی طرف سے ہو چکی ہے اور ہو تی رہتی ہے۔

پانی پینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول اور معمول

پانی کب نہیں پینا چاہیے کھانے کے بعد پانی پینا آپؐ کی سنت نہیں ہے خصوصاً اگر پانی گرم ہو، یا زیادہ سرد ہو، کیونکہ یہ دونوں صورتیں بہت زیادہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔

نیز آپؐ ریاضت کرنے، تکان ہونے اور کھانا یا پھل کھانے اور جماع یا حمام کے بعد پانی پینے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

پانی پینے میں آپؐ کی سنت سب سے زیادہ کامل ہے جس کے ذریعہ صحت کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ آپؐ سرد پانی کے ساتھ شہد ملا کر پانی پیتے اور حفظانِ صحت کے لیے یہ ایک ایسا اصول ہے جس کی صرف فاضل اطباء ہی معرفت رکھتے ہیں، چنانچہ اگر اسے اس طرح پیا جائے یا بلغم کی حالت میں چاٹا جائے۔ تو یہ بلغم کو کاٹتا ہے اور معدہ کی جھلی کو دھوتا ہے۔ اور اس کے مادہ لزج میں جلا پیدا کرتا ہے، اس کے فضلات کو دور کرتا ہے۔ تسخین کرتا اور سدے کھولتا ہے۔ جگر اور گردے اور مثانے میں بھی اس کا یہی اثر ہوتا ہے، اور یہ معدہ کے لیے دوسری قسم کی شیرینیوں سے کہیں زیادہ نافع ہے۔ البتہ بالعرض صفراوی مزاج کو گرمی اور صفراوی حدت میں مضر ہے۔ گاہے گاہے ہیجان پیدا کرتا ہے اور اس کی مضرت سرکہ سے دور کی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں یہ ازحد فائدہ بخش ہو جاتا ہے۔ الغرض یہ صورت برودت اسے جلا دینے والی چیز مثلاً شہد، کشمش، کھجور یا شکر اس میں ڈال لی جائے تو یہ بدن کے لیے ازحد نفع بخش ہے اور اس سے صحت کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ اسی باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب سرد اور شیریں پانی تھا۔

جاننا چاہیے کہ خراب پانی نفخ پیدا کرتا ہے اور اس سے طرح طرح کے امراض اور بیماریوں کے پیدا ہونے کا امکان ہے اور چونکہ رکھا ہوا پانی بالکل تازہ پانی سے زیادہ نافع ہے اس لیے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ابو الہیثم بن تیہان کے باغ میں تشریف لائے تو آپؐ نے دریافت فرمایا، کیا باسی پانی ہے؟ یہ پانی پیش کیا گیا، اور آپؐ نے اس میں سے کچھ نوش بھی فرمایا۔ اسے بخاریؒ نے روایت کیا ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر تمہارے پاس مشکیزے میں پانی ہے تو خیر ورنہ ہم مونگھڑ سے پیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیر سقیا سے شیریں پانی لایا جاتا، اور جو پانی نئے یا پرانے مشکیزوں میں ہوتا ہے وہ مٹی یا پتھر کے برتنوں میں رکھے ہوئے پانی سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ خصوصاً جو چمڑے کے مشکیزے ہوں (ان میں یہ خاصیت بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے) اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے برتنوں کی بجائے مشکیزے کا پانی طلب فرماتے۔ چونکہ مشکیزوں میں مسامات ہوتے ہیں اور ان سے پانی کا ترشح ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے اس پانی میں لطیف خصوصیات آجاتی ہیں، اور ایسا برتن جس میں ترشح ہوتا ہو اس کا پانی اس برتن کے پانی سے زیادہ لذیذ اور سرد ہوتا ہے جس میں ترشح نہ ہو سکتا ہو۔ پس ثابت ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کامل اور اعلیٰ طریقے پر ہیں، اور آپؐ کی سنت طیبہ مشروبات میں سب سے افضل ہے۔ اور آپؐ نے امت کو ایسے امور کی خبر دی ہے جو قلوب و ابدان اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اعلیٰ اور انفع ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سرد اور شیریں پانی سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ آپؐ کی مراد شیریں کنوؤں کا پانی ہو، کیونکہ ان کا پانی اکثر شیریں ہوتا ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے آپؐ شہد آمیز یا وہ پانی مراد لے رہے ہو، جس میں کھجور یا کشمش ڈال کر اس کا زلال تیار کیا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دونوں صورتوں کے لیے عام ہے۔ اور حدیث میں آپؐ کا فرمان، اگر تمہارے پاس مشکیزہ میں باسی پانی ہو تو ٹھیک ورنہ ہم مونگھڑ سے پی لیں گے۔

یہ کرع (منہ لگا کر برتن کے بغیر) پینے کے جواز پر دلیل ہے لیکن اس قسم کی صورت صرف ضرورت کے وقت جائز ہو سکتی ہے۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہہ کر آپؐ نے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ بعض

لوگ اسے مکروہ سمجھتے ہیں ، اور اطباء تو اسے حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معدہ کے لیے مضر ہے
ایک حدیث میں جس کی صحت ، کی حالت سے میں آگاہ نہیں جو ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیٹ کے بل یعنی صرف منہ سے بغیر برتن کے پانی پینے سے منع فرمایا ، نیز ہمیں ایک ہی ہاتھ سے پینے کو بھی منع فرمایا ، اور فرمایا :

تم میں سے کوئی اس طرح پانی کو نہ چاٹے جیسے کتا چاٹتا ہے ۔

نیز آپؐ رات کو کسی برتن میں اس وقت تک پانی نہ پیتے جب تک معلوم نہ کر لیتے کہ اس میں کچھ تو نہیں آگیا ، لیکن بخاریؒ کی حدیث اس سے اصح ہے ، اور اگر یہ حدیث بھی صحیح ہو تو بھی ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اغلباً اس وقت ہاتھ سے پانی پینا ناممکن ہوگا ۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا ، ورنہ ہم مونگھڑ سے پی لیں گے اور منہ سے پینا نقصان دہ ہوتا ہے جب کہ پینے والا اپنے چہرے اور پیٹ پر بھی اسے بہا دے ، جیسے کہ نہر اور تالاب سے پینے والا پی لیتا ہے ۔ اور اگر کھڑے ہو کر کسی اونچے حوض سے پیا جائے تو اس میں کچھ فرق نہیں ، خواہ ہاتھ سے پیا جائے یا منہ سے پیا جائے ۔

آپؐ عام طور پر بیٹھ کر پانی پیتے تھے

عام عادت کے طور پر آپؐ کی سنت طیبہ بیٹھ کر پینے کی تھی ، اور صحیح روایت میں آپؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے ۔

نیز آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پینے والے کو قے کرنے کا حکم دیا ۔ نیز آپؐ سے کھڑے ہو کر پینا بھی ثابت ہے ۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث نفی کے حکم کی ناسخ ہے ۔

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ نہی تحریم کے لیے نہیں ، بلکہ ارشاد اور ترک اولیٰ کے لیے ہے ۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان روایتوں میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ، کیونکہ جب آپؐ زمزم کے پاس تشریف لائے اور وہ لوگ حجاج کو پانی پلا رہے تھے ، تو آپؐ نے پانی طلب فرمایا ۔ انھوں نے پیش کیا اور آپؐ نے کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا ، تو یہ ایک ضرورت اور حاجت تھی ، ویسے کھڑے ہو کر پانی پینے میں کئی امراض کا خطرہ ہوتا ہے ، اور اگر آپؐ نے نادر طور پر یا کسی ضرورت کی بنا پر ایک فعل فرما دیا ، تو یہ

مضر نہ ہوگا۔

پانی پیتے وقت تین بار سانس لینا

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی سے مروی ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین بار سانس لیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ طریقہ اچھی طرح سیراب ہونے اور حصولِ شفاء کے لیے اچھا ہے۔

شارع علیہ السلام اور حاملین شرع کے نزدیک "شراب" مطلب پینے کی چیز یعنی پانی ہے اور پینے کے دوران میں سانس لینے کا مطلب یہ ہے کہ پیالے کو منہ سے ہٹا کر سانس لیا جائے اور پھر دوبارہ پینا شروع کیا جائے، جیسا دوسری حدیث میں صراحت سے ذکر آتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو پیالے میں سانس نہ لے، بلکہ پیالے کو منہ سے ہٹالے۔

فوائد اور احکام و مصالح

اس طرح پینے میں کئی فوائد اور احکام و مصالح ہیں، جنھیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین الفاظ "اروٰی و امرأ و ابرأ" میں جمع فرمادیا، چنانچہ اروٰی کا مطلب خوب سیر کرنا ہے جس میں مبالغہ بھی ہے اور نفع بھی ہے، اور ابرأ کا صیغہ البرء سے ہے جس کا مطلب شفاء ہے، یعنی پیاس کی شدت اور اس مرض سے شفاء کی صورت ہے، کیونکہ گرم ترین معدہ پر بار بار ٹھنڈک پڑتی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ جو کسر رہ جاتی ہے دوسری دفعہ میں تسکین ہوجاتی ہے اور دوسری دفعہ کی کسر تیسری بار میں پوری ہوجاتی ہے۔ مزید برآں معدہ کی سلامتی کے لیے بھی یہ فائدہ بخش ہے۔ اور اس بات سے حفاظت کرتی ہے کہ اچانک ایک ہی دفعہ سردی حملہ آور نہ ہوجائے۔ اور جو ایک ہی دفعہ سیراب کیا جاتا ہے، تو اس صورت میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں شدتِ برودت کے باعث حرارتِ غریزی ہی کم یا زیادہ نہ ہوجائے، جس سے معدہ اور جگر کا مزاج بگڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور گوناگوں امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔ یہ خرابی گرم ممالک خصوصاً حجاز اور یمن وغیرہ میں یا گرم موسموں ہی زیادہ تر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ ان گرم موسموں اور گرم علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی حرارت غریزی کمزور ہوتی ہے۔ اور دفعۃً زیادہ مقدار میں پانی پی لینے سے خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

زیادہ مقدار میں پینے سے گریز کرنا چاہیے

زیادہ مقدار میں پانی پی لینے کے آفات میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے پینے کی نالی کثرت آب سے

بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مروڑ اٹھتا ہے۔ اور اگر سانس لے کر پانی پیئے گا تو اس آفت سے بچا رہے گا۔
اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ و امام بیہقی وغیرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نے فرمایا) کہ جب تم میں سے کوئی پیئے تو پانی کو نہ چوسے، نہ دفعۃً حلق میں انڈیل لے، کیونکہ اس سے درد جگر پیدا ہو جاتا ہے اور تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ اگر دفعۃً کثیر مقدار میں جگر پر پانی ڈال دیا جائے تو درد جگر پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی حرارت کمزور ہو جاتی ہے۔

جامع ترمذیؒ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں مت پیو، بلکہ دو یا تین دفعہ کر کے پیو۔ اور جب پیو تو بسم اللہ کہو اور جب فارغ ہو تو حمد کہو۔

خورد و نوش کی ابتداء میں بسم اللہ کہنا، اور آخر میں حمد کرنا عجیب و غریب فوائد و منافع کا حامل ہے اس سے ضرر اور نقصانات سے تحفظ ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ طعام میں اگر چار باتیں جمع ہو جائیں تو وہ کامل طعام ہے۔

۱۔ جب اس کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھی جائے۔

۲۔ اور آخر میں حمد کہی جائے۔

۳۔ اور کھانے پر ہاتھ (کھانے والے) کثرت سے ہوں۔

۴۔ کھانا حلال کمائی کا ہو۔

کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھکنے کی ہدایت

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے:

برتنوں کو ڈھک دو، پینے کے برتنوں پر کپڑا ڈال دو، کیونکہ سال میں ایک شب ایسی بھی آتی ہے جب وبار نازل ہوتی ہے اور وہ کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جس پر ڈھکنا نہ ہو یا پانی کے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جو کھلا ہوا ہو تو یہ وبا اس میں گر پڑتی ہے، امراض کے یہ ایسے اسباب ہیں جن کا درک اطبار کے علوم و معارف حاصل نہیں کر سکتے اور تجربہ سے عقلار نے بالآخر انھیں محسوس کیا۔

حیث بن سعد فرماتے ہیں، یہ اعاجم کی احادیث کے ایک راوی ہیں کہ ہمارے ہاں سال میں ایک بار کانون الاول کے مہینہ میں اس شب کو احتیاط کی جاتی ہے۔ اور آپؐ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ آپؐ نے برتن ڈھانک دینے کا حکم دیا۔ اگرچہ ایک لکڑی کا تختہ ہی رکھ دیا جائے۔

لکڑی کے تختہ کے رکھ دینے میں بھی ایک حکمت ہے، وہ یہ کہ گاہے گاہے کوئی کیڑا گزرتا ہے اور برتن میں گر جانا چاہتا ہے بلکن تختے پر سے گزر جاتا ہے، اور یہ لکڑی اس کے لیے ایک پل بن جاتی ہے۔ اور اسے گرنے سے روک لیتی ہے۔

نیز صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ نے برتن ڈھانکتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ برتن ڈھانکتے وقت اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان ہٹا دیا جاتا ہے اور (برتن) کا ڈھکنا کیڑوں وغیرہ کو دور رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دو مقامات پر ان مصالح و مفاہیم کے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ

کے اندر سے پانی پینے کی ممانعت فرمائی، اس میں کئی فوائد و حکم ہیں۔

ایک یہ اس سے کئی بار پانی پینے والے کی سانس اندر جا کر مشروب کو مسموم و مکروہ بنا دیتی ہے۔

نیز پانی کا ایک حصہ اس کے جوف میں داخل ہو کر ضرر رساں بن جاتا ہے۔

نیز گاہے گاہے اس میں کوئی جاندار گرجاتا ہے کہ پیتے وقت اس کا پتہ نہیں چل سکتا اور اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پانی میں خس و خاشاک ہوتے ہیں، جو پینے وقت نظر نہیں آتے اور پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ جامع ترمذی کی اس روایت کا کیا جواب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے روز ایک مشکیزہ منگوایا اور میں نے اس کا منہ کھولا۔ پھر اس میں منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ ہم کہیں گے ہم اس روایت کے متعلق امام ترمذیؒ کا قول ہی کافی ہے، یعنی اس حدیث کے اسناد صحیح نہیں۔

پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پانی پینے کی ممانعت

سنن ابی داؤدؒ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پانی پینے، اور مشروب کو پھونک کر پینے سے منع فرمایا ہے اور یہ پینے کے وہ آداب ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر پینے والے کی اصلاح ہو جاتی ہے، کیونکہ پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ میں کئی قسم کے مفاسد ہیں۔

اس حکم کے مصالح اور فوائد عامہ

ایک یہ کہ پانی کی سطح پر جو تنکا وغیرہ ہوگا، وہ درست جانب کی بجائے ٹوٹی ہوئی جانب جمع ہو جائے گا۔

دوسرے اکثر اوقات یہ چیز پینے والے کے لیے باعث تشویش ہوتی ہے۔ اور ٹوٹی ہوئی جانب بہتر طریق سے پینا ناممکن ہو جاتا ہے۔

تیسرے ٹوٹی ہوئی جانب میں میل وغیرہ جمع ہو جاتا ہے، اور صحیح طرف کی اس حصہ کو صاف نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

رہا پانی میں پھونک مارنا، تو پھونک مارتے سے منہ سے اکثر بدبودار ہوا خارج ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں کراہت سی آجاتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ منہ میں کوئی بیماری ہو۔

مشروباتِ نبوی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خالص صورت میں اور کبھی کبھی پانی ملا کر دودھ نوش فرماتے۔ حفظانِ صحت اور ترطیب بدن و سیرابی جگر کے لیے گرم ممالک میں شریں دودھ کے استعمال میں بہت زیادہ فائدہ ہے۔

دودھ کے فوائد

خصوصاً ان چوپاؤں کا دودھ جو شیح ۔ قیصوم اور خزامی یا ان جیسی بوٹیاں چرتی ہیں۔ چنانچہ ان کا دودھ غذاؤں کی طرح غذا اور پانی کی طرح مشروب اور ادویہ کی طرح دوائی حیثیت رکھتا ہے۔

جامع ترمذیؒ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کہ جب تم میں کوئی کھانا کھائے تو اسے چاہیئے کہ یہ دعا پڑھے۔

اللھم بارك لنا فیه واطعمنا خیرا منه (یعنی "اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت فرما۔ اور ہمیں اس سے بہتر کھلا")

جب دودھ پیئے۔ تو یہ دعا پڑھے۔ اللھم بارك لنا فیه وزدنا منه (اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت دے۔ اور ہمیں زیادہ عطا فرما۔)

بات یہ ہے کہ خورد و نوش دونوں کا قائم مقام صرف دودھ ہی ہو سکتا ہے۔ ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث حسن ہے۔

آپؐ نبیذ بھی نوش فرماتے تھے

صحیح مسلم سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کو نبیذ تیار کیا جاتا۔

اور آپؐ اسے اس کی صبح کو اور آنے والی شب پھر کل اور دوسری شب اور پھر کل عصر تک نوش فرماتے ، اس کے بعد بھی اگر کچھ بچ جاتا۔ تو آپؐ اسے خادم کو پلا دیتے یا پھینک دینے کا حکم فرماتے۔

نبیذ وہ آبِ شیریں ہوتا ہے، جس میں کھجوروں کو میٹھا کرنے کے لیے ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ غذا اور مشروب دونوں میں داخل ہے۔ زیادتی قوت اور حفظانِ صحت میں یہ از حد نافع ہے ۔ اور سکر کے خطرہ کے پیشِ نظر اسے تین روز کے بعد نہیں پیتے تھے ۔

لباس کا استعمال اور انتخاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور طریقہ

لباس پہننے اور اتارنے میں آپ کی سنت سب سے کامل زیادہ فائدہ بخش۔ ہلکی پھلکی اور سہل و آسان تھی۔

اکثر اوقات آپ چادر یا تہ بند استعمال فرماتے۔ یہ کپڑا بدن پر دوسرے کپڑے کی نسبت خفیف ہوتا ہے۔ نیز آپ قمیص بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ آپؐ کے نزدیک یہ سب سے زیادہ محبوب لباس تھا۔

لباس بدن میں آپ کا طریقہ سب سے زیادہ نافع اور صحت کے مطابق (فائدہ بخش) ہوتا تھا۔ اگرچہ آپ آستینوں کو لمبا نہ کرتے، اور نہ انہیں زیادہ چوڑا کرتے، وہ صرف پہونچوں تک لمبی ہوتیں، (لیکن) ہتھیلیوں سے آگے نہ بڑھتیں۔ ورنہ پہننے والے پر تنگی کا باعث ہو جاتی ہیں۔ اور حرکت سے یا کسی چیز کو پکڑنے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اور اس مقدار سے کم بھی نہیں ہوتی تھیں کہ حرارت و برودت سے تحفظ نہ ہو سکے۔

نیز آپ کی قمیص کی طوالت اور تہ بند کی لمبائی نصف پنڈلیوں تک ہوتی، ٹخنوں سے تجاوز نہ کرتی کہ چلنے والے کو تکلیف دے۔ اور ایک طرح کا قیدی بنا کر نہ رکھ دے۔ پنڈلی کے عضلات برہنہ نہ ہوتے تھے کہ برودت و حرارت سے تکلیف ہو۔

نیز آپ کا عمامہ مبارک اس قدر بڑا بھی نہ ہوتا جس سے سر کو اٹھانا مشکل ہو جائے اور تکلیف میں مبتلا کر دے۔ انسان ضعف و ناتوانی محسوس کرے اور آفات و امراض میں گھر جائے۔ جیسا کہ بڑے پگڑ والوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ آپ کا عمامہ اس قدر

چھوٹا ہوتا۔ کہ حرارت و برودت سے سر کا تحفظ نہ کر سکے، بلکہ متوسط ہی رہتا۔

آپؐ عمامہ کا ایک بل ٹھوڑی کے نیچے سے لے آتے۔ اس میں کئی فوائد پنہاں ہیں، کیونکہ اس طریقہ سے سردی و گرمی سے تحفظ ہو جاتا ہے۔ اور یہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ خصوصاً گھوڑے یا اونٹ کی سواری یا بھاگ دوڑ کے موقع پر اس سے آرام ملتا ہے۔

کئی لوگوں نے اس طرح کے عمامہ کے بجائے کلاسیب (لوہے کی ٹوپیاں) بنا رکھی ہیں۔ ان دونوں میں نفع اور زینت ہر لحاظ سے بہت ہی فرق ہے۔ اور جب تم اس لباس پر غور کرو گے تو اسے ازحد نافع صحت و قوت بدن کے لیے ازحد فائدہ بخش محسوس کرو گے۔ نیز بدن پر مشقت اور تکلف سے بھی اسے خالی دیکھو گے۔

نیز سفر میں آپؐ ہمیشہ یا اکثر موزے پہنتے تاکہ پاؤں کو سردی گرمی سے بچا سکیں۔ اور کبھی کبھی حضر میں بھی استعمال فرما لیتے۔

تمام کپڑوں میں سے آپؐ کو سفید اور حبرۃ (یمنی کپڑا) زیادہ پسند تھا۔ حبرۃ یمنی چادروں کو کہتے ہیں۔

سرخ یا سیاہ یا زرد یا تیز چمکنے والا لباس استعمال کرنا آپؐ کی عادت طیبہ میں داخل نہ تھا۔ اور سرخ جوڑا جو آپؐ نے زیب تن فرمایا۔ وہ دراصل یمنی چادریں تھیں۔ جن میں سیاہی سرخی اور سفیدی پائی جاتی تھی۔ جیسے سبز جوڑے کے متعلق مروی ہے۔ گویا آپؐ نے کبھی اسے اور کبھی اُسے زیب تن فرمایا۔

نیز جس نے غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ آپؐ نے گہرا سرخ کپڑا استعمال فرمایا۔ اس کی تغلیط کی تفصیلات گذر چکی ہیں۔

رہائش کے سلسلہ میں آپؐ کا طرز و اصول

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ کہ اب چل چلاؤ کا وقت آ گیا ہے، یہ دنیا مسافر کی ایک منزل ہے، جس میں وہ عمر دنیا تک ٹھہرتا ہے۔ پھر آخرت کے سفر پر چل پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی سنت طیبہ یہ نہ تھی کہ اعلیٰ اور مضبوط مکانات ہوں کہ جن میں پردے لٹکائے جائیں اور پچی کاری کی جائے۔ فراخ فراخ حویلیاں تعمیر کی جائیں۔ بلکہ ایک مسافر کی سب سے بہتر منزل یہی ہو سکتی ہے۔ کہ سردی سے گرمی سے تحفظ ہو جائے۔ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ اور چوپاؤں کے داخل ہونے میں رکاوٹ بن جائے، اور بوجھ کی زیادتی کے باعث گر جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور نہ فراخی کے باعث کیڑے مکوڑے اس میں گھونسلے بنانا شروع کر دیں، اور نہ بلندی کے باعث آندھیاں اور تکلیف دہ ہوائیں اس میں ہنگامہ برپا کر دیں۔ اور نہ زیرِ زمین ہو کر رہنے والے کو تکلیف ہو اور نہ بہت زیادہ اونچا ہو۔ بلکہ متوسط ہو۔

رہائش کے معاملہ میں یہ طریقہ سب سے زیادہ معتدل نافع اور سردی و گرمی سے تحفظ کرنے والا ہے۔ اس طرح یہ مکان نہ رہنے والے کو تنگ کرتا ہے کہ وہ مقید ہو جائے اور نہ بدوں کسی فائدہ و منفعت کے وسیع ہوتا کہ خالی حصہ میں کیڑے مکوڑے بجائے پھریں اور نہ اس میں کوئی گودام ہوتا۔ کہ جس کی بدبو سے رہائش رکھنے والا تکلیف اٹھائے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں تو خوب عمدہ اور (فرحت بخش) تھیں۔ کیونکہ آپؐ خوشبو کو پسند فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ آپؐ کے پاس سے بہترین خوشبو آتی رہتی۔ اور آپ کا

پسینہ بھی خوشبودار ہوتا۔ اور گھر میں کوئی ایسا ذخیرہ نہ ہوتا جو بدبودار ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ رہائش کے لیے یہ طریقہ سب سے زیادہ معتدل اور نافع ہے۔ اور بدن و حفظانِ صحت کے لیے انتہائی موافق اور موزوں ہے۔[1]

---

[1] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاست اور طہارت پسندی، ایک ایسی حقیقت ہے جو روزِ روشن کی طرح واضح اور نمایاں ہے، لیکن اس نفاست طبع کے ساتھ سادگی بھی آپؐ کی طبع مبارک کا ایک خاصّہ تھا، اور اس سادگی میں جلالِ شہریاری نہ تھا جمالِ فقر تھا! ——— اور یہی آپؐ کی سب سے بڑی اور یکتا خصوصیت تھی،

حسنِ یوسف، دمِ عیسےٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

خواب اور بیداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز و طریق

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بیداری و نوم، بدن، اعضاء اور قوائے جسم کے لیے سب سے زیادہ معتدل اور نافع تھا۔ کیونکہ آپؐ ابتدائے شب میں سوتے۔ اور نصف شب کی ابتداء میں بیدار ہو جاتے۔ اُٹھ کر مسواک فرماتے اور وضو کر کے جس قدر اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھی ہوتی نماز پڑھتے۔ گویا بدن۔ اعضاء۔ اور تمام قویٰ کو نیند اور استراحت سے حصہ مل جاتا۔ اور وفورِ اجر کے باعث ریاضت حاصل کرتے۔ اور یہ معاملہ اصلاح قلب و بدن اور دنیا و آخرت کی (بھلائی) کے لیے سب سے بہتر ہے۔

آپؐ ضرورت سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔ اور ضرورت سے زیادہ جاگتے بھی نہیں تھے، چنانچہ جب ضرورت لاحق ہوتی۔ تو آپؐ دائیں طرف اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آرام فرماتے۔ حتیٰ کہ آپؐ کی آنکھوں پر نیند غالب آجاتی۔ اس وقت آپؐ شکم سیر نہ ہوتے۔ ——— نہ آپؐ سطح زمین پر لیٹ جاتے۔ اور نہ زمین سے بچھونا اونچا ہوتا بلکہ آپؐ کا بستر چمڑہ ہوتا۔ جس کے اندر کھجور کی روئی بھری ہوتی۔ آپؐ تکیہ پر ٹیک لگاتے اور کبھی کبھی رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ لیتے۔ اور سب سے بہتر نیند دائیں جانب کی ہے۔ تاکہ اس ہیئت میں کھانا معدہ میں بہتر انداز میں قرار پکڑ لے۔ اور سب سے خراب صورت یہ ہے کہ چہرہ کے بل لیٹے۔

مسند اور سنن ابن ماجہؒ میں حضرت ابی امامہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد میں ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو چہرہ کے بل سو رہا تھا۔ آپؐ نے اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا۔ "اٹھ" یا فرمایا "بیٹھ جا" کیونکہ یہ دوزخیوں کی سی نیند ہے۔

بقراط نے بھی کتاب التقدمہ میں لکھا ہے۔ غیر معتاد طور پر انسان کا پیٹ کے بل سونا اس کے اختلاط عقل یا پیٹ میں کسی جگہ درد کا ہونا ظاہر کرتا ہے۔

دوپہر کے سوا دن کو سونے سے پرہیز کرنا چاہیئے

دن کا سونا سخت خراب ہے جو کئی مرطوب امراض و آفات پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ رنگ خراب کر دیتا ہے۔ تلّی کا مرض پیدا کرتا۔ اعصاب میں استرخا۔ اور کسل پیدا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں گرمیوں میں دوپہر کے وقت سونے کے علاوہ (دن میں سونا) قوت رجولیت کو ضعیف کرتا ہے۔

سب سے خراب نیند ابتدائے دن اور اس سے بھی خراب تر عصر کے بعد کی نیند ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے ایک بیٹے کو صبح کے وقت سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ اٹھ جاؤ۔ کیا تم اس گھڑی سوتے ہو جبکہ رزق تقسیم ہو رہا ہے۔؟

کہتے ہیں۔ کہ دن کی نیند .... خرق یا حمق (حماقت) ہوتی ہے۔ البتہ دوپہر کو سونا (یعنی قیلولہ کرنا) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے۔ اور چاشت کے وقت میں سونا دنیا و آخرت کے امور سے سو جانا (غافل ہو جانا) ہے۔ اور عصر کے وقت سونا حماقت (بے عقلی) پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض سلفؒ سے مروی ہے۔ کہ جو عصر کے بعد سو جائے۔ اور اس کی عقل مختل ہو جائے۔ تو وہ اپنے آپ کے سوا کسی دوسرے کو ملامت نہ کرے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

الا ان نومات الضحی تورث الفتی ـــــ

خبالا و نومات العصیر جنون ـــــ

یاد رکھو چاشت کے وقت سونا نوجوان کو غم و حزن کا وارث بناتا ہے۔

اور عصر کا سونا جنون لاتا ہے)

صبح کے وقت سونا منحوس ہے

صبح کے وقت سونے سے رزق میں کمی آجاتی ہے

کیونکہ یہ وقت مخلوق کے لیے طلب رزق کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت رزق کی تقسیم عمل میں آتی ہے۔ پس ایسے وقت بلا کسی مرض یا ضرورت کے سو جانا محرومی کی علامت ہے اور بدن کے لیے بھی مضر اور نقصان دہ ہے۔

دھوپ میں سو جانا پوشیدہ مرض کو اچھالنے کے برابر ہے۔

نیز کچھ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں سونا از حد خراب ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی دھوپ میں لیٹا ہو، اور چھاؤں بڑھ آنے اس طرح کہ وہ کچھ دھوپ اور کچھ چھاؤں میں ہو جائے تو اسے اٹھ جانا چاہیے۔

اور سنن ابن ماجہ رح وغیرہ میں حضرت بریدہؓ بن حصیب سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ اور دھوپ کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت فرمائی" یا ان دونوں کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت کی تنبیہ ہے۔

سوتے وقت پڑھنے کی دعا

نیز صحیحین میں حضرت براءؓ بن عازب سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب تو اپنے بستر پر جائے۔ تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے، پھر دائیں جانب لیٹ جا۔ پھر یہ دعا پڑھ۔

اللھم انی اسلمت نفسی الیک ووجہت وجہی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظہری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لاملجأ ولامنجا منک الا الیک اٰمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی اُرسلت۔

یعنی اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور میں نے اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور میں نے اپنا معاملہ تجھے ہی تفویض کیا۔ اور میں نے تیری ہی جانب پناہ لی۔ تیری طرف ہی رغبت سے اور ڈرتے ہوئے۔ تیرے سوا تجھ سے کوئی جائے پناہ نہیں اور نہ نجات ہے۔ میں ایمان لایا تیری کتاب پر جو تو نے نازل کی، اور تیرے نبیؐ پر جو تو نے مبعوث فرمایا"

سونے سے پہلے بس یہی کلام ہو۔ پس اگر تو اسی رات کو مر گیا، تو فطرت پر مرا۔

فجر کی سنتوں کے بعد آپ ذرا لیٹ جاتے تھے

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں یعنی سنتیں پڑھتے (تو اس کے بعد) دائیں جانب لیٹ جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ دائیں جانب سونے میں یہ حکمت ہے۔ کہ سونے والے کو نیند میں بالکل استغراق نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل بائیں جانب ہوتا ہے۔ اور جب وہ دائیں جانب پر لیٹے گا۔ تو قلب اپنی بائیں جانب کی طلب میں ہوگا۔ اور اس طرح سونے والا نیند میں بالکل ڈوب کر نہ رہ جائے گا۔ بخلاف بائیں جانب سونے کے۔ کہ یہی جانب قلب کا مستقر ہے۔ اس صورت میں وہ عضو بالکل معطل ہو کر رہ جائے گا، اور نیند میں بالکل ہی مستغرق ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے اس کے کئی دینی و دنیوی مصالح و فوائد دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، اور چونکہ سونے والا مردہ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور نیند موت کی بہن ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ذات جو زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گی اس پر نیند کا آنا محال ہے۔ نیز اہل جنت بھی وہاں نہیں سوئیں گے، کیونکہ سونے والا اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی اس کی جان کی حفاظت کرے۔ اور خطرات سے اس کا تحفظ کرے۔ اور چونکہ پروردگار کریم اس کا پیدا کرنے والا اور تنہا اس کا کارساز ہے۔ اس وجہ سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات التجا و تفویض اور رغبت و رہبت کی دعا سکھا دی۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی جان اور بدن کے لیے اللہ تعالیٰ کی حفاظت و حراست کی دعا کرے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد دلایا۔ کہ وہ تجدید ایمان کر کے سوئے، اور اپنا آخری کلام انہی الفاظ تک محفوظ رکھے۔ کیونکہ گاہے گاہے ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو نیند میں موت دے دیتا ہے۔ اور اگر اس کا آخری کلام یہ الفاظ ہوں گے۔ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ نیند کے متعلق یہ آپ کی سنت طیبہ تھی۔

لولم یقل انی رسول لکا ـــــ
ن شاهد فی هدیه ینطق

اگر آپؐ خود نہ بھی فرمائیں کہ میں رسول ہوں۔
پھر بھی آپؐ کی سنت میں شاہد مل جائے گا۔ جو پکار اُٹھے گا۔

حرکت و سکون میں آپؐ کی سُنتِ طیبہ

جب صارخ آواز دیتا تو آپؐ بیدار ہو جاتے۔ اور صارخ سے مراد مرغ ہے۔
آپ اللہ تعالےٰ کی حمد کہتے تکبیر کہتے۔ تہلیل پڑھتے اور دعا کہتے۔ پھر مسواک فرماتے۔
اس کے بعد وضو کرتے۔ پھر اپنے پروردگار کے سامنے نماز کے لیے کھڑے ہو کر مناجات ثنا
اور دعاؤں میں مشغول ہو جاتے۔ پس صحت قلب و بدن۔ روح اور قویٰ سب کے لیے اس
سے زیادہ اور کس طریقہ سے حفاظت کی جاسکتی ہے؟ رہے دنیا و آخرت کے انعامات
وہ اس سے زائد اور الگ ہیں۔

ہم اس کے متعلق ایک فصل باقاعدہ طور پر لکھیں گے۔ تاکہ اس میں آپؐ سنتِ طیبہ اکمل
طریقہ سے سامنے آجائے۔ اور سب سے زیادہ صائب اور بہتر طریقہ نمایاں ہو جائے۔
یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ بدن زندہ اور باقی رہنے میں خورد و نوش کا محتاج ہے۔ اور
غذا تمام کی تمام جزو بدن نہیں بنتی۔ بلکہ ہر ہضم کے بعد کچھ حصّہ ایسا ضرور باقی رہ جاتا ہے
کہ جب کچھ مدت تک وہ پڑا رہے اور اس کی مقدار میں بھی کثرت ہو جائے۔ تو وہ ضرر
دیتا ہے۔ یعنی سدّہ پیدا کرتا اور بدن کو بوجھل کر دیتا ہے۔ اور سدی قسم کی امراض پیدا
کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اور اگر استفراغ کیا جائے۔ تو مسہل ادویہ کے ذریعہ بدن کو ضرر
پہنچتا ہے۔ کیونکہ یہ اکثر سمّی ہوتی ہیں۔ اور فائدہ بخش خلط کو بھی ساتھ ہی خارج کر دیتی ہیں۔
نیز کیفیت کے اعتبار سے ضرر رسانی کرتی ہیں۔ کیونکہ ذاتی طور پر یا تعفن کے ذریعہ تسخین
کرتی ہیں۔ یا ذاتی طور پر سرد کر دیتی ہیں۔ اور یا حرارت غریزیہ کو نفع کرنے سے درماندہ و ضعیف

کر دیتی ہیں۔

فضلات کے سدے ہر حالت میں مضر ہوتے ہیں۔ چاہے انہیں اپنی حالت پر رہنے دیا جائے اور چاہے ان کا استفراغ کیا جائے۔ اور حرکت سدوں کے پیدا ہونے میں ایک قوی مانع کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ اعضائے بدن میں تسخین ہوتی ہے اور ان کے فضلات بہ نکلتے ہیں اس لیے زیادہ مدت تک جمع نہیں رہ سکتے۔ اور بدن میں ہلکا پن اور فرحت آ جاتی ہے اور اسے مزید غذا کے قابل بنا دیتی ہے۔

نیز جوڑ مضبوط ہوتے ہیں اور اعصاب اور رباطات میں توانائی آ جاتی ہے۔

ورزش کے فوائد اور مصالح

تمام مادی امراض اور اکثر مزاجی امراض سے بھی انسان مامون ہو جاتا ہے۔ اگر ورزش اپنے وقت پر اور اعتدال کے ساتھ کرے۔ اور ریاضت کا بہترین وقت غذا کے ہضم ہو جانے اور معدہ سے نکل جانے کے بعد کا ہے۔ نیز معتدل قسم کی ریاضت سے چہرہ سرخ اور بشاش ہو جاتا ہے۔ اور بدن توانا ہوتا ہے۔ اور وہ ریاضت جس میں پسینہ تک بہنے لگے۔ یہ افراط کی حالت ہے۔ اور جس عضو کی بھی کثرت سے ریاضت کی جائے وہ عضو قوی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کثرت حفظ سے قوت حافظہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور کثرت فکر سے قوت مفکرہ توانا ہو جاتی ہے۔

ہر عضو کی جدا جدا ورزش

ہر عضو کی مخصوص ورزش ہوتی ہے۔ چنانچہ سینہ کی ورزش پڑھنا ہے۔ آہستہ آہستہ سے ابتداء کر کے بتدریج جہر تک پہنچے۔ سماعت کی ورزش آواز اور کلام سننا ہے، اس میں بھی آہستہ آواز سے تیز تک پہنچے۔ اسی طرح زبان کی ورزش کلام ہے۔ اور یوں ہی بصارت اور چلنے کی ورزش تدریج سے کرنی چاہیے۔

سارے بدن کی ورزش

رہی گھوڑ سواری۔ تیر اندازی۔ کشتی۔ اور دوڑنے میں مقابلہ کرنا تو ان صورتوں میں تمام بدن کی ورزش پائی جاتی ہے۔

چنانچہ یہ ورزش۔ جذام۔ استسقاء اور قولنج کا قلع قمع کرتی ہے۔ اور نفوس کی ورزش تعلم، تادب۔ فرحت و سرور۔ صبر و ثبات۔ اقدام و صرف نظر اور امور حسنہ میں ہے،

جن سے طبیعت کو فرحت و انبساط حاصل ہو۔ اس کی سب سے بڑی اور عظیم ورزش صبر شجاعت اور احسان کرنا ہے۔ چنانچہ طبیعت آہستہ آہستہ ان سے مانوس اور راضی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ یہ صفات اس میں راسخ اور پکی ہو جاتی۔ اور اس سلسلہ میں جب آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کا مطالعہ کریں گے۔ تو دیکھیں گے۔ کہ آپؐ کی سنتِ طیبہ صحت و قوائے بدن کی بہترین محافظ اور دنیا و آخرت میں از حد نافع ہے۔

نماز کے جسمانی فوائد

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ نماز صحت بدن اور اس کے اخلاط و فضلات کو دور کرنے میں دیگر ادویہ سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ صحتِ ایمان اور دُنیا و آخرت کی سعادت کی بھی ضمانت ہے۔

اسی طرح قیام اللیل (تہجد) بھی حفظ صحت کا نہایت ہی نفع بخش سبب ہے اور کئی مزمن امراض کو روکتا ہے۔ نیز بدن و روح اور دل کے لیے حد درجہ نشاط آور ہے جیسا کہ صحیحین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا:

"شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدّی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر کہتا ہے۔" رات بہت لمبی ہے۔ اس لیے سوتے رہو۔" پس اگر وہ آدمی اٹھ گیا۔ اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل گئی۔ اور اگر اس نے وضو کیا تو دوسری گرہ بھی کھل گئی۔ اور اگر اس نے نماز پڑھی تو تیسری گرہ بھی کھل گئی۔ چنانچہ وہ فرحت و نشاط سے صبح کرے گا۔ ورنہ اس حالت میں صبح کو اٹھے گا کہ اس کی طبیعت پر خبث اور سستی طاری ہو گی۔"

شرعی روزوں میں بھی بدن اور طبیعت کے لیے ورزش اسباب حفظ صحت میں سے ہے۔ اور جہاد کی ورزشیں اور حرکات و قوت، حفظِ صحت۔ قوت قلب و بدن، اور فضلات کے دفعیہ کے لیے زبردست اور قوی اسباب ہیں۔ نیز غم و حزن اور ملال کو دُور کرنے میں مدد دیتی ہیں (جو ان سعادتوں سے بہرہ ور ہوا ہے، وہ ان کا عارف ہے۔

حج اور تیر اندازی اور اس کے برکات

اسی طرح حج اور اس کے تمام مناسک نیز گھوڑدوڑ، تیر اندازی کا مقابلہ اور اپنی اور اپنے بھائیوں کی ضروریات کے لیے اور قضائے حقوق۔ عیادتِ مرضا۔ اور جنازوں میں شرکت کے لیے بھاگ دوڑ نیز جمعہ اور دیگر اجتماعات کے لیے مساجد کی طرف جانا نیز وضو اور غسل وغیرہ کے لیے سعی و جہد، د یہ تمام امور یکساں نفع بخش اور مؤثر ہیں ▪

مباشرت اور جماع

انواع و اقسام، حلال و حرام، افراط و اعتدال کا بیان

مجامعت اور مباشرت کے سلسلہ میں بھی آپؐ کا طریقہ حفظ صحت اور اتمام لذت و سرور نفس کے لحاظ سے ہر طرح کامل اور مکمل تھا۔ اور مقاصد کے حصول کا ذریعہ بھی جن کے لیے یہ کام (مجامعت و مباشرت) وضع کیا گیا ہے۔

اصل میں جماع تین امور کے لیے ہے اور یہی اس کے اصل مقاصد ہیں۔

۱۔ ایک حفظِ نسل و نوع اور اس بات کا اتمام کہ وہ تعداد پوری ہو جائے جو اللہ تعالیٰ عالم نمود میں لانا چاہتا ہے۔

۲۔ دوسرے وہ اخراج آب کہ جس کا احتباس (روکنا) بہت مضر ہوتا ہے اور بدن میں اس کا احتقان نقصان دہ ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرے حصول لذت، نعمت سے تمتع اور تکمیل خواہش جنت سے صرف یہ آخری فائدہ ہی ہوگا کیونکہ وہاں سلسلہ تناسل نہ ہوگا اور نہ ہی انزال کے ذریعہ استفراغ ہوگا۔

اسباب صحت میں سے ایک اہم سبب بڑے بڑے اطباء کا کہنا ہے کہ جماع بھی اسباب صحت میں سے ایک اہم سبب ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ منی کے جوہر پر آگ اور ہوا کا غلبہ ہے، اور اس کا مزاج گرم تر ہے، کیونکہ یہ صاف خون سے بنتی ہے، اور جب مادہ منویہ پیدا ہو جائے، تو سمجھ لو کہ اسے صرف طلب نسل یا استفراغ کے لیے خارج کیا جا سکتا ہے کیونکہ اگر اسے زیادہ مدت تک روک دیا گیا تو طرح طرح کے امراض رویّہ مثلاً وہمی ہو جانا، یا مرگی اور جنون وغیرہ پیدا ہو جائے گا۔

اس کے فوائد بے شمار ہیں، آدمی فعل حرام سے بچنے اور نظریں نیچی رکھنے کی قوت حاصل کرلیتا ہے۔ اسے عفت پر قدرت حاصل ہوجاتی ہے، اور اس بات کا حصول مرد اور عورت دونوں کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ رساں ہے۔

آپؐ نے اپنی امت کو نکاح کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا:

نکاح کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر تمہاری کثرت دکھاؤں گا۔

اور ابن عباسؓ نے فرمایا، اس امت میں وہ شخص بہت اچھا ہے جو کثیر الاہل ہو۔

آپؐ نے فرمایا، میں نکاح کرتا ہوں، گوشت کھاتا ہوں، سوتا ہوں، اٹھتا ہوں (بیدار ہوتا ہوں) روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، پس جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔

اور فرمایا، اے نوجوانوں کے گروہ جو تم میں سے استطاعت رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ نکاح کرلے، کیونکہ یہ غضِ بصر اور حفاظتِ کردار میں سب سے زیادہ معاون ہے، اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزے رکھے، اس طرح اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی۔[1]

جب حضرت جابرؓ نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی، تو آپؐ نے ان سے فرمایا، تم نے کسی کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی؟[2]

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے، فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ کا طاہر و مطہر حالت میں دیدار کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔[3]

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ شادی اس شخص کو کرنی چاہیے جو استطاعت رکھتا ہو، یعنی بیوی کا، اور اولاد کا خرچ برداشت کرسکتا ہو، اپنے مرتبہ کے موافق انھیں رکھ سکتا ہو، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرسکتا ہو، تاکہ وہ قوم کے لیے بوجھ نہ بن جائیں، یہ شرط ایک شادی کے لیے ہے، تو تعدد ازدواج کے لیے تو بدرجۂ اولیٰ ہے، اور جو شخص استطاعت سے محروم ہے اس کے لیے آپؐ نے علاج بھی تجویز فرمایا، یعنی روزہ رکھنا، کہ روزہ انسان کے قوائے شہوانی کو کمزور کردیتا ہے ؎

چناں قحط سالی شد اندر دمشق — کہ یاراں فراموش کردند عشق

(رئیس احمد جعفری)

[2] بیوہ سے شادی کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث میں اس کی تاکید ہے اور اجر کی بشارت ہے۔ اس موقع پر بسبیل تفنن آپؐ نے یہ فرمایا تھا۔ [3] سوسائٹی میں آزاد عورت کا باندی کے مقابلہ میں مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

صالح عورت بہترین متاع دنیا ہے

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دنیا ایک متاع ہے، اور متاعِ دنیا میں سے سب سے بہتر زن صالحہ ہے۔

سنن میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہم نے محبت کرنے والے میاں بیوی سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔

آپؐ اپنی امت کے افراد کو برابر نکاح کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

سننِ نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کونسی عورت زیادہ بہتر ہے؟

آپؐ نے فرمایا، وہ عورت جسے (اس کا شوہر) دیکھے، تو اسے خوش کرے، جب وہ اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ اور شوہر کے مال اور اپنی ذات میں ایسا کام نہ کرے جسے (شوہر) ناپسند کرتا ہو۔

صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا:

عورت سے اس کے مال، حسب، جمال، اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ تیرے ہاتھ گردآلود ہوں، دیندار عورت سے (نکاح) کر!

نیز آپؐ زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دیتے[1]۔ اور ایسی عورت کو ناپسند فرماتے جو بچے نہ جنتی ہو۔ جیسا سنن ابی داؤد میں حضرت معقلؓ بن یسار سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا:

---

[1] یہ ابتدائے اسلام کا زمانہ تھا، اور مسلمانوں کی کثرت تعداد کی ضرورت تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کثرت تعداد کی ضرورت نہ ہو تو اسے عزل سے یا کسی اور ایسے طریقہ سے جو شرع کی نظر میں موردِ اعتراض نہ ہو روکا جا سکتا ہے۔ عہدِ رسالتؐ میں اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ لوگوں نے عزل کیا، اور اولاد نہ پیدا ہونے دی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عزل یعنی اولاد کا نہ پیدا کرنا، ایک ذاتی اور نجی معاملہ ہے اگر کوئی شخص اپنے حالات مصالح کے اعتبار سے اسے ضروری سمجھتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے اور حکومت اس میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ اور کثرت اولاد کی ضرورت ذاتی کے بجائے قومی مسئلہ ہے اس سلسلہ میں امام، یا حکومت کی طرف سے ہدایات جاری کیے جا سکتے ہیں۔

مجھے ایک بڑے خاندان والی اور خوبصورت عورت ملتی ہے لیکن وہ بچے نہیں جنتی، کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟

آپؐ نے فرمایا، نہیں۔

پھر وہ شخص دوسری بار حاضر ہوا، آپؐ نے پھر منع فرما دیا، پھر تیسری بار حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعہ کثرتِ امت چاہتا ہوں۔

اور ترمذیؒ میں آپؐ سے مرفوعاً مروی ہے کہ چار کام انبیاء علیہم السلام کی سنت میں داخل ہیں:

۱۔ نکاح کرنا[۱]۔
۲۔ مسواک کرنا[۲]
۳۔ عطر لگانا[۳]
۴۔ اور مہندی کا استعمال کرنا[۴]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جماع متعددہ سے ایک غسل بھی کافی ہے۔ اور ہر جماع کے لیے جدا غسل بھی۔

پہلی صورت صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہے، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور دوسری صورت سنن ابی داؤد کی ایک روایت سے ثابت ہے، جو آں حضرتؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع سے منقول ہے کہ ایک ایسے موقع پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جماع متعددہ کے لیے الگ الگ غسل کے بجائے ایک ہی غسل کے بارے میں عرض کیا، تو آپؐ نے فرمایا۔

رموز طہارت اور پاکیزگی اسی میں ہے۔

مشروع صورت یہ ہے کہ اگر غسل سے قبل دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو درمیان میں وضو کرلے جیسا کہ

---

[۱] تاکہ ثابت ہو کہ وہ بھی بشر ہیں، اور انسانوں کی طرح جذبات بھی رکھتے ہیں۔

[۲] یہ طہارت اور پاکیزگی کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔

[۳] اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ انبیا کا مزاج کس درجہ نفاست پسند ہوتا ہے اور وہ گندگی وغیرہ سے کتنے دور ہوتے ہیں[۴] مہندی سے مراد حسب ضرورت مہندی کا خضاب بھی ہوسکتا ہے۔ اور علیہ السلام استعمال کریں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے، پھر دوبارہ جانا چاہے تو اُسے وضو کرلینا چاہئے۔

جماع کے بعد غسل اور وضو سے دوبارہ نشاط اور طبعی فرحت و قوت عود کر آتی ہے اور جماع کا بدل ماتحلل مل جاتا ہے۔ نیز کمالِ طہارت و نظافت بھی ہوجاتی ہے اور جماع کے ذریعہ، جو حرارت غریزی منتشر ہوگئی تھی وہ دوبارہ بدن میں مجتمع ہوجاتی ہے۔

مباشرت کے آداب اور اصول

اور سب سے زیادہ نفع بخش طریق جماع غذا کے ہضم ہونے کے بعد اور سردی و گرمی میں بدن کی حالتِ اعتدال میں ہوتا ہے، جب خشکی تری۔ خلوئے معدہ اور امتلاء معدہ میں بھی اعتدال ہو۔ امتلاء معدہ کے وقت جماع سے جو نقصان ہوتا ہے وہ خلوئے معدہ کے وقت کے جماع سے کم ہوتا ہے۔ اسی طرح یبوست کے مقابلہ میں، بحالت رطوبت نقصان کا کم اندیشہ ہوتا ہے نیز حرارت کے موقع پر برودت سے کم خطرہ ہوتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ جب خواہش جماع خوب تیز ہوجائے اور انتشار کامل ہو، جو از راہِ تکلف یا خیالی صورت اور مسلسل نظر سے قصداً برپا نہ کیا جائے، بلکہ از خود ہو، اس وقت جماع کیا جائے۔ اور یہ مناسب نہیں کہ خواہش جماع تکلف کے ساتھ پیدا کی جائے اور خواہ مخواہ طبیعت کو اس طرف راغب کیا جائے، بلکہ جب منی بکثرت ہوجائے اور خواہش از خود شدت اختیار کرلے اُس وقت یہ فعل کیا جائے۔

بڑھیا عورت، نیز بہت کم عمر کی بچیوں سے احتراز کرنا چاہیے جو ابھی بلوغ کو نہیں پہنچیں، اور جن میں ایسے جذبات نہیں پیدا ہوئے، نیز مریضہ، بدشکل اور مکروہ عورتوں سے بھی گریز کرنا چاہیے، کیونکہ ایسی عورتوں سے مجامعت کرنا قویٰ کو کمزور اور قوتِ باہ کو ضعیف کردیتا ہے۔

"حور عین" کا ذکر، اور بیان

اللہ تعالیٰ نے جنت کی عورتوں کا کمال یہ ظاہر فرمایا ہے، کہ وہ "حور عین" ہوں گی، یعنی اس سے قبل کسی نے انھیں (ہاتھ تک) نہ لگایا ہوگا۔ وہ ان کے لیے جنت میں (بیویاں) ہوں گی۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، اگر آپؐ کسی درخت کے پاس سے گزریں جس سے (اونٹوں کی

چرایا گیا ہو، پھر کسی ایسے درخت کے پاس سے گزریں جس سے نہ چرایا گیا ہو تو آپؐ اپنا اونٹ کہاں چرائیں گے؟

آپؐ نے فرمایا، جس میں نہ چرایا گیا ہو۔

نیز ایسی عورت سے جو محبوب ہو، جماع کرنا باوجود کثرتِ استفراغ کے بہت کم ضعف پیدا کرتا ہے، اور مکروہ عورت سے جماع کرنا بدن کو تحلیل کرتا اور قلتِ استفراغ (کبھی کبھی جماع) کے باوجود قویٰ میں ضعف پیدا کرتا ہے۔

نیز حائضہ عورت سے جماع کرنا طب اور شرع ہر اعتبار سے حرام ہے، کیونکہ یہ بےحد مضر ہے۔ تمام اطباء اس کی ممانعت کرتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ جب انسان عورت سے بجانب عقب اندام نہانی میں جماع کرے تو لڑکا بھینگا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی میں جاؤ جہاں سے چاہو) اور مسلمؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر چاہے چہرہ کے سامنے سے آئے اور اگر چاہے تو دوسری طرف سے آئے، لیکن یہ ضروری ہے کہ غیر فطری اور غیر طبعی طریقے سے قطعاً احتراز کیا جائے، کیونکہ پھر کھیتی کی مثال صادق نہیں آئے گی۔[1]

---

[1] جماع کا مقصد صرف حظِ نفسی، اور لذت شہوانی نہیں ہے، توالد و تناسل ہے اور جماع غیر فطری سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس طرح اولاد نہیں پیدا ہو سکتی، توالد و تناسل میں مدد نہیں مل سکتی۔

کھیتی کی اصطلاح بڑی بلیغ ہے ــــ آدمی زمین کو جب جوتتا اور بوتا ہے، تو اس میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے، اور اناج، پھل، میوہ، جو کچھ بھی بویا جائے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر کھیتی کے بجائے زمین شور کو جوتا اور بویا جائے، تو ظاہر ہے یہ لاحاصل ہے، نہ روئیدگی پیدا ہوگی، نہ پھل پھول، اناج اگایا جا سکے گا، پس عورت مرد کی کھیتی ہے، اس سے جماع کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ کھیتی اگے، یعنی اولاد پیدا ہو، نہ یہ کہ محض وقتی طور پر جنسی جذبات کی تسکین حاصل کر لی جائے۔ یہ اللہ کی دی ہوئی قوت اور اہلیت و صلاحیت کا نہایت غلط استعمال ہے، اسی لیے عتاب و عقاب کا اسے سزاوار قرار دیا گیا ہے "لعنت" سے بڑھ کر عتاب و عقاب کی انتہا، شدت کا اظہار اور کس لفظ سے کیا جا سکتا تھا۔

رہی دبر، تو یہ کسی نبی کی زبان سے مباح نہیں اور جس نے بعض سلف کا نام لے کر اس کی اباحت کا پہلو پیدا کیا ہے کہ "عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز ہے" اس نے غلط کہا ہے۔ سنن ابی داؤدؒ میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو اپنی بیوی کی دبر کو استعمال کرے وہ ملعون ہے۔

احمدؒ اور ابن ماجہؒ کے الفاظ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھی نہیں کرتا جس نے کہ اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا۔

ترمذی اور مسند احمد میں ہے کہ جو حائضہ کے پاس آیا، یا عورت سے دبر میں جماع کیا یا کاہن کے پاس آیا اور اس کی تصدیق کی، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی کا کفر کیا۔

امام بیہقیؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ جس نے عورتوں کی دبر میں (جماع) کیا اس نے کفر کیا۔[1]

اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا

مصنف وکیعؒ میں ہے، مجھے زمعہ بن صالح نے بتایا انھیں ابن طاؤسؒ سے انھیں اپنے والد سے انھیں عمرو بن دینار سے انھیں عبداللہ بن یزید سے روایت پہنچی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ حق کہنے سے نہیں شرماتا عورتوں کے پاس ان کے عقب سے نہ جایا کرو۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں، ہمیں ھدبہ نے انھیں ھمام نے بتایا کہ حضرت قتادہؓ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا گیا، جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے، تو انھوں نے فرمایا، مجھے عمرو بن شعیب سے، انھیں اپنے والد سے انھیں دادا سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ چھوٹی لواطت[2] ہے۔

مسند احمدؒ میں مروی ہے، ہمیں عبدالرحمٰنؒ نے بتایا انھیں ھمامؒ سے انھیں قتادہؒ سے انھیں عمرو بن شعیب سے انھیں اپنے والد بزرگوار سے انھیں دادا سے روایت ملی اور پھر اس کا ذکر فرمایا۔

ترمذیؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نظر بھی نہیں کرتا۔

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ اغلام بھی اس فہرست میں آتا ہے، یعنی اغلام کرنے والا بھی درحقیقت ایک طرح کے کفر کا ارتکاب کرتا ہے

[2] لواطت، یعنی اغلام بازی۔

جو مرد یا عورت کے ساتھ اس کی دبر میں جماع کرتا ہے۔

ہمیں حضرت ابو علی حسن بن حسین بن دوما سے روایت ملی، انھیں حضرت براء بن عازبؓ مرفوع روایت ملی، کہ اس امت کے دس آدمیوں نے اللہ عظیم کے ساتھ کفر کیا۔

۱. قاتل ہو کہ جس نے کسی کو قتل کر ڈالا ہو[1]

۲. جادوگر، سحر و شعبدہ کا مظاہرہ کرنے والا[2]

۳. دیوث[3]

۴. عورت کی دبر میں جماع کرنے والا[4]

۵. زکوٰۃ نہ دینے والا[5]

---

[1] جس نے بغیر کسی جائز اور شرعی عذر کے کسی کو قتل کر دیا ہو۔

[2] ساحر اور جادوگر اپنے شعبدوں سے غیر اللہ کی عظمت کا نتیجہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے جو شرک پر ختم ہوتی ہے۔

[3] بے حیا قسم کا باپ یا شوہر، یا بھائی، جو لڑکی، یا بہن، یا بیوی سے پیشہ کرائے، یا انھیں فواحش میں مبتلا کر دینے میں ساعی ہو۔ [4] یہ اغلام ہی کی ایک صورت ہے۔

[5] زکوٰۃ خدا کا عائد کیا ہوا ٹیکس ہے، جو قومی اور مصالح پر صرف ہوتا ہے، اسی لیے زکوٰۃ کو انفرادی طور پر صرف کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ بیت المال کا حق ہے، وہیں سے مقررہ اور معینہ مصارف میں اسے صرف کیا جاسکتا ہے۔ زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے انتقال کے بعد جب قبائلی عرب میں ارتداد پھیلا، تو ایک جماعت نے اسلام پر قائم رہنے کی شرط یہ پیش کی کہ اس سے زکوٰۃ نہ لی جائے، حالات اتنے نازک تھے کہ حضرت عمرؓ جیسا شخص بھی اس موقع پر یہ رعایت دینے کو تیار ہو گیا مگر حضرت ابوبکرؓ نے نگاہ عتاب سے حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہوئے فرمایا: انت جبار فی الجاهلیه وخوار فی الاسلام یعنی تم حالت کفر میں تو بڑے طرم خاں بنتے تھے، اور اسلام قبول کر کے بزدل بن گئے، پھر فرمایا "خدا کی قسم رسول اللہ کی زندگی میں جو شخص رسی کا ایک تسمہ بھی زکوٰۃ میں دیتا تھا اور اب اس کو دینے سے انکار کرتا ہے تو میں تنہا اس سے جہاد کروں گا، حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کیا اور انتہائی نا موافق اور نا مساعد حالات میں کیا اور نصرت الٰہی سے کامیاب ہوئے، شاہ ولی اللہؒ نے اسے کار پیغمبری قرار دیا ہے۔

۶۔ جسے وسعت[1] ملی اور مرگیا لیکن حج نہ کیا۔

۷۔ شراب پینے والا[2]۔

۸۔ فتنہ برپا کرنے میں سعی کرنے والا۔

۹۔ اہل حرب سے ہتھیاروں کی بیع کرنے والا[3]۔

۱۰۔ جس نے کسی محرم[4] سے نکاح کیا۔

حضرت عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن لہیعہ سے انھیں مشرح بن ہاعان سے انھیں عقبہ بن عامر رضؓ سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو عورتوں کی محاش یعنی دبر میں جماع کرے وہ ملعون ہے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ

مسند حرث بن ابی اسامہ میں حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ کی حدیث مروی ہے۔ ان دونوں نے فرمایا، وفات سے قبل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اور مدینہ میں یہ آپؐ کا آخری خطبہ تھا۔ پھر آپؐ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ آپؐ نے اس میں ہمیں نصیحت فرمائی، اور فرمایا:

"جو عورت کے ساتھ اس کی دبر میں جماع کرے یا مرد یا بچے کے ساتھ یہ حرکت کرے، قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا، کہ اس کی بدبو مردار سے زیادہ سخت تر ہوگی، جس سے لوگوں کو ازحد تکلیف پہنچتی ہے۔ آخر وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اور اللہ تعالےٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا، اور اس سے کوئی حرف و عدل قبول نہ کیا جائے گا۔ اور اسے آگ کے تابوت میں داخل کیا جائے گا اور اس پر آگ کی میخ ٹھونک دی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا، یہ سزا اس کے لیے ہوگی، جو توبہ نہ کرے۔ (یعنی اس فعل سے باز نہ آئے) نیز یہ فعلِ بد چہرے کو سیاہ کرتا، سینے کو تاریک بناتا اور نورِ قلب کو ختم کر دیتا ہے اور چہرے پر ایسی

---

[1] اس نے امکان و استطاعت کے باوجود ایک فرض ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لیا۔

[2] اس لیے کہ شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے۔

[3] گویا وہ مسلمان ہو کر، مسلمانوں کے دشمنوں کو مدد پہنچاتا، اور انھیں سروسامان جنگ مہیا کرتا ہے۔

[4] جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، ان سے نکاح کرلیا، مثلاً بیوی کی زندگی اور موجودگی میں سالی سے شادی کرلی۔

وحشت برساتا ہے کہ جو معمولی سی بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہو وہ اس نشان کو پہچان لیتا ہے۔

نیز یہ فعل شدید قسم کی نفرت اور بغض اور فاعل و مفعول میں تلخی پیدا کر دیتا ہے۔

اغلام کے بد اثرات و نتائج

مزید برآں یہ فعلِ شنیع فاعل اور مفعول کی حالت اس درجہ خراب کر دیتا ہے کہ ان کی اصلاح کی امید ہی نہیں رہتی ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو توبۃ النصوح (کی توفیق بخش دے)

نیز یہ زوالِ نعمت اور اتیانِ ذلت کا سب سے بڑا سبب ہے، کیونکہ یہ اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کا موجب ہے۔ پس سوچنا چاہیے، اس کے بعد کسی خیر کی امید ہو سکتی ہے؟ اور کسی شر سے پناہ مل سکتی ہے؟ اور اس بندے کی بھی کیا زندگی ہے، جو اللہ کے غضب اور لعنت کا سزاوار ٹھہرے، یا جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعراض کر لیا ہو، اور اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے؟

نیز یہ فعل حیاء کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے اور حیاء ہی دلوں کی زندگی کا نام ہے۔ اب جب دل سے یہ چیز مفقود ہو جائے، تو وہ برائی کو اچھائی اور اچھائی کو برائی سمجھنے لگے گا، اور اس حالت میں اس کی خرابی اور زیادہ مستحکم ہو جائے گی۔

نیز یہ فعل اس قدر حقارت و ذلت اور کمینگی لاتا ہے جو دوسرے گناہوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے، اور بندے پر لوگوں کی جانب سے حقارت نفرت، غیظ و غضب اور پستی و زبونی آجاتی ہے جس کا واقعاتی طور پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے پس اللہ کا صلوٰۃ و سلام اس ذات پر ہو کہ جس کی سنتِ طیبہ اور اس کے اتباع میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے اور اس کی مخالفت میں دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔

ضرر رساں جماع کی دو قسمیں

ایک شرعی طور پر ضرر رساں اور ایک طبعی طور پر ضرر رساں۔

جو شرعی طور پر ضرر رساں ہے، وہ قطعاً حرام ہے۔

مراتب تحریم بھی کم و بیش ہیں۔ بعض کی حرمت عوارض کے سبب دوسرے سے اخف ہے۔ جیسے کہ احرام و صیام اور اعتکاف کی تحریم، اور تکفیر سے پہلے ظہار کی تحریم، اور حائضہ سے وطی کرنے کی تحریم و غیر ذالک اس نوع میں کوئی حد نہیں۔

دوسری قسم لازم ہے، تو اس کی دو نوع ہیں:

قسم لازم کے دو انواع

ایک نوع وہ ہے کہ اس کی حلت کی کوئی سبیل نہیں[1] جیسے ذوات محارم (محرم رشتے) یہ سب سے زیادہ مضر رساں جماع ہے۔ چنانچہ علمائے کرام کے ایک گروہ کے نزدیک اس کا مرتکب قتل کا مستحق ہے، جیسا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے، نیز ایک مرفوع حدیث بھی ثابت ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو کسی صورت میں حلال ہو سکے، جیسے اجنبی عورتیں۔ اب اگر یہ عورت شوہر والی ہے، تو اس کے ساتھ کرنے سے دو حق (پامال ہوئے) ایک اللہ کا حق اور دوسرے شوہر کا حق۔ اور اگر مجبور کرکے یہ فعل کیا، تو تین حقوق ہو گئے۔ اور اگر اس عورت کے خویش واقارب بھی ہیں جنھیں اس کے فعل سے ننگ عار لاحق ہوا، تو اب چار حقوق ہو گئے۔ اور اگر یہ محرم عورت تھی، تو پھر پانچ حقوق ہو لیے، پس اب اس نوع کی حرمت درجاتِ حرمت کے لحاظ سے شدید تر ہوتی جائے گی۔

طبعی طور پر ضرر رساں طریقہ

رہا طبعی طور پر ضرر رساں طریقہ، اس کی دو قسمیں ہیں:
ایک کیفیت کے اعتبار سے مضر ہے۔ اس کی بحث گزر چکی ہے اور ایک کمیت کے لحاظ سے نقصان دہ طریقہ ہے، جیسے اس کی کثرت میں مبتلا ہو جانا، کیونکہ اس صورت میں قوت گر جاتی ہے اور اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے۔ نیز رعشہ، فالج اور تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ بینائی اور تمام قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔ حرارتِ غریزی بجھ جاتی ہے۔ مجاری کھل جاتے ہیں، اور فضلاتِ فاسدہ کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

بہتر اور موزوں وقت

جماع کے لیے سب سے زیادہ مفید اور بہتر وقت معدہ میں غذا ہضم ہو جانے کے بعد کا ہے، جب بھوک بھی نہ ہو اور معدہ بالکل خالی بھی نہ ہو۔ بلکہ اعتدال کی حالت ہو۔ کیونکہ بھوک کی حالت میں حرارت غریزی بجھ جاتی ہے اور سیری کی حالت میں کئی شدید امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

---

[1] یعنی اسے کبھی بھی حلال نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً بہن یا بیٹی سے کبھی اور کسی حالت میں بھی جماع جائز نہیں ہے۔ حرام مطلق ہے۔ ان کی حرمت دائمی ہے اور غیر دائمی وہ حرمت ہے جو کسی عارض کے سبب ہو۔ مثلاً بیوی کی موجودگی میں سالی سے شادی نہیں ہو سکتی، لیکن اس کے انتقال کے بعد یا اسے طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے۔

نیز تھکاوٹ کی حالت میں، اور کام کرنے کے بعد یا استفراغ کے فوراً بعد بھی جماع نہ کرنا چاہیے۔

علاوہ ازیں غم و حزن یا فرحت شدید کی حالت میں بھی اس سے بچنا چاہیے۔

سب سے بہتر وقت رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد کا ہے۔ جب کھانا ہضم ہو چکا ہو۔ پھر غسل کرے یا وضو کرکے سو جائے، تاکہ اس کی قوت عود کر آئے اور حرکت شدید اور ورزش سے احتراز کرے، کیونکہ اس حالت میں یہ حد درجہ ضرر رساں ہے۔

عِشق کا روگ اور اُس کا عِلاج

عِشق کی قسمیں، کیفیتیں، اور اُن کا تفصیلی بیان

یہ مرض بھی امراض قلب سے تعلق رکھتا ہے اور ذات واسباب اور علاج میں تمام دیگر امراض سے علیٰحدہ ہے۔ جب یہ مرض مستحکم ہو کر جڑ پکڑ لے، تو اطباء کے لیے اس کا علاج دشوار ہو جاتا ہے۔ اور مریض کو بھی عاجز کر دیتا ہے۔

قرآن میں دو گروہوں کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی دو گروہوں کا واقعہ نقل فرمایا ہے۔ ایک عورتوں کے عاشق کا، اور ایک لڑکوں کے عاشق کا چنانچہ عزیز مصر کی بیوی کا واقعہ یوسف علیہ السلام کے متعلق، اور قوم لوط کا واقعہ۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے بتایا۔ کہ جب ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ تو اہل شہر بھی خوشی خوشی آئے۔ (حضرت لوط علیہ السلام) نے فرمایا،

ان هؤلاء ضیفی فلا تفضحون ۝ واتقوا اللہ ولا تخزون ۝ اولم ننهك عن العالمین

...... یعنی لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو۔ اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ، بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا دنیا جہاں کی حمایت سے، لوط نے کہا

قال هؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین ۝ لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون۔

یعنی: یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں، جو تمہارا جی چاہے کرو خدا کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عشق کی غلط نسبت اور جس نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

میں کہا۔ کہ آپؐ بھی زینب بنت جحش کے متعلق (عشق) میں مبتلا ہو گئے اور یہ کہ آپؐ نے جب انہیں دیکھا، تو پڑھا:

سبحان مقلب القلوب؛

اور آپؐ کے دل پر چھا گئی، اور آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارث سے فرمایا: اسے روکے رکھو۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ

یعنی: اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو اللہ کھولنا چاہتا ہے۔ اور ڈرتا تھا۔ لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیئے ڈرنا تم کو۔" پس اس گمانِ فاسد کرنے والے نے سمجھا۔ کہ یہ عشق کے متعلق حکم ہے، بعض نے تو عشق کے متعلق کتاب بھی لکھی ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام کے عشق کا ذکر کیا ہے۔ اور اس واقعہ کو بھی (اس میں) ہی شمار کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا قرآن اور رسالت سے یکسر اور سراسر جہالت کا ثبوت ہے، اور کلام اللہ کو ایسی بات پر محمول کرنا ہے جس کا وہ محتمل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت ظاہر فرمائی اسی کی طرف آپؐ کی نسبت کرنا ہے۔

بات یہ تھی کہ حضرت زینبؓ بنت جحش حضرت زیدؓ بن حارث کی زوجیت میں تھیں[1]۔

---

[1] اور حضرت زینب کا یہ نکاح خود آپؐ نے کیا تھا۔ اگر آپؐ چاہتے تو زید سے نکاح نہ کرتے بلکہ خود ہی کر لیتے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ کے دل میں حضرت زینب سے نہ نکاح کرنے کا خیال تھا، نہ آپؐ کو ان سے عشق تھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت زیدؓ) کو متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا۔ اور وہ (زید) بن محمدؐ کے نام سے مشہور تھے۔ اور حضرت زینبؓ زید کو اپنا ہمپایہ نہیں سمجھتی تھیں۔ چنانچہ زید نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہیں طلاق دینے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی بیوی کو پاس رکھو۔ اور اللہ سے ڈرو"[1] اور دل میں سوچا کہ اگر زید نے اسے طلاق دے دی تو آپؐ خود اس سے نکاح کر لیں گے[2] لیکن لوگوں کے اعتراضات کا خطرہ

---

[1] اگر آپؐ کو حضرت زینب سے عشق ہوتا، یا آپؐ ہر حالت میں ان سے نکاح کرنا چاہتے تو اس سے اچھا موقعہ اور کون تھا؟ آپؐ حضرت زید کو طلاق کی اجازت دے دیتے، اور نکاح کر لیتے، لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہیں طلاق دینے سے روکا اور منع کیا، خدا سے ڈرایا اور زینبؓ کو پاس ٹھہرائے رکھنے کا حکم دیا،

[2] جب حضرت زید سے حضرت زینبؓ کی مصالحت اور نباہ کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی، تو آپؐ کے دل میں ان سے نکاح کا خیال آیا۔ اور اس لیے آیا کہ اسلامی مساوات کو برقرار رکھنے کے لیے آپؐ ہی نے حضرت زینب کو جو آپؐ کی بہن ہوتی تھیں، ایک غلام (حضرت زید) سے شادی کرنے پر راضی کیا۔ مگر دونوں میں نبھ نہ سکی، حضرت زینب کو اس واقعہ سے فطری طور پر مغموم اور دلگیر ہونا چاہیے تھا، چنانچہ ہوئیں، لہذا تالیف قلب کے مدنظر آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اور اس طرح ان کی دلگیری دور ہو گئی، پہلے ایسے شخص سے بیاہی گئی تھیں جسے وہ اپنے سے فروتر سمجھتی تھیں، اب ایسی ہستی کے حبالۂ عقد میں آئیں، جو سرور کائنات تھا، ـــــــــ صلی اللہ علیہ وسلم،

تھا۔ کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ کیونکہ حضرت زیدؓ آپؐ کے بیٹے ہی مشہور تھے۔

اصل معاملہ اور اس کی نوعیت و کیفیت یہ معاملہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں چھپا رکھا تھا، اور یہی خطرہ تھا جو لوگوں سے متوقع تھا، اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالٰے نے اس آیت میں آپؐ پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا۔ اور عتاب نہیں کیا اور فرمایا؛ آپؐ کے لیے مناسب نہیں۔ کہ جو چیز اللہ تعالٰے نے آپؐ کے لیے حلال کی ہے۔ آپؐ اس کے متعلق لوگوں سے ڈریں۔ بلکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اس لیے لوگوں کے اعتراض کی وجہ سے حلال کام میں کچھ حرج نہ سمجھتے۔ پھر اللہ تبارک وتعالٰے نے بتایا۔ کہ (اللہ تعالٰے) نے ہی حضرت زیدؓ کے بعد (زینبؓ) کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ تاکہ اس معاملہ میں آپؐ کی امت آپؐ کا اقتدار کرے اور آدمی اپنے متبنّٰی کی بیوی سے (طلاق یا مرنے کے بعد) اگر چاہے نکاح کر لے: بشرطیکہ صلبی لڑکے کی بیوی نہ ہو۔ اسی وجہ سے (صلبی لڑکے کی بیوی کو) آیت تحریم میں بیان فرمایا؛

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ

اور صورت زیر بحث میں فرمایا؛

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ

یعنی محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے۔

اور اس کی ابتداء میں فرمایا؛ ادعیاء کم ابناء کم ذلکم قولکم بافواھکم (اور نہیں بنایا اس نے تمہارے پکارنے والوں کو تمہارے بیٹے یہ تمہارے منہ کا قول ہے[1]

---

[1] یعنی یہ رشتہ تم نے خود قائم کر لیا ہے۔ جس کی خدا کے ہاں کوئی حیثیت نہیں، اصل رشتہ تو خدا کا قائم کیا ہوا ہے۔

چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت اور طعنہ دینے والوں کے طعن کا جواب خاص طور پر قابل غور ہے،

عشق میں کون لوگ مبتلا ہوتے ہیں؟

عشق میں صرف وہی قلوب مبتلا ہوتے ہیں، جو اللہ تعالےٰ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں۔ اس سے اعراض کیے رہتے ہیں۔ اور کسی غیر کو دل میں بسا لیتے ہیں، لیکن اگر دل اللہ کی محبت اور اس کے شوق لقار سے پُر ہو تو صوری عشق کا مرض خود بخود زائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا،

کذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين۔

یعنی: یوں ہی ہوا۔ تاکہ ہم ہٹائیں اس سے برائی اور بے حیائی البتہ وہ ہے ہمارے برگزیدہ بندوں میں۔

چنانچہ بتایا۔ کہ خلوص ہی دفع عشق اور اس کی برائی اور فحاشی کو جو اس کا ثمرہ اور نتیجہ ہے دور کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ گویا مسبب کو دور کرنے سے سبب دُور ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سلف ؒ نے فرمایا ہے: عشق فارغ دل کی حرکت رذیلہ ہے۔

محبت کے انواع مختلفہ و متعددہ،

محبت کی کئی انواع ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور افضل قسم اللہ کے (دین) میں اور اللہ کے لیے محبت ہے، یہ محبت اس کی محبت کو جسے اللہ محبوب رکھتا ہو۔ مستلزم ہوتی ہے۔ نیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت بھی مستلزم ہو جاتی ہے۔

نیز ایک قسم کی محبت، ایک طریقت یا دین یا مذہب یا قبیلہ یا قرابت یا صنعت یا کسی مقصود و مطلوب میں اتفاق ہو جانے کی محبت ہے۔

نیز ایک قسم محبوب سے مطلب براری کی محبت ہے۔ چاہے اس کے مرتبہ سے ہو یا اس کے مال یا تعلیم، ارشاد یا تکمیل ضرورت سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ عارضی محبت ہوتی ہے جو مسبب کے زائل ہو جانے پر معدوم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کسی ضرورت کے

باعث محبت کرے گا۔ وہ ضرورت پوری ہونے کے بعد ضرور منہ پھیر لے گا۔

رہی محبتِ مشاکلت و مناسبت جو محبّ اور محبوب کے درمیان ہوتی ہے۔ تو یہ مستقل محبت ہوتی ہے۔ جو کسی عارض کے سبب زائل نہیں ہوتی اور عشق کی محبت بھی اسی نوع سے تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ نفسانی امتزاج اور روحانی استحسان کا مرکب ہے۔

محبت کی انواع میں وسوسہ۔ خاندان۔ مصروفیتِ قلب اور خطرۂ ہلاکت قطعاً حائل نہیں ہوتا۔ اب اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ آپ کے بیان کے مطابق اگر اتصال اور تناسب روحانی عشق کا سبب ہوتا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ جانبین سے نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ تر صرف عاشق کی جانب سے ہوتا ہے۔ اگر اس کا سبب اتصال نفسی اور امتزاج روحانی ہوتا۔ تو محبت دونوں میں مشترک طور پر پیدا ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کبھی کبھی ایک شرط کے فوت ہو جانے یا کسی مانع کی وجہ سے سبب مسبب سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور اس طرح جانب ثانی سے محبت بھی متخلف ہو جاتی ہے۔

محبت کے اسباب و علل

اس صورت میں تین میں سے ایک نہ ایک سبب ضرور ہوتا ہے۔

محبت کا پہلا سبب یہ ہے کہ ذاتی نہیں ہوتی بلکہ غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ اور خود غرض کی محبت میں اشتراکِ محبت ضروری نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی ایسی صورت میں محبوب کی طرف سے تنفر بھی ظاہر ہونے لگتا ہے۔

دوسرے محبت میں کوئی ایسا مانع ہوتا ہے کہ محبوب کو محبت کرنے سے روکتا ہے خواہ مانع اخلاق میں ہو یا شکل و صورت یا طریقہ و عادات یا افعال ہیئت وغیرہ کسی میں بھی ہو۔

تیسرے محبوب کے سامنے کوئی ایسا مانع ہوتا ہے جو عاشق سے محبت کرنے میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ مانع نہ ہوتا تو وہ بھی ضرور جانب ثانی کی طرح اپنے محب کے لیے اظہار محبت کرتا۔ چنانچہ جب یہ موانع ہٹ جائیں گے۔ اور محبت ذاتی ہوگی۔ تو بلاشبہ وہ جانبین سے ہوگی۔

اگر کفار میں بھی کبر۔ حسد۔ سلطنت و حکومت اور بغض و عناد نہ ہوتا۔ تو وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اپنی جان، مال، اور اولاد سے زیادہ محبت کرتے۔ اور انبیاء کے علیہم السلام کے تابعین کے دلوں سے جب یہ مانع زائل ہو گیا تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی محبت اپنی جان و مال، اور اولاد سے زیادہ ہو گئی۔

عشق علاج پذیر مرض ہے

مقصود یہ ہے کہ عشق ایک قابل علاج مرض ہے۔ اس کا علاج کئی طرح سے ہو سکتا ہے۔ اب اگر طبعاً اور شرعاً عاشق کے لیے معشوق تک پہنچ جانے کی کوئی راہ موجود ہو، تو یہی اس کا علاج ہے، جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے نوجوانوں کے گروہ۔ تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو، اسے چاہیے۔ کہ وہ نکاح کرلے[1] اور جسے استطاعت نہ ہو۔ اسے چاہیے کہ روزے رکھے ! " کیونکہ وہ اس کے لیے شہوت توڑنے والا ہو گا۔

اس ارشاد میں عاشق کو دو علاج بتائے ایک اصلی اور ایک اس کا بدل؛ اور اصل علاج کا حکم کہ وہی اس مرض کا علاج ہے۔ اس لیے اگر اس کی استطاعت ہو، تو اس سے عدول و اعراض نہ کرنا چاہیئے، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو محبت کرنے والوں کے لیے ہم نے نکاح سے زیادہ (بہتر) چیز نہیں دیکھی[2]۔

اگر شرعی یا طبعی طور پر وصال محال ہو

اور اگر عاشق کے لیے شرعی یا طبعی طور پر محبوب کا وصال محال ہو۔ یا ناممکن ہو۔ تو اس صورت میں اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے آپ کو سمجھا دیا جائے، کہ یہ عشق سرسبز نہیں ہو سکتا کیونکہ جب نفس کسی چیز سے مایوس ہو جائے گا، تو اسے چین آجائے گا۔ اور اس کا اس طرف

---

[1] نکاح کرلینا چاہیے۔

[2] زندگی کو روشن بنا دیتی ہے۔

التفات نہ رہے گا۔ اور اگر نا امیدی کے باوجود مرض عشق قائم رہا۔ تو سمجھ لو کہ طبیعت شدید ترین حد تک فاسد ہو چکی ہے۔ پھر کوئی اور علاج کیا جائے گا۔ اور یہ اس کی عقل کا علاج ہو گا۔ کیونکہ کامرانی سے نا امید ہو کر بھی دل کا تعلق قائم رکھنا جنون کی ایک قسم ہے۔ اور اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی سورج پر عاشق ہو جائے۔ اور اس کی روح آسمانوں میں اس کی جانب اوپر چڑھنے کی کوشش کرتی رہے۔ اور یہ نوع تمام عقلاء کے نزدیک مجنونوں میں داخل ہے۔ اور اگر اس کا وصال شرعاً محال ہو۔ قدر کے لحاظ سے ناممکن نہ ہو، تو چاہیے کہ اُسے قدرتاً غیر ممکن کے مقام پر لے آیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اس کا اذن نہیں دے رہا۔ اور بندے کی نجات بھی اس سے پرہیز کرنے میں ہی مضمر ہے۔ اس لیے چاہیے کہ اپنے آپ کو سمجھائے۔ کہ یہ ناممکن بلکہ معدوم ہے۔ اور اس تک رسائی کی کوئی راہ نہیں۔ اور یہ محالات کے قائم مقام ہے۔

اب بھی اگر نفس امارہ (پرہیز پر) آمادہ ہو۔ تو اسے چاہیے کہ دو امور میں سے کسی ایک کے لیے معاملہ ختم کر دے۔ یا خطرہ کے لیے یا محبوب کی خاطر فنا کے لیے۔ یہ اس کے لیے نیا پسندیدہ۔ نافع۔ بہتر اور دائمی لذت و سرور کا باعث ہو گا۔

اور اگر یہ تمام معالجات بے کار ثابت ہوں۔ تو اُسے چاہیے کہ وہ صدق دل کے ساتھ اس ذات تعالےٰ کے سامنے اپنے آپ کو گرا دے۔ جو پریشان اور مضطر لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ جب وہ اسے پکارے۔ اور اس کے دروازے پر اپنے آپ کو تضرع وخشوع وخضوع کرتے ہوئے فریاد کناں ڈال ہی دے۔ اب جب اس بات کی توفیق ہوئی تو گویا اس نے (قبولیت) کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اب اسے چاہیے کہ زاوش کرے۔ خاموش رہے اور محبوب کا ذکر بھی نہ کرے۔ اور نہ اسے لوگوں میں رسوا کر کے ایذا دے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی حیثیت ایک ظالم اور زیادتی کرنے والے کی ہوگی۔

ایک موضوع حدیث اور اس پر بحث

اور اس موضوع حدیث سے دھوکہ میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ جسے عشق ہو گیا اور پھر وہ پاکدامن رہا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔

اور ایک روایت یہ مشہور ہے۔ کہ جسے عشق ہوا۔ اور اس نے چھپائے رکھا۔ اور

پاکدامن رہا۔ اور صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اور اُسے جنت میں داخل کرے گا: یہ حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے، اور یہ آپ کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہادت ایک عظیم الشان مرتبہ ہے جو مرتبہ صدیقیت سے متصل ہے۔ اور اس کے لیے کچھ اعمال و احوال مقرر ہیں۔ جو اس کے حصول کی شرط ہیں۔

اور اس کے دو اقسام ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص۔

خاص شہادت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ (میدان جہاد) میں ہو۔

اور عام کی پانچ انواع صحیح احادیث میں مذکور ہیں۔ اور یہ (شہادت عشق) ان میں شمار نہیں کی گئی۔ اور یہ اس میں ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ جبکہ یہ مرض شرک فی المحبت) اللہ سے دور کر دے، یہ تو قلب اور روح کو غیر اللہ کی ملکیت میں دے دینے کا نام ہے۔ اس سے درجہ شہادت کس طرح ملے گا؟ یہ بالکل محال ہے کیونکہ عشق صوری قلب کو عد درجہ فاسد اور خراب کر دیتا ہے۔ بلکہ یہ روح کی شراب ہے، جو اسے بدمست بنا کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کے سامنے مناجات کرنے اور اس سے متلذذ ہونے سے غافل کر دیتا ہے۔ اور اس بات کا موجب ہوتا ہے۔ کہ دل غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائے۔ کیونکہ عاشق کا دل تو معشوق کی عبادت میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو دل غیر اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہو۔ اس قدر درجات حاصل کرلے۔ جو خواص اولیائے کرام اور بزرگان عظام کو ہی مل سکتے ہیں۔ اور اگر اس حدیث کی سند سورج کی طرح صاف اور نمایاں ہو، جب بھی غلط فہمی اور واہمہ ہے[1] اور صحیح حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لفظ مروی نہیں۔

---

[1] علامہ ابن قیم حدیث رسول کے پرستاروں میں ہیں تعجب ہے ایسی بات انھوں نے کہی اگر یہ سورج کی طرح صاف اور نمایاں سنداً بھی، موجب یقین نہیں ہو سکتی، تو دوسری اسناد جو اس سے فروتر ہوں کس درجہ یقین میں رکھی جائیں گی، اصل میں علامہ کا یہ ارشاد بھی ان کی انتہا پسندی کا ایک ثبوت ہے۔

حلال اور حرام عشق پھر بعض عشق حلال ہوتے ہیں، بعض حرام ہوتے ہیں۔ اس صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے ہر عشق کے متعلق فیصلہ فرما دیا۔ کہ اگر وہ عشق چھپا لے اور عفیف رہے تو شہید ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ایک آدمی کسی دوسرے کی بیوی پر عاشق ہو جاتا ہے۔ یا کسی فاحشہ عورت یا لڑکے پر عاشق ہو جاتا ہے۔ کیا وہ اس عشق کے ذریعہ شہادت پا لے گا[1]! یہ تو اس دین کے بالکل خلاف واقع ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مرض عشق کی بھی شرعاً اور قدراً ہر طرح کی ادویہ پیدا فرمائی ہیں۔

اگر عشق حرام ہے تو اس کا علاج واجب ہے اور یا دوسری صورت میں مستحب ہے۔ اور جب آپ ان امراض پر غور کریں گے۔ جن میں مبتلا ہو کر (فوت ہونے والوں کو) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید فرمایا۔ تو وہ سب لا علاج امراض ہوں گے۔[2] جیسے!

---

[1] عشق اختیاری چیز نہیں، اگر کوئی شخص کسی ایسی ہستی سے عشق کرتا ہے، جو ناممکن الحصول ہے، لیکن عشق کو چھپاتا، پاک دامن اور خاموش رہتا ہے، یہاں تک کہ مر جاتا ہے، تو کیا اس کا یہ صبر و ضبط اور عزیمت موجب اجر نہیں؟

[2] یہ بھی ایک لا علاج مرض ہے۔
جو عشق نفسانی خواہشات پر مبنی ہو، وہ علاج پذیر ہے - لیکن جو ان چیزوں سے بالا ہو، نہ وہ علاج پذیر ہے، نہ اس کے علاج کی ضرورت ہے،
خود رسول اللہؐ کا یہ حال تھا۔ کہ جملہ ازواج مطہرات کے ساتھ مساوات کامل کا برتاؤ فرماتے تھے، اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے تھے، لیکن فرماتے تھے جہاں تک قلبی لگاؤ کی زیادتی کمی کا تعلق ہے وہ اختیاری چیز نہیں۔

مطعون (نیزہ زدہ)

مبطون (پیٹ کی تکلیف والا۔)

مجنوں (پاگل)

آگ میں جل جانے والا۔

پانی میں ڈوب جانے والا۔

اور اس عورت کی موت کو جو حالت حمل میں کسی وجہ سے فوت ہو جائے ۔ کیونکہ یہ تمام امراض اللہ کا ابتلاء ہیں۔ جن میں بندے کا دخل بالکل نہیں[1]

نہ ان کا علاج ممکن ہے۔ اور نہ ان امراض کے اسباب حرام ہیں۔ اور نہ ان کے نتیجہ میں قلبی فساد اور غیر اللہ کی عبودیت لازم آتی ہے۔ جو مرض عشق کا لازمی نتیجہ ہے۔

پس اگر یہ بحث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منطق اور اس روایت کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں۔ تو دنیا بھر کے ائمہ حدیث اور ان کے علل کا مطالعہ کر لیجئے۔ ایک امام سے بھی یہ مروی نہیں کہ اس نے اس حدیث کی صحت کا اعتراف کیا ہو بلکہ اسے حسن ہی کہا ہو[2] بلکہ انھوں نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ اور اسے مسترد کر دیا ہے اور بعض نے تو یہ کہا ہے۔ کہ (جو اس حدیث کو روایت کرے) اس سے جنگ کرنا حلال ہے۔

---

[1] اس مرض میں بھی انسان کا کچھ دخل نہیں، اس لیے وہ موجب اجر و ثواب ہے۔

[2] کسی حدیث کا صحیح ثابت نہ ہو سکنا، اس کے غلط ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے، نہ یہ دعوے کیا جا سکتا ہے کہ کتب صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں آپ کی تمام حدیثیں آگئی ہیں۔ کوئی باقی نہیں رہ گئی۔

نیز ابو الفرج ابن جوزی نے کتاب الموضاعات میں اس کا تذکرہ کیا ہے
نیز یحیی بن معین نے بھی اس کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ راوی ساقط اور کذاب ہے۔ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا۔ تو میں اس سے جنگ کرتا۔
امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مزدک ہے۔
نسائیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ ثقہ نہیں۔
اور سب سے احسن ▪ ہے جو ابو حاتم رازیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ یہ صدوق کثیر التدلیس ہے۔

حفظ صحت اور خوشبو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

باد شمیم انگیز اور ہوائے عطر بیز روح کی غذا ہے۔ اور روح قویٰ کے لیے مایۂ زندگی ہے اور قویٰ میں خوشبو سے توانائی پیدا ہوتی ہے جس سے دماغ، قلب، بلکہ جملہ اعضائے باطنی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ فرحت اور نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ نفس کو مسرور اور روح کو انبساط حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ روح کے لیے حد درجہ خوشگوار، اور خوب تر چیز ہوئی، کہ اس میں اور روح طیبہ میں ایک طرح کا گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطیب الطیبین صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی چیزوں میں سے ایک چیز یعنی خوشبو بہت زیادہ محبوب تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبودار تحفہ مسترد نہ فرماتے۔

صحیح مسلم میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا۔

جسے ریحان پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ یہ لطیف و خوشگوار اور سبک تر ہے۔
سنن ابی داؤدؒ اور نسائیؒ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جسے خوشبو پیش کی جائے وہ اسے رد نہ کرے، کیونکہ یہ وزن میں سبک اور ہوائے خوشگوار کی حامل ہوتی ہے۔

مسند بزارؒ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالےٰ طیب ہے، طیب کو محبوب رکھتا ہے۔ پاک ہے اور پاک کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے کرم کو پسند فرماتا ہے۔ سخی ہے سخاوت کو پسند فرماتا ہے، اس لیے اپنے مکان اور صحن کو صاف شفاف رکھو، اور یہود کی مشابہت نہ اختیار کرو، جو اپنے گھروں میں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر جمع رکھتے ہیں، ہاں تھوڑا سا ہو تو خیر۔

ابن ابی شیبہ رض سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عطردان تھا جس میں سے لے کر آپؐ عطر لگایا کرتے تھے۔

صحیح روایت میں آپؐ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک بار غسل کرے[1] اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، تو وہ بھی لگائے، اور خوشبو میں یہ خاصیت ہے کہ ملائکہ اس آدمی سے جو معطر ہوتا ہے، محبت کرتے ہیں، اور شیاطین اس سے نفرت کرتے ہیں، اور شیاطین[2] کے لیے سب سے زیادہ دل پسند اور مرغوب، مکروہ اور بدبودار چیز ہے چنانچہ ارواحِ طیبہ کو رائحۂ طیبہ محبوب ہوتی ہے، اور ارواح خبیثہ کو رائحۂ خبیثہ پسند ہوتی ہے۔ یعنی ہر روح اپنی پسند کی طرف مائل ہوتی ہے[3]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات، والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات۔

(خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے، خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لیے، پاک نہاد عورتیں پاک خو مردوں کے لیے، پاک سرشت مرد پاک نہاد عورتوں کے لیے)

اس آیۂ کریمہ میں خبیث اور طیب سے مراد، اگرچہ خبیث اور طیب مرد اور عورت ہیں لیکن درحقیقت

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور غسل کرنا چاہیے، لیکن اگر کوئی روز یا دن میں ایک سے زائد بار غسل کر لیتا ہے تو یہ اور زیادہ بہتر اور پسندیدہ امر ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکیزگی، صفائی، ستھرائی، اور نظافت حد درجہ مرغوب و محبوب تھی، جس طرح آپؐ کے پاک دل اور پاک روح اور پاک دماغ تھے، اسی طرح پاک جسم بھی تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] بدروحیں۔

[3] "ہر روح اپنی پسند کی طرف مائل ہوتی ہے"۔۔۔ سچ پوچھیے تو یہ ایک بہت بڑا اور بے حد اہم نکتہ ہے، جو ایک ٹھوس اور ناقابل تردید حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی کے شب و روز اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔

یہ خبث اور طیب مشتمل ہے اعمال و اقوال، مطاعم و مشارب، اور ملابس، روائح پر، عموم لفظ کے اعتبار سے بھی، اور عموم معنیٰ کے اعتبار سے بھی۔[1]

---

[1] ان ارشادات و ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، یہ کبھی نہیں چاہا کہ لوگ عبادت و ریاضت میں اس درجہ غرق ہو جائیں کہ انہیں دنیا اور مافیہا کی خبر نہ رہے، جیسا کہ دیگر مذاہب کے راہبوں، اور سادھوؤں وغیرہ کا دستور ہے۔ بلکہ آپؐ اپنی امت کے افراد کو توانا چست و چالاک اور تنومند دیکھنا چاہتے تھے، اس لیے کہ اسلام دین کا مذہب بھی ہے اور دنیا کا بھی۔ روح کی رہنمائی بھی کرتا ہے، اور بدن کو بھی سلامت رکھنا چاہتا ہے اور یہی اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

حفظِ صحتِ چشم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

سننِ ابی داؤدؒ میں حضرت عبدالرحمن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ انصاری سے مروی ہے، انہیں اپنے والد سے انہیں اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ اثمد مروح استعمال فرماتے تھے، فرمایا، البتہ روزے دار کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ابوعبید فرماتے ہیں کہ مروح سے مراد ہے مشک سے خوشبودار کرنا۔

سننِ ابن ماجہؒ وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپؐ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔

جامع ترمذیؒ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سرمہ ڈالتے، تو دائیں آنکھ میں تین سلائیاں ڈالتے، بائیں میں دو، دائیں آنکھ سے شروع فرماتے اور اسی پر ختم کرتے۔

ابوداؤدؒ کی روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نے فرمایا) جو سرمہ لگائے، اسے چاہیے کہ وترؔ[1] سلائیاں ڈالے۔

رات کے وقت سرمہ استعمال کرنے میں ایک ایسی خوبی ہے جو صرف سرمہ پر مشتمل ہے اور حرکت مضر سے سرمہ لگانے کے بعد سکون حاصل ہوتا ہے۔ نیز اثمد کی ایک مخصوص خاصیت ہے۔

سننِ ابن ماجہؒ میں حضرت سالمؒ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اثمد استعمال کرو کیونکہ اس سے بصارت میں جلا آتی ہے، یہ بال اگاتی ہے۔

---

[1] وتر سے مراد طاق عدد ہے۔ مثلاً ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ وغیرہ

ابونعیم کی کتاب میں ہے کہ سرمہ بال اگاتا ہے۔ تنکوں کو دور کرتا ہے اور بصارت کو صاف کرتا ہے۔

سنن ابن ماجہ[1] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے۔ سب سے بہترین سرمہ اثمد ہے، جو بینائی کو جلاء دیتا ہے، اور بالوں کو اگاتا ہے۔

---

[1] بینائی اور بصارت بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ اگر چھن جائے تو انسان دوسرے اعتبارات سے صحت مند اور توانا ہوتے ہوئے بھی اس کی زندگی بے کیف اور بیکار ہے پھر وہ محتاج بن کر رہ جاتا ہے۔ نہ کوئی خوشی اسے خوش کر سکتی ہے، نہ کوئی منظر اس کے دل میں اہتزاز اور انبساط کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ نہ کسی چیز کو دیکھ کر اس سے تاثر قبول کر سکتا ہے۔

بینائی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور ایسے وسائل اختیار کیے جائیں جو اس نور کو قائم رکھنے میں مدد دیں۔

ادویۂ و اغذیۂ مفردہ

جن کا ذکر،

لسانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آیا

بہ ترتیب حروف تہجی

حرف الھمزہ (الف)

اثمد یہ سرمہ سیاہ کا پتھر ہوتا ہے، اصفہان سے لایا جاتا ہے۔ سرمہ کے اقسام و انواع میں اسے سب پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ مغرب کی طرف سے بھی یہ درآمد کیا جاتا ہے۔ سب سے عمدہ وہ ہے جو ایک ہی چوٹ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس کا اندرونی حصّہ ملائم ہوتا ہے جس میں گندگی نہیں ہوتی۔ اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ آنکھوں کو فائدہ اور قوت دیتا ہے، اعصاب کو قوی کرتا اور صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ نیز زخموں سے زائد گوشت کو ختم کرکے انھیں مندمل کرتا ہے اور گندگی صاف کرکے انھیں جلا بخشتا ہے۔ جب آب آمیز شہد کے ساتھ سر میں ڈالا جائے، تو دردِ سر کو فائدہ کرتا ہے۔ اور جب اسے کوٹ کر اس میں تھوڑی سی تازہ چربی ملائی جائے اور اسے آگ پر پختہ کر لیا جائے تو اور زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے اور تازہ پھنسیوں کو فائدہ دیتا ہے۔ آنکھ کے سرموں میں یہ سب سے اعلیٰ قسم ہے، خصوصاً بوڑھے لوگوں کے لیے۔ اور ان کے لیے کہ جن کی آنکھیں کمزور ہیں ازحد مفید ہے۔ اگر کچھ مشک بھی ملالی جائے تو فائدہ اور بڑھ جاتا ہے۔

اترج صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا، ایسے مومن کی جو قرآن مجید پڑھتا ہے، مثال اترج کی طرح ہے، کہ اس کا ذائقہ عمدہ ہے اور اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے۔

اترج کئی فوائد کا حامل ہے، یہ چار اجزا پر مشتمل ہے، چھلکا، گودا، کھٹاس اور بیج، ہر ایک کا مخصوص مزاج ہے۔

اس کا قشر (چھلکا) گرم خشک ہے، گودا گرم تر ہے۔ کھٹاس سرد خشک اور بیج گرم خشک ہے۔ اس کے چھلکے کا فائدہ یہ ہے کہ جب اسے کپڑوں میں رکھ دیا جائے، تو سوس (کپڑوں کا کیڑا[1]) کو روکتی ہے،

---

[1] علاقہ بربر

اس کی خوشبو ہوا اور وبا کی کیفیت کی اصلاح کرتی ہے۔ اگر اسے منہ میں رکھا جائے تو اسے خوشبودار بناتی ہے، اور ریاح تحلیل کرتی ہے۔ اور اگر مسالوں کی طرح اسے کھانے میں ڈالا جائے تو ہضم میں مدد دیتی ہے۔ اس کا گودا حرارتِ معدہ کا ملطف ہے۔ مرۃ صفراء کے مریضوں کے لیے فائدہ بخش ہے۔ گرم بخارات کو کاٹتا ہے۔

غافقی کہتے ہیں کہ اس کا گودا کھانا بواسیر میں نافع ہے۔ اس کی کھٹاس قابض ہے۔ صفراء کو توڑتی اور گرم خفقان میں تسکین دیتی ہے۔ یرقان کے مرض میں اسے پینا اور اس کا سرمہ لگانا فائدہ بخش ہے، قئے صفراوی کو فائدہ ہوتا ہے، اور حرارتِ جگر کو بھی نفع بخش ہے۔ معدہ کو قوت ملتی ہے، اور مرۃ صفراء کی حدت ختم ہو جاتی ہے۔ تشنگی میں کمی ہوتی ہے۔ اس کے بیج میں تحلیل کرنے، اور خشک کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ یہ طبعی طور پر ملیّن اور مفرح ہے، نیز اس کے بیجوں میں زہر کا تریاق بھی ہے، جب کہ اس کا عصارہ دو مثقال کی مقدار میں استعمال کیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس میں کثیر فوائد ہیں، اور یہی پھل اس قابل تھا کہ اس سے ایک مومن کی مثال دی جاتی، جو قرآن کی تلاوت کر رہا ہو۔ بعض سلفؒ اس کی طرف نظر کرنا باعثِ تفریح سمجھتے تھے۔

اُرز (چاول) یہ گرم خشک ہے اور گندم کے بعد سب سے بہتر اور اعلیٰ خوراک ہے۔ یہ پیٹ میں سدہ پیدا کرتا ہے۔ معدہ کو قوت دیتا ہے۔ اور کافی دیر تک اس میں ٹھہرا رہتا ہے۔

ہندی اطباء اسے سب اغذیہ سے زیادہ فائدہ مند اور قابلِ تعریف سمجھتے ہیں۔ جب اسے گائے کے دودھ میں پکایا جائے۔ تو بدن کو موٹا کرنے۔ منی کی زیادتی، کثرتِ تغذیہ، اور رنگ صاف کرنے میں بہت ہی موثر ہے۔

اَرز یعنی صنوبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی مثال دیتے ہوئے فرمایا، مومن کی مثال ایسی ہے جیسے پودے کی شاخ، جسے ہوائیں کبھی ادھر اور کبھی ادھر مائل کرتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کی طرح ہے، جو جڑ پر ایک ہی حالتِ نفاق میں کھڑا رہتا ہے، آخر کار یکلخت خشک ہو جاتا ہے۔

اس کے بیج گرم تر ہیں، اور ان میں نفیخ تلیین اور تحلیل کا اثر پایا جاتا ہے، پانی میں بھگو کر استعمال

کیا جائے تو سوزش کو فائدہ دیتا ہے، جلن دور ہو جاتی ہے، یہ دیر ہضم ہے اور غذائیت سے بھرپور ہے، کھانسی کے لیے فائدہ بخش ہے۔ پھیپھڑے کی رطوبات کا تنقیہ کرتا ہے۔ مولد منی ہے۔ اور مروڑ پیدا کرتا ہے۔ اس کا مصلح حامض (کھٹا) انار دانہ ہے۔

اذخر

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپؐ نے مکہ میں فرمایا، خودرو پودے کوئی نہ اکھاڑے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اذخر (ایک قسم کی گھاس) کے سوا، اے اللہ کے رسول، کیونکہ یہ غلاموں اور گھروں کے لیے بہت ضروری ہے ــــ آپؐ نے فرمایا، ہاں اذخر کے سوا۔

اذخر دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے میں خشک ہے، لطیف ہے، سدوں اور رگوں کا منہ کھولتا ہے۔ مدر بول اور حیض ہے۔ پتھری کو توڑتا ہے، معدے جگر، گردوں کے سخت اورام کو تحلیل کرتا ہے، اگر اسے پیسا جائے اور اس کا ضماد (لیپ) کیا جائے۔ اس کی جڑ، دانتوں اور معدہ کو قوی کرتی ہے الٹائیاں دور کرتی اور پیٹ کو درست کرتی ہے۔

حرف الباء

بطیخ (تربوز) ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اس کی حرارت اس کی برودت کو کاٹ دے گی، اس کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں، لیکن اس ایک حدیث کے سوا کوئی بھی صحیح نہیں ہے، اس سے مراد وہ اخضر ہے جو سرد تر ہوتی ہے اور اس میں قوت جلا ہے۔ اور یہ ککڑی اور کھیرے کے ساتھ جلد معدہ سے اتر جاتی ہے۔ اور معدہ میں اسے کوئی سی بھی خلط مل جائے۔ جلد حل ہو جاتی ہے، اور اگر کھانے والا گرم مزاج ہو تو اسے از حد فائدہ دیتا ہے۔ اور اگر سرد مزاج ہو تو قدرے زنجبیل وغیرہ (سونٹھ) سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

تربوز کو کھانے سے قبل کھانا بہتر ہے۔ ورنہ ابکائی لا کر قے لے آئے گی۔

بعض اطباء کا کہنا ہے، کہ اسے کھانے سے پہلے کھایا جائے۔ اور معدہ کو صاف کرتا ہے اور مرض کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔

بلح (تازہ کھجور) نسائی رح اور ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں حضرت ہشام بن عروہؓ سے روایت کیا ہے انہیں اپنے والد سے انہیں حضرت عائشہؓ سے روایت پہنچی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تازہ کھجور کو پرانی کھجور کے ساتھ کھایا کرو۔ کیونکہ شیطان جب ابن آدم کو تازہ کھجور کے ساتھ پرانی کھجور کھاتے دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔

ابن آدم اتنی مدت زندہ رہا۔ کہ اس نے پرانے پھل کے ساتھ نیا پھل بھی کھایا۔

ایک روایت یہ ہے۔ کہ تازہ کھجوروں کے ساتھ تمر (کھجور) بھی کھایا کرو۔ کیونکہ شیطان جب ابن آدم کو یہ کھاتے دیکھتا ہے تو غمگین ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ ابن آدم اتنی مدت تک زندہ رہا کہ وہ پرانے کے ساتھ نیا پھل بھی کھاتا ہے۔ (مسند بزاز)

بلح میں رطوبت اور یبوست دونوں کیفیات ملتی ہیں، یہ منہ، مسوڑھے۔ اور معدہ کو نافع ہے۔ سینہ اور پھیپھڑے کو مضر ہے۔ غذائیت کم ہے۔ یہ نخل کے لیے اس طرح ہے جیسے انگور کے درخت کے لیے حصرم ہوتا ہے۔ یہ دونوں ریاح قراقر اور نفخ پیدا کرتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت کہ اس کے ساتھ پانی پیا جائے اور تریا شہد اور مکھن کے ذریعہ ان کے ضرر کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

بسر (خشک کھجور) صحیح روایت میں حضرت ابوالہیثم بن تیہان سے ثابت ہے۔ کہ جب انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی دعوت کی۔ تو کھجوروں کا خوشہ پیش کیا۔ جیسے انگور کا خوشہ ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے اس میں سے تو کھجوریں کیوں چُن دیں؟

انھوں نے عرض کیا۔ میں نے چاہا۔ کہ آپ خشک اور تر ہر قسم کی کھجوریں استعمال فرما سکیں۔

بسر گرم خشک ہوتی ہے البتہ اس کی یبوست حرارت سے زیادہ ہوتی ہے۔ جو رطوبت کو ختم کرتی اور معدہ اور پیٹ کو خشک کر کے قبض کرتی ہے۔ مسوڑھے اور منہ کے امراض میں نافع ہے۔

اسے بطور شیرینی کھانا فائدہ بخش ہے۔ اس کی کثرت اور بلح کو کثرت کھانے سے آنتوں میں سدے پیدا ہو جاتے ہیں۔

بیض (انڈے) بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں ضعف کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انڈے کھانے کا حکم دیا۔ اس حدیث کی صحت مشکوک ہے۔

باسی کی بجائے تازہ انڈے زیادہ بہتر ہیں۔ اور مرغی کے انڈے تمام پرندوں کے انڈوں سے زیادہ فائدہ بخش ہیں۔ کیونکہ یہ معتدل قدرے مائل بہ برودت ہوتے ہیں۔ صاحب قانون نے لکھا ہے۔ کہ اس کی زردی گرم تر ہوتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ اور قلیل غذائیت رکھتی ہے۔ معدہ سے جلدی اتر (ہضم ہو) جاتی ہے اگر نرم ہو۔

علاوہ ازیں دیگر حکما نے کہا ہے۔ کہ اس کی زردی تسکین درد۔ حلق قصبہ ریہ کو نرم کرتی کھانسی۔ پھیپھڑوں، گردے اور مثانہ کے زخموں میں فائدہ بخش ہے۔ خشونت کو زائل کرتی ہے۔ خاص کر جب اسے روغن بادام شیریں میں ملا کر لیا جائے سینہ کا مواد پکاتی ہے ملین اور مسہل خشونت حلق ہے۔ اس کی سفیدی جب گرمی سے متورم آنکھ میں ڈالی جائے تو اس کی تبرید کرتی ہے اور درد کو تسکین دیتی ہے۔ اور جب آگ کے جلنے پر جلائے ماؤف پر لگائی جائے تو پھنسیاں پیدا نہیں ہونے دیتی اور جب درد کی جگہ لگائی جائے۔ تو دھوپ سے احتراق واقع نہیں ہوتا۔ جب اسے کندر میں ملا کر پیشانی پر لگا دیا جائے تو نزلہ میں فائدہ دیتی ہے۔

صاحب قانون نے قلب کی ادویہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اگرچہ مطلق اثر والی ادویہ میں سے نہیں لیکن تقویت قلب میں اس کا بہت زیادہ دخل ہے۔

بصل (پیاز)

سنن ابن داودؒ میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ کہ ان سے پیاز کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری کھانا تھا۔ اس میں پیاز بھی تھا۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ آپؐ نے پیاز کھانے والے کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا تھا[1]

پیاز تیسرے درجہ میں گرم ہوتا ہے۔ نیز اس میں رطوبت زائدہ بھی ہوتی ہے۔ جو تبدیلی آب میں فائدہ بخش ہے۔ اور زہریلی ہوا کو دور کرتی ہے نیز شہوت تو ڑتی معدہ کو قوی

---

[1] کیونکہ اس سے منہ بدبودار ہو جاتا ہے۔

کرتی باہ میں ہیجان پیدا کرتی۔ مزید مستی ہے۔ رنگت نکھارتی ہے۔ قاطع بلغم اور مقلی معدہ ہوتی ہے نیز اس کا بیج بہق کو دور کرتا ہے۔ اور اسے داالثعلب پر رگڑا جائے تو بہت ہی فائدہ دیتا ہے۔ نمک کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے مسوں کا قلع قمع کرتا ہے، اور مسہل دوا پینے کے بعد اسے سونگھا جائے تو قے اور متلی کو روکتا ہے۔ اور اس دوا، (مسہل) کی بو کو زائل کرتا ہے۔ جب اس کے پانی کا سعوط (ناک سے سڑکا کیا جائے تو) سر کو ہلکا کرتا ہے۔ کانوں میں ڈالنے سے ثقل سماعت اور کان بجنے، پیپ اور کان میں پانی پڑ جانے کو نافع ہے۔ اس کا آنکھوں میں سرمہ ڈالا جائے تو موتیا بند کو روکتا ہے۔ اور اگر اس کے بیجوں کو شہد میں پیس کر آنکھوں میں ڈالا جائے تو سفیدی دور کرتا ہے اس کا مطبوخ کثیر الغذا ہے اور یرقان۔ کھانسی اور خشکی صدر میں فائدہ بخش ہے۔ نیز پیشاب آور ہے۔ ملین ہے اور کتے کے کاٹنے میں مفید ہے اگر زخم پر اس کے پانی میں نمک اور بیری کے پتے ملا کر طلا کیا جائے۔ اور جب اسے رکھا جائے تو بواسیر کا منہ کھولتا ہے۔

اس کی مضرت یہ ہے کہ دردِ شقیقہ اور سارے سر کا درد پیدا کرتا ہے۔ مولدِ ریاح ہے بینائی کو کمزور کرتا ہے زیادہ کھانے سے نسیان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عقل خراب ہو جاتی ہے منہ کا ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ پاس بیٹھنے والے اور فرشتوں کو تکلیف دیتا ہے[1] پکا کر اور مار کر کھانا اس کے تمام مضرات کو دور کر دیتا ہے۔

سنن میں مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کے کھانے والے کو حکم دیا کہ ان دونوں کو پکا کر مارے[2]۔

باذنجان

اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سفید اور ایک سیاہ۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ سرد ہے یا گرم اور صحیح یہ ہے کہ یہ گرم ہے۔ اور سوداء۔ بواسیر۔ سدے۔ سرطان اور جذام پیدا کرتی ہے، رنگ کو بگاڑ کر سیاہ

---

[1] بدبو کے باعث فرشتے اس سے دور بھاگتے ہیں۔

[2] اس طرح اس کی بدبو ختم ہو جائے گی۔ پھر اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔

کرتی ہے۔ اور بوئے دہن کے باعث ضرر رساں ہے۔ اور سفید جو قدرے لمبی ہوتی ہے وہ ان نقائص سے مبرا ہے۔[1]

---

[1] امراض و ادویہ ہیں، یہ دونوں قسمیں حسب ضرورت و مصلحت استعمال ہوتی ہیں، لیکن سفید باذنجان جو معمولی نقائص سے مبرا ہوتی ہے اس لیے وہ فائدہ بخش بھی ہے، اور امراض و علاج کے سلسلہ میں اس کا استعمال مفید اور حسب دل خواہ نتائج بھی پیدا کرتا ہے۔

لیکن، کوئی دوا بھی، خواہ اس کے خواص و فوائد سے متعلق معلومات کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں بطور خود نہیں استعمال کرنی چاہیے، استعمال اور ترکیب استعمال سے متعلق ماہر طبیب سے رجوع کرنا ضروری ہے۔

حرف التاء

تمر (کھجور) صحیح روایت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ جو صبح کو سات تمر (کھجور) کھالے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ سات عالی کھجوریں کھالے۔ اسے اس دن زہر ضرر نہ دے گا۔ اور نہ جادو نقصان پہنچائے گا۔

نیز آپؐ سے ثابت ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا! جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں، اس گھر والے بھوکے ہیں۔ نیز آپؐ سے کھجور کو مکھن کے ساتھ کھانا۔ اور کھجور کو روٹی کے ہمراہ اور تنہا کھانا ثابت ہے۔

یہ دوسرے درجہ میں گرم ہوتی ہے۔ کیا یہ پہلے درجہ میں تر بھی ہے؟ یا اس درجہ میں خشک ہے؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔

یہ مقوی جگر۔ ملین اور مقوی باہ ہوتی ہے، خصوصاً جب صنوبر کے ساتھ ملا کر استعمال کی جائے۔ اور خشونتِ حلق میں فائدہ بخش ہے۔ اور جو لوگ اس کے عادی نہ ہوں جیسے سرد علاقوں کے رہنے والے انہیں اس سے سدے کی شکایت ہو جاتی ہے۔

یہ دانتوں کو تکلیف دیتی ہے۔ دردِ سر بڑھاتی ہے۔ اس کا مصلح بادام اور خشخاش ہیں اور یہ دیگر پھلوں کی نسبت بدن کے لیے غذائیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر گرم تر جوہرِ غذا ہوتا ہے، اور خالی معدہ میں کھانے سے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی حرارت میں قوتِ تریاقیہ پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب اسے مسلسل خالی پیٹ کھایا جائے۔ تو کیڑوں کو کم کرتی ہے۔ اور ختم کر کے انہیں ہلاک ہی کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ

ایک پھل۔ غذا۔ دوا۔ مشروب۔ شیرینی سب کچھ ہے۔ ہر چیز کے فوائد اس میں موجود ہیں۔

تین (انجیر) حجاز اور مدینہ کے علاقہ میں انجیر نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کا تذکرہ حدیث میں¹ نہیں آیا۔ کیونکہ وہاں کی زمین اس کے لیے سازگار نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اس کی قسم کھائی ہے۔

اس کے منافع و فوائد کثیر ہیں۔ یہ گرم ہوتا ہے اس کے تر یا خشک ہونے میں دو قول ہیں۔ سب سے عمدہ انجیر وہ ہے۔ جس کا چھلکا پختہ ہو اور سفید ہو۔ یہ گردے اور مثانہ کی ریت کو خارج کرتا ہے۔ زہر سے حفاظت کرتا ہے اور تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت رکھتا ہے، خشونت حلق۔ سینہ۔ قصبۃ ریہ کو مفید ہے۔ جگر اور تلی کو صاف کرتا ہے۔ معدہ سے خلط بلغمی کا تنقیہ کرتا ہے اور بدن کے لیے عمدہ غذا ہے۔ ہاں اس میں یہ ضرر ضرور ہے کہ اگر اسے بکثرت استعمال کیا جائے۔ تو جوں پیدا کرتا ہے۔ اس کا گودا زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے اگر گرم مزاج والوں کو پیاس لگاتا ہے۔ اور نمکین بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والی پیاس کو بجھاتا ہے، مزمن کھانسی کو فائدہ بخش ہے۔ پیشاب کا ادرار کرتا اور جگر اور تلی کے سدے کھولتا ہے۔

تلبینہ یہ پسے جو کا پانی ہوتا ہے۔ اس کے فوائد بہت ہیں۔ اہل حجاز کے لیے آش جو سے یہ زیادہ فائدہ بخش ہے۔

---

¹ یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حرف الجیم

جمار یہ کھجور کا گودا ہوتا ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھجور کا جمار پیش کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوسرے درختوں کی طرح یہ بھی ایک درخت ہے۔ مرد مومن کی طرح کہ اس کا پتہ نہیں گرتا (الحدیث)۔

جمار پہلے درجہ میں سرد خشک ہوتا ہے۔ زخموں کو مندمل کرتا ہے اور نفث الدم، پیٹ کے امراض۔ مرۃ صفراء اور خون کے غلبہ میں نافع ہے۔

یہ ردی الکیموس نہیں ہے، اس میں غذائیت ہے، البتہ دیر ہضم ہے۔ اس کا درخت منافع سے بھرپور ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد مومن کو اس سے تشبیہ دی کہ خیر کثیر اور نفع بے شمار کا حامل ہوتا ہے۔

جبن (پنیر) سنن میں حضرت عبداللہ عمرؓ سے مروی ہے کہ تبوک میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا۔ آپؐ نے چھری منگوائی۔ اللہ کا نام لیا اور اسے کاٹا (ابوداؤدؒ)

صحابہؓ نے شام اور عراق میں بھی پنیر کا استعمال کیا ہے، تازہ پنیر جو نمکین نہ ہو معدہ کے لیے عمدہ غذا ہے۔ اعضائے معدہ کے لیے ملائم ہے، بدن کا گوشت بڑھاتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ پیٹ کو نرم کرتا ہے، جو پنیر باسی ہو اس میں غذائیت کم ہوتی ہے، معدہ کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ آنتوں کے لیے بھی ضرر رساں ہے۔ پرانا پنیر قبض پیدا کرتا ہے۔

تازہ اور تپایا ہوا زخموں کو فائدہ دیتا اور اسہال بند کرتا ہے اور یہ سرد تر ہوتا ہے۔ اگر اسے جھلجلا کر استعمال کیا جائے تو مزاج کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ آگ اس کی تعدیل و اصلاح

کر دیتی ہے اور اس کے جوہر میں لطافت، اس کے ذائقہ اور رائحہ میں خوشگواری پیدا کر دیتی ہے۔
نمکین پنیر کی ایک خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ہزل (دبلا کرنے والا) ہوتا ہے، پتھری پیدا کرتا ہے گردے میں بھی اور مثانہ میں بھی، علاوہ ازیں پرانا پنیر نمکین اور گرم خشک ہوتا ہے[1]۔

---

[1] پنیر بدوؤں کی خاص غذا ہے، اور ان کی قابلِ رشک صحت و تندرستی میں اس کے استعمال کو بھی، دوسری چیزوں کے علاوہ بہت دخل ہے۔
دودھ سے جتنی چیزیں بھی بنتی ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی اتنی نافع، سریع الاثر، مقوی اعصاب اور اعضاء و احشاء نہیں ہے، جتنا پنیر، اس میں معدہ کی مضرت کوئی نہیں ہوتی، فائدے تمام کے تمام موجود ہوتے ہیں۔
آں حضرتؐ کی بتائی ہوئی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اپنے اندر فوائد و منافع کے ذخیرے نہ رکھتی ہو۔

حرف الحا

حنا (مہندی) اس کی فضیلت میں احادیث ذکر ہو چکی ہیں۔ اور اس کے فوائد بھی بیان ہو چکے، جن کے اعادہ سے کچھ فائدہ نہیں۔

حبۃ السودا صحیحین میں حضرت ابی سلمہ رضؓ سے ثابت ہے، انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم پر یہ حبۃ السوداء استعمال کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں سام کے سوا ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ اور سام موت کو کہتے ہیں۔

حبۃ السوداء کو فارسی میں شونیز کہا جاتا ہے۔ یہی کلونجی اسود ہے اور اسے کلونجی ہندی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سے فوائد ہیں یہ تمام سرد امراض میں فائدہ بخش ہے۔ اور بالعرض گرم خشک امراض میں بھی اس کا عمل دخل ہے۔ چنانچہ سرد تر ادویہ کی قوتِ موثر سرعت نفوذ کے باعث اسے مقام مرض تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر کم مقدار میں استعمال کیا جائے۔

شونیز تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ نفخ معدہ کرتی ہے اور کدو دانہ کو خارج کرتی ہے۔ برص چوتھ کا بخار اور حمی بلغمیہ میں مفید ہے۔ سدوں کو کھولتی اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے۔ رطوبت وفضلہ معدی کو خشک کرتی ہے، اور اگر اسے شہد میں کوٹ لیا جائے اور گرم پانی سے کھایا جائے تو گردوں، اور مثانہ کی پتھری کو زائل دیتی ہے۔ نیز مدر بول وحیض ہے۔ اگر اسے چند ایام مسلسل استعمال کیا جائے تو جو عورت دودھ کی کمی کی شاکی ہے اسے یہ شکایت نہیں رہتی۔ اور اگر سرکہ میں گرم کرکے پیٹ پر اس کا طلاء کیا جائے تو کدو دانہ کو مارتی ہے۔ اگر تر یا خشک حنظل کے پانی یا جوشاندہ میں اسے گوندھ کر استعمال کرایا جائے تو کیڑوں کو خارج کرنے میں اس کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

نیز زکام باردہ میں نافع ہے۔ اگر کوٹ کر ایک دھجی میں باندھ کر اسے سونگھا جائے، اس کا تیل

داء الحیہ، مسوں اور خیلوں کے لیے نافع ہے۔ اگر اسے پانی کے ساتھ ایک مثقال کی مقدار میں کھایا جائے تو بہرا اور دمہ میں فائدہ بخش ہے۔ سرد دردِ سر میں اس کا ضماد لیپ کرنا بہت فائدہ دیتا ہے اور اگر عورت کے دودھ میں اس کے سات دانوں کا نقوع تیار کر کے یرقان کے مریض کو اس کا سعوط (ناک سے سڑکا جائے) کرایا جائے تو اسے حد درجہ فائدہ دیتا ہے۔ اور اگر سرکہ میں اسے پکا کر مسوں کے باعث دردِ دنداں والے کو کلی کرائی جائے تو نفع دے گا۔ اگر اسے پیس کر اس کا سعوط کرایا جائے تو موتیا بند کے آغاز میں فائدہ کرتا ہے۔ اور اگر سرکہ کے ہمراہ اس کا ضماد کیا جائے تو پھنسیوں اور تر خارش میں مفید ہے۔ اور مزمن بلغمی ورموں اور اورام صلبہ میں نافع ہے۔ اس کے روغن کا سعوط لقوہ میں مفید ہے۔ نصف مثقال سے ایک مثقال تک کی مقدار میں پیا جائے تو کیڑے کے کاٹے میں نافع ہے۔ اگر اسے پیس کر روغن حبۃ الخضراء کے ساتھ ملا کر تین قطرے کان میں ٹپکائے جائیں تو سردی کے درد اور ہوا کے اثراتِ بد کو زائل کرتا ہے اور اگر سرکہ میں پیس کر برص، بہق سیاہ میں اس کا طلاء کیا جائے تو نفع دے گا اور شفاء بخشے گا۔ اور اگر اسے پیس کر ہر روز دو درہم آب سرد کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو باؤلے کتے کے کاٹے سے فائدہ دیتا ہے اور ہلاکت سے مامون رکھتا ہے۔ (بشرطیکہ ابھی پانی دیکھ کر ڈرنے کی حالت طاری نہ ہوئی۔ اور اگر اس کے روغن کا سعوط کیا جائے تو فالج اور کزاز سے حفاظت کرتا ہے۔ نیز اس کا مواد ختم کر دیتا ہے۔ اس کی دھونی دی جائے تو زہریلے کیڑوں کو بھگا دے گا۔ یہ بواسیر میں فائدہ مند ہے۔ اور اس کے فوائد شمار سے خارج ہیں، اور ان کی تحریر انسانی دسترس سے باہر ہے۔

——— اس کی خوراک دو درہم ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس کا بکثرت استعمال موجب ہلاکت ہے۔

حریر (ریشم) اوپر کہیں گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف کو خارش کے باعث حریر استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس کے فوائد اور اس کے مزاج کا ذکر ہو چکا۔ لہٰذا اب اعادے کی ضرورت نہیں۔

حرف ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بیج (دانہ) ہے جس سے علاج کیا جاتا ہے، اور یہی شفاء ہے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

یہ ایک بوٹی ہے جسے حرف کہا جاتا ہے اور عام لوگ اسے رشاد کہتے ہیں۔

ابوعبیدؒ فرماتے ہیں کہ ثفاء ہی حرف ہے۔

میں کہتا ہوں، وہ حدیث کہ جس میں اس طرف اشارہ ہوا ہے، ابوعبیدؒ وغیرہ کی روایت ہے، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو امور میں شفاء ہے۔ ثفاء اور صبر میں۔

ابوداؤد نے اسے مراسیل میں روایت کیا ہے۔

یہ دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے، اور مسخن ہے نیز پیٹ کی تلیین کرتی۔ کیڑوں اور کدو دانہ کو خارج کرتی ہے۔ تلی کے ورم کو تحلیل کرتی، محرک باہ ہے۔ زخارش اور قوباء کو مفید ہے۔

اگر اسے شہد میں ملا کر ضماد کیا جائے تو تلی کے ورم کو دور کرتی ہے، نیز تمام بدن میں استرخاء کو نافع ہے۔ قوت باہ میں اضافہ کرتی اور بھوک لگاتی ہے۔ ربو، تنگی تنفس اور سختی طحال میں مفید ہے۔ پھیپھڑے کو صاف کرتی ہے۔ مدر حیض ہے۔ عرق النساء اور درد سرین میں فائدہ بخش ہے۔ جب اسے پیس کر پیا جائے۔ تو برص میں فائدہ دیتی ہے۔ جب سرکہ کے ساتھ ملا کر برص یا بہق پر طلاء کیا جائے تو دونوں امراض میں نافع ہے۔ نیز سردی اور بلغم کے باعث درد سر میں فائدہ مند ہے۔ جالینوس کا قول یہ ہے کہ اس کی قوت دانہ خردل کے برابر ہے۔ اس لیے ان تمام امراض میں نافع ہے، جن میں خردل مفید ہے۔ خردل کی طرح یہ بھی اخلاط غلیظ کو قطع کرتی ہے۔

حلبہ (میتھی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی مکہ میں عیادت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس کے لیے کوئی طبیب بلاؤ۔

چنانچہ حارث بن کلدہ کو بلایا گیا، حارث نے انہیں دیکھ کر کہا، خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے، ان کے لیے "فریقہ" تیار کرو۔ یہ میتھی اور تر عجوہ کھجوروں سے تیار کیا جاتا ہے، دونوں کو پکا لیتے ہیں پھر انہیں گھونٹ گھونٹ کر کے پیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور شفایاب ہو گئے۔

میتھی دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے۔ جب اسے پانی میں پکایا جائے تو حلق سینہ اور پیٹ کو نرم کرتی ہے۔ اور کھانسی، خشونت، ربو اور تنگی تنفس کو سکون بخشتی ہے۔ باہ میں زیادتی کرتی ہے۔ نیز یہ ریح، بلغم اور بواسیر کے لیے ازحد نافع ہے اور امعاء میں واقع کیموس کی تحدیر کرتی ہے۔ سینہ سے بلغم کو دور کرتی ہے۔ پھوڑوں اور امراضِ ریہ میں فائدہ بخش ہے۔ اسی وجہ سے

اسے گھی وغیرہ سے مخلوط کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

جب اسے پانچ درہم کی مقدار میں پیا جائے تو مدر حیض بھی ہے۔ جب اسے پکایا جائے، اور اس کے مطبوخ سے بال دھوئے جائیں تو انھیں لہردار بناتی ہے۔ اور جب اسے سرکہ میں مخلوط کر کے ورم طحال پر ضماد کیا جائے۔ تو اسے تحلیل کرتی ہے۔ اور اگر اس کے روغن کو موم میں ملا لیا جائے تو سردی کے باعث بدن جو پھٹنے لگتا ہے اس کیفیت کو دور کر دیتی ہے۔

اس کے گرم پانی میں اگر عورت بیٹھ جائے تو ورم کے باعث جو درد رحم ہو وہ دور ہو جاتا ہے۔ سینہ کا بلغم نکالتی ہے، معدہ کو نافع ہے، کھانسی کو نافع ہے اس کے منافع اور فوائد بہت ہی زیادہ ہیں جو بیان سے باہر ہیں

"قاسم بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے۔ انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میتھی سے شفا حاصل کرو۔

بعض اطباء کا کہنا ہے کہ اگر لوگوں کو میتھی کے فوائد کا علم ہوتا۔ تو اسے سونے کے بھاؤ بھی خرید لیتے۔

حرف الخاء

خبز (روٹی) صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ زمین قیامت کے روز ایک روٹی کی مانند ہوگی جسے (اللہ) جبار اپنی ہتھیلی میں رکھ لے گا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کھانا روٹی کا ثرید تھا۔

ثرید ایک چورا سا ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس ایک سفید گندم کی روٹی گھی اور دودھ چورا کی ہوئی ہو۔

چنانچہ ایک آدمی اٹھا، اور تیار کرکے خدمتِ اقدس میں لے آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ گھی کس برتن میں تھا؟ اس نے عرض کیا گوہ کے مشکیزہ میں۔

آپؐ نے فرمایا، اسے اٹھا لے جاؤ۔

روٹی کی بہترین قسم خمیری اور گوندھی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر تنور کی روٹی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد تیسرا درجہ کوئلوں پر پکائی ہوئی روٹی کا ہوتا ہے۔ اور سب سے عمدہ اور اعلیٰ قسم نئی گندم کی روٹی ہے۔ تغذیہ سے بھرپور میدے کی روٹی ہوتی ہے لیکن دیر سے ہضم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں سبوسِ گندم (بھوسی) بہت کم ہوتا ہے۔ اسے خبز حواری بھی کہا جاتا ہے۔

سب سے عمدہ وقت روٹی کھانے کا دن کا آخری حصہ ہے جس روز پکائی جائے۔ اور نرم روٹی زیادہ ملین مغذی اور مرطب ہوتی ہے اور بہت جلد معدہ سے اتر جاتی ہے، اور خشک اس کے برعکس اثرات رکھتی ہے۔

گندمی روٹی کا مزاج دوسرے درجہ کے وسط میں گرم اور رطوبت و یبوست میں معتدل ہوتا ہے،

اور اگر آگ زیادہ ہو تو یبوست غالب آجاتی ہے۔ ورنہ رطوبت غالب رہتی ہے۔ گندم کی روٹی میں یہ وصف ہے، کہ یہ تیزی سے موٹاپا لاتی ہے۔ نانِ وظائف خلطِ غلیظ پیدا کرتا ہے اور نانِ فیتت نفخ پیدا کرتی اور دیر ہضم ہوتی ہے۔ دودھ میں آمیز کی ہوئی سدے پیدا کرتی اور دیر میں معدہ سے اترتی ہے۔

جو کی روٹی سرد خشک درجہ اول میں اور گندم کی روٹی سے کم غذائیت رکھتی ہے۔

خل (سرکہ) صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے اور سالن طلب فرمایا، عرض کیا گیا، اور تو کچھ نہیں، البتہ سرکہ موجود ہے۔ آپؐ نے وہی منگوا کر کھانا شروع کر دیا، اور ارشاد فرمایا۔

بہترین سالن سرکہ ہے، بہترین سالن سرکہ ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ام سعدؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نے فرمایا)

بہترین سالن سرکہ ہے، اے اللہ سرکہ میں برکت دے، اور جس گھر میں سرکہ ہو اس میں فقر نہیں۔

سرکہ حرارت و برودت دونوں صفات سے مرکب ہے البتہ برودت غالب ہے۔ اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔ شدید ترین مجفف ہے، اور مادوں کو گرنے سے روکتا اور طبیعت کو لطیف کرتا ہے اور خمری سرکہ التہاب معدہ میں مفید ہے۔ صفراء کو کاٹتا ہے اور قاتل ادویہ کا ضرر دور کرتا ہے۔ خون اور دودھ اگر معدہ میں منجمد ہو جائے تو اسے تحلیل کرتا ہے۔ تلی کو نافع ہے اور معدہ کی دباغت کرتا ہے۔ پیٹ کو درست کرتا اور پیاس دور کرتا ہے۔ اور کہیں ورم ہو رہا ہے تو اسے روک دیتا ہے معین ہضم، دافع بلغم، ملطف اغذیہ غلیظہ ہے نیز خون کو رقیق کرتا ہے۔

خلال اس کے متعلق دو حدیثیں مروی ہیں لیکن وہ ثابت نہیں۔ ایک ابوایوب انصاریؓ کی ہے۔ — کھانے کے بعد خلال کرنے والے کتنے اچھے لوگ ہیں، فرشتوں پر اس سے زیادہ گراں کوئی چیز نہیں کہ منہ میں غذا کا کچھ حصہ باقی رہ جائے (اور بدبو پیدا کرے)

اس حدیث کے ایک راوی دراصل بن سائب ہیں جنھیں بخاریؒ اور رازیؒ منکر الحدیث قرار دیتے ہیں نسائی اور رازی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

دوسری حدیث ابن عباس کی ہے اس کے ایک راوی محمد بن عبدالملک ہیں جو حدیث گھڑ لیا کرتے تھے۔

اور کذاب تھے۔

بہرحال خلال کرنا دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے فائدہ بخش ہے۔ خلال کا استعمال صحت کی حفاظت کرتا ہے اور ضعف کے سبب تغیرات کو نافع ہے۔ سب سے بہتر خلال زیتون اور اخلہ کی لکڑیوں کا ہوتا ہے لیکن سرکنڈے، آس، ریحان اور بادروج کی لکڑی کا خلال مضر ہے۔

حرف الثاء

صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے دعا فرمائی۔
اللھم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد۔ یعنی اے اللہ میرے گناہوں کو پانی۔ برف اور ٹھنڈ سے دھو دے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مرض کا ضد سے علاج کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خطاؤں میں گرمی اور جلن ہوتی ہے۔ جو برف۔ سردی اور سرد پانی کی ضد ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ گرم پانی سے دور کرنے میں زیادہ بہتری ہے کیونکہ سرد پانی سے صلابت جسم اور تقویت بدن کا فائدہ بھی ہوتا ہے، جو کہ گرم پانی میں نہیں ملتا۔ اور خطائیں میل اور ارخار پیدا کرنے کا موجب بھی ہوتی ہیں۔ پس مطلوب یہ ہے کہ ایسی چیز سے علاج کیا جائے۔ جو قلب کی طہارت اور صلابت کا کام دے سکے۔ چنانچہ سرد پانی۔ برف۔ اور ٹھنڈک کا ذکر فرمایا۔

البتہ برف معدہ اور اعصاب کو ضرر رساں ہے۔ اور اگر آنتوں میں حرارت مفرطہ کے باعث درد ہو تو اسے سکون بخشتی ہے

ثوم (لہسن) یہ پیاز کے قریب قریب ہے۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ اسے مار کر کھانا چاہیئے[1] آپؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ اس میں لہسن تھا۔ آپؐ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی طرف بھیج دیا۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ خود اسے

[1] تاکہ اس کی بدبو ختم ہو جائے۔

ناپسند فرماتے ہیں۔ اور میری طرف بھیجتے رہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں ایسی (ذات[1]) سے سرگوشی کرتا ہوں۔ جس سے تو نہیں کرتا۔

لہسن چوتھے درجہ میں گرم خشک ہے۔ سخت ترین تسخین کرتا ہے۔ اور از حد مجفف ہے۔ بارد مزاج والوں کے لیے نافع ہے۔ بلغمی مزاج کو بھی فائدہ دیتا ہے، جس شخص کو فالج کا خطرہ ہو اس کے لیے بھی مفید ہے[2]

نیز مجفف ہے، سدّے کھولتا ہے۔ ریاح غلیظہ کی تحلیل کرتا۔ ہاضم۔ دافع تشنگی قبض کشا دردوں اور ڈنک کے زہر میں نافع ہے۔ تمام سرد اورام کے لیے بمنزلہ تریاق ہے، اگر کوٹ کر ڈنک زدہ یا بچھو کے کاٹے کی جگہ پر ضماد (لیپ) کیا جائے۔ نیز تبدیلی آب اور مزمن کھانسی میں مفید ہے۔

جب اسے سرکہ۔ نمک اور شہد کے ساتھ ملا کر کوٹ لیا جائے، پھر بوسیدہ ڈاڑھ پر رکھا جائے۔ تو اسے توڑ کر گرا دیتی ہے، ڈاڑھ پر رکھنے سے درد کو تسکین ہو جاتی ہے۔ اور اگر دو درہم کی مقدار میں لے کر اسے آب شہد کے ہمراہ استعمال کیا جائے۔ تو بلغم اور کیڑوں کا اخراج ہو جاتا ہے۔

اگر اسے شہد میں ملا کر بہق پر لگایا جائے تو فائدہ مند ہے۔

اس کا ضرر یہ ہے کہ اس سے درد سر پیدا ہوتا ہے۔ دماغ اور آنکھوں کو نقصان دیتا ہے، بینائی اور باہ کو کمزور کرتا ہے، صفرا میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور پیاس لگاتا ہے[3]۔ بوئے دہن

---

[1] مراد ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ [2] طب جدید (ڈاکٹری) نے بھی لہسن کے بے شمار فوائد تسلیم کیے ہیں، اور بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے تو اسے اکسیر قرار دیا ہے۔ اور فالج بلڈ پریشر ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ [3] یہ ضرر اس وقت ہے اگر بکثرت استعمال کیا جائے، اعتدال کے ساتھ اس کا استعمال تریاقی فوائد رکھتا ہے۔

لہسن ایسی چیز ہے جس کے بے شمار طبی فوائد کو ہر زمانے میں تسلیم کیا گیا ہے، اور ہر طرز علاج نے اسکی افادیت اور اہمیت محسوس کی ہے، ویدک، طب اور ڈاکٹری سب ہی اسکے ثنا خواں ہیں۔

پیدا کرتا ہے لیکن برگ سداب چبانے سے اس کی بدبو زائل ہو جاتی ہے۔

ثرید صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ رضہ کی فضیلت عورتوں پر ویسی ہے جیسے ثرید تمام کھانوں سے افضل ہے۔

یہ مرکب ہوتا ہے۔ روٹی اور گوشت سے اسے ترکیب دیا جاتا ہے۔ اور روٹی تمام کھانوں سے اعلیٰ اور گوشت سالنوں کا سردار ہے، جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو ان کی فضیلت میں اختلاف ہی نہیں رہ جاتا۔ ان دونوں کی فضیلت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ گوشت افضل اور اعلیٰ ہے۔

حرف الدال

دُہن (روغن) ترمذیؒ نے کتاب الشمائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے اور ڈاڑھی میں کنگھی بھی فرماتے اور اکثر (سر پر) ایک کپڑے کا ٹکڑا رکھے رہتے،

تیل مسامات کو بند کرتا ہے۔ اور تحلیل ہونے والے مادوں کو روکتا ہے۔ اگر گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد اسے استعمال کیا جائے۔ تو جسم کے لیے موزوں اور مرطب ہے۔ بالوں پر لگایا جائے۔ تو انہیں حسین اور طویل بناتا ہے، مرض حصبہ میں مفید ہے۔ اور اکثر امراض میں فائدہ مند ہے۔

ترمذیؒ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور (بدن) پر مالش کرو، اور عنقریب انشاء اللہ اس کا تذکرہ آئے گا۔

گرم ممالک، مثلاً حجاز وغیرہ میں حفظِ صحت کے لیے (زیتون) کا تیل ایک نہایت ہی ضروری جزو ہے اور ان کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ البتہ سرد علاقے کے رہنے والے اس کے محتاج نہیں۔

مفرد تیلوں میں سب سے اعلیٰ زیتون کا تیل ہے۔ پھر گھی۔ پھر تلوں کا تیل۔ اور مرکب تیلوں میں بعض سرد تر ہیں جیسے روغن بنفشہ جو درد سر کو نافع ہے اور نیند نہ آنے والے مریضوں کو مفید ہے، خوب نیند آتی ہے، دماغ کے لیے مرطب ہے۔ درد شقیقہ غلبہ یبوست اور خشکی میں فائدہ بخش ہے اور خارش اور خشک کھجلی میں مالش کرنے سے فائدہ دیتا ہے۔

بعض تیل گرم تر ہوتے ہیں۔ جیسے روغن بان ہوتا ہے یہ اس کے پھولوں میں سے نہیں نکالا جاتا۔ بلکہ روغن پستہ کی طرح اس کے سفید دانوں میں سے نکالا جاتا ہے۔ ان میں روغن کی مقدار کافی ہوتی ہے اور چربی صلابت اعصاب کے لیے اور اعصاب ملائم کرنے کے لیے فائدہ بخش ہے۔ نیز داغوں، دھبوں اور بہق جیسے جلدی امراض میں فائدہ دیتا ہے، بلغم غلیظ کا مسہل ہے، نیز اعصاب کے لیے حرارت بخش ہے، گردے کی سردی اور تقطیر بول کے لیے بھی ہے سر اور منہ پر اس کا لگانا مفید اثرات پیدا کرتا ہے۔

حرف الذال

ذریرہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔
حجۃ الوداع میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور حرام میں اپنے ہاتھوں سے ذریرہ کی خوشبو لگائی۔

ذریرہ اور اس کے فوائد و حقیقت کے متعلق بحث گذر چکی ہے۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ذباب (مکھی) متفق علیہ حدیث میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی روایت میں گذر چکا ہے۔ کہ جب مکھی کھانے میں گر جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے میں ڈبونے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء ہے جو دوسرے پر کی سمیت کے لیے تریاق کا حکم رکھتی ہے۔

ذھب (سونا) ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عرفجہ بن اسعد کو اس کے استعمال کی اجازت دی، جب یوم الکلاب کے موقع پر ان کی ناک کٹ گئی تھی۔ اور انھوں نے چاندی کی ناک بنوالی تھی۔ لیکن اس میں بدبو پیدا ہو گئی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔

اس حدیث کے سوا حضرت عرفجہ رضؓ کے متعلق کچھ مروی نہیں۔

سونا دنیا کی زینت۔ موجود کا طلسم۔ دلوں کے لیے مقوی اور مفرح اور زمین پر اللہ کا ایک راز ہے اس کے مزاج میں تمام کیفیات ملتی ہیں، نیز اس میں لطیف سی حرارت ہوتی ہے۔ اور تمام

لطیف معجونوں اور مفرحات میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ علی الاطلاق تمام معدنیات سے زیادہ لطیف اور اعلیٰ ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے۔ کہ جب اسے زمین میں دفن کر دیا جائے۔ تو مٹی اسے نقصان نہیں پہنچاتی۔ اور نہ اس میں کمی کرتی ہے۔ جب اس کے سفوف کو ادویہ میں ملایا جائے تو ضعفِ قلب اور سوداء کے باعث لرزہ کے مرض کو دور کرتا ہے۔ نیز (مراقی) کیفیات۔ غم وحزن اور عشق میں نافع ہے۔ بدن کو فربہ اور قوی کرتا ہے۔ یرقان کو دُور کر کے رنگ نکھارتا ہے۔ جذام اور تمام امراض سوداوی اور دردوں میں فائدہ بخش ہے اور جسے کوئی ایسی تکلیف ہو جس میں داغنے کی حاجت ہو، تو اس دھات سے داغنے کے باعث آبلے نہیں بنتے۔ اور داغ کی جگہ تیزی سے شفایاب ہو جاتی ہے۔

اگر اس کی سلائی سے سرمہ ڈالا جائے تو آنکھ کو قوت ملتی ہے یہ اس کے لیے مجلّی اثر رکھتا ہے۔

صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ دُوسری طلب کرے گا۔ اور اگر اس کے پاس دوسری بھی آجائے، تو تیسری طلب کرے گا۔ اور ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی (رحمت) سے رجوع فرماتا ہے۔

یہ دھات اہل زمین اور روزِ قیامت کی عظیم کامرانی کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اور سب سے بڑا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ اقرباء میں پھوٹ پڑی۔ خون بہائے گئے۔ محرمات کو حلال سمجھا گیا، حقوق مارے گئے اور بندوں پر ظلم وستم ہوئے۔

حرف الراء

رطب (تر کھجور) اللہ تعالےٰ نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا
وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا فکلی واشربی وقری عینا۔

(ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں۔ اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ)

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ لکڑی تر کھجوروں کے ہمراہ کھا رہے تھے۔

سنن ابی داؤدؒ میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند تر کھجوروں (رطب) کے ساتھ نماز پڑھنے سے قبل روزہ افطار فرماتے تھے۔ اور اگر رطب نہ ہوتی تو تمر (خشک) کھجور تناول فرمالیتے۔ اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرمالیتے۔

تر کھجوروں کا مزاج پانی کے مطابق ہوتا ہے، یہ گرم تر اور سرد معدہ کے لیے مقوی اور اس کے مطابق ہوتی ہے۔ باہ کو قوت دیتی اور بدن میں تازگی پیدا کرتی، اور بارد مزاجوں کے موافق ہے۔ کثیر مقدار میں غذائیت رکھتی ہے۔ یہ تمام پھلوں سے زیادہ عمدہ پھل ہے، جو اہل مدینہ اور اس جیسے علاقوں کے موافق ہے۔ جہاں یہ پھل ہوتا ہو بدن کے لیے ازحد نافع ہے اور اگر انسان اس کا عادی نہ ہو۔ تو جسم میں تیزی سے متعفن ہوجاتی ہے اور خراب قسم کا خون پیدا

کردیتی ہے۔ اکثر اس سے دردِ سر اور سودا پیدا ہوجاتا ہے۔ دانتوں کو ضرر رساں ہے۔ سکنجبین وغیرہ سے اس کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

افطار کرتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجور کھانا، پانی پینا ایک قسم کی لطیف تدبیر ہے۔ روزے کی حالت میں معدہ غذا سے خالی ہوتا ہے اور جگر کو ایسی غذا نہیں ملتی کہ اُسے جذب کرسکے۔ اور اعضاء کی طرف بھیج سکے۔ شیرینی تیزی سے جگر کی طرف پہنچتی ہے۔ اور جگر بھی اسے محبوب رکھتا ہے۔ خصوصاً جب تر کھجور ہوگی۔ تو جگر کا شوق قبولیت بھی تیز ہوجائیگا۔ چنانچہ دوسرے قویٰ کو اس سے خوب فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ نہ ہو۔ تو خشک کھجوریں ہی سہی۔ جو شیریں ہیں اور مغذی بھی ہیں۔ لیکن اگر یہ بھی نہ ہوں۔ تو پانی کے چند گھونٹ جو التہاب معدہ اور روزے کی حرارت کو بجھادیں۔ تاکہ اس کے بعد انسان کھانا کھانے کے لیے تیار ہوجائے۔ اور (کھانے کی) اشتہا پیدا ہوجائے۔

ریحان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم۔

(سو جو اگر وہ مردہ ہوا مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا)

اور دوسری جگہ فرمایا:

والحب ذوالعصف والریحان۔

(اور اسی میں اناج ہے جس کے ساتھ بھس ہے اور پھول خوشبودار)

صحیح مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جسے ریحان پیش کیا جائے۔ وہ اسے رد نہ کرے۔ کیونکہ یہ وزن میں ہلکا اور اچھی خوشبو والا ہوتا ہے۔

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت اسامہؓ سے مروی ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا:

خبردار جنت کے لیے تیار رہو کیونکہ جنت کو کوئی خطرہ نہیں، کعبہ کے رب کی قسم وہ ایک نور ہے جو جگمگا رہا ہے۔ اور وہاں ریحان ہیں جو ہل رہے ہیں، اور پختہ محل ہے اور بہتی نہر ہے۔ اور پکی ہوئی کھجوریں اور حسین و جمیل بیویاں، اور کثرت سے زیورات ہیں اور ایسا مقام جو ابد تک

سلامتی کے گھر میں ہے، پھل والا۔ سبزہ زار۔ انعامات واکرامات کا قیام، بلند و بالا جگہ ہیں۔

(صحابہؓ) نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ہاں! ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لوگوں نے عرض کیا: انشاء اللہ۔

ہر خوشبودار بوٹی کو ریحان کہا جاتا ہے، چنانچہ ہر علاقہ کے لوگ اُسے مخصوص نام سے یاد کرتے ہیں۔ اہل مغرب اُسے آس کہتے ہیں عرب اسے ریحان کہتے ہیں۔ اہل عراق اور شام کے لوگ اُسے حبق کا نام دیتے ہیں۔

اس کا مزاج پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں گرم ہوتا ہے، یہ اسہال صفراء کو روکتا ہے۔ گرم تر بخار میں نافع ہے۔ اسے سونگھا جائے، تو تفریح قلب میں از حد مفید ہے۔ اس کا سونگھنا وبا میں فائدہ بخش ہے، اسی طرح اسے گھر کے فرش پر بکھیرنا بھی مذکورہ فائدہ دیتا ہے۔

جب اس کے پتوں کو کوٹ کر سرکہ میں ملا کر سر پہ رکھا جائے تو نکسیر کو روکتا ہے۔
جب اس کے خشک پتوں کو کوٹ کر مرطوب زخموں پر اس کا سفوف ڈالا جائے تو فائدہ دیتا ہے۔

جب اس کے مطبوخ میں مریض بیٹھے۔ تو کانچ نکلنے اور خروج رحم اور استرخائے مفاصل میں فائدہ مند ہے، جب ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اس کا سفوف ڈالا جائے، جس پر ابھی گوشت نہ آیا ہو، تو نفع بخش ہے۔ نیز اس کی بھوسی امرطوب زخموں، پھنسیوں کو فائدہ دیتی اور اور گرتے ہوئے بالوں کو روکتی اور سیاہ کرتی ہے، اس کا بیج سینہ اور پھیپھڑے کے نفث الدم (خون تھوکنا) میں مفید ہے، معدہ کو صحت دیتا ہے، اس کی جڑ سے خلال کرنا مضر ہے۔ اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

رمان (انار) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فیھما فاکھۃ ونخل ورمان: (ان دونوں میں پھل اور کھجور اور انار ہیں) حضرت ابن عباسؓ سے موقوف اور مرفوع روایت ہے کہ تمہارے یہاں کا ہر انار جنت کے دانۂ انار کا پیوند ہے۔ حرب وغیرہ نے حضرت علیؓ سے

نقل کیا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا: انار کو اس کے شحم سمیت کھاؤ۔ کیونکہ وہ معدہ کی دباغت کرتی ہے۔

انار شیریں گرم تر اور معدہ کے لیے نہایت مقوی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں لطیف سی قبض کی صفت ہے۔ حلق، سینہ، اور پھیپھڑے کے لیے نافع ہے، کھانسی میں نہایت عمدہ ہے۔ اس کا آب ملیّن اور مغذی ہے، اس میں غذائیت قلیل مقدار میں ہے لیکن رقت اور لطافت کے باعث اس کا تحلل بڑی سرعت سے ہوتا ہے، بخار کی حالت میں مفید نہیں۔ اس میں ایک عجیب صفت ہے۔ کہ جب اسے روٹی کے ہمراہ کھایا جائے۔ تو کھانے کو معدہ میں خراب ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ کھٹا انار قابض لطیف، التہاب معدہ میں نافع ہے۔ اور دوسری ادویہ کی نسبت زیادہ ادرار بول کرتا ہے، مسکن صفرا، قاطع اسہال ہے اور قے کو روکتا ہے، حرارت جگر کو بجھاتا ہے ■

حرف الزاء

زیت (زیتون) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار

یعنی "تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ"

ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ آپؐ نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کی مالش بھی کرو کیونکہ یہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ اور بیہقیؒ و ابن ماجہؒ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اسی طرح کی روایت کی ہے،

زیتون کا مزاج درجہ اوّل میں گرم تر ہے، یہ سمیات کا دافع پیٹ کے امراض میں مفید ہے اور کیڑوں کو خارج کرتا ہے۔ پرانا زیتون زیادہ سخن اور محلل ہوتا ہے، اس کی تمام انواع بشرہ کو نرم کرتی اور بڑھاپے کو دور کرتی ہیں، نمک آمیز آب زیتون جل جانے کے باعث آبلے کو روکتا ہے، مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے، اس کے فوائد حد بیان سے باہر ہیں۔

زبد (مکھن) سنن ابی داؤدؒ میں بسر سلمیؓ کے دونوں بیٹوں سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم نے ان کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔

مکھن گرم تر ہے۔ اس میں نضج و تحلیل کے فوائد بکثرت ہیں، عورتوں اور بچوں کے جسمی اورام کو فائدہ بخش ہے۔ اگر اسے بچے کے دانتوں کی جڑ پر لگایا جائے، تو دانت جلد نکل آتے ہیں،

کھانے کی اشتہار کم کر دیتا ہے۔ شہد اور کھجور اس کے مصلح ہیں۔

زبیب (کشمش) اس کے متعلق دو احادیث مروی ہیں لیکن وہ صحیح نہیں۔ کشمش پہلے درجہ میں گرم تر ہے اور اس کا مغز (دانہ) سرد خشک ہے، اور یہ انگور کے مانند ہے، اگر شیریں سے حاصل کیا جائے تو گرم تر اثر رکھتا ہے، اور کھٹے سے حاصل کیا جائے تو قابض اور سرد ہوتا ہے، جب اس کا گودا (پوست وغیرہ) کھایا جائے۔ تو قصبۃ الریہ (پھیپھڑہ کی نالی) کو مفید ہے۔ نیز کھانسی درد گردہ، مثانہ کو نافع ہے۔ شیریں کشمش مقوی معدہ، جگر اور طحال ہے، درد حلق اور سینہ، پھیپھڑے اور گردہ اور مثانہ کے درد کے لیے فائدہ بخش ہے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے بیج کے بغیر ہی کھایا جائے۔ اس صورت میں یہ ایک صالح غذا ہے اور خشک کھجور کی طرح سدے پیدا نہیں کرتا، نیز قوت حافظہ کے لیے فائدہ مند ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں، جو حدیث حفظ کرنا چاہے تو اسے زبیب کھانا چاہیے۔

زنجبیل (سونٹھ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا۔ (اور یہ لوگ پلائے جائیں گے وہاں وہ پیالہ جس کا مزاج سونٹھ والا ہوگا) ابو نعیمؒ نے کتاب الطب النبوی میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ شاہ روم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنجبیل کی ایک تھیلی ہدیۃً بھیجی، آپؐ نے ہر آدمی کو ایک ایک ٹکڑا کھلایا۔ اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا۔

زنجبیل دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے میں تر ہوتا ہے، مسخن اور کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ملین ہے۔ سردی اور تری کے باعث پیٹ میں واقع ہونے والے سدوں کے لیے نافع ہے۔ انتڑیوں اور معدہ میں ریاح غلیظہ کی تحلیل کرتا ہے اور عمومی طور پر سرد مزاج معدہ اور جگر کے لیے نافع ہے۔ بلغم کی تحلیل اور تنقیع کے لیے معجونوں میں بھی اسے ڈالا جاتا ہے۔ اور کھٹا گرم خشک ہوتا ہے۔ مہیج باہ اور مزید منی ہے۔ معدہ و جگر کی تسخین کرتا ہے۔ بلغم چھانٹتا ہے۔ جگر و معدہ

کی برودت دُور کرتا ہے۔ رطوبات کو زائل کرتا ہے، ثقیل اور بارد، ماکولات کا ضرر اس سے رفع ہوجاتا ہے[1]۔

---

[1] طب اسلامی، جو غلط طور پر طب یونانی کے نام سے زبان زدِ خلائق ہے، زنجبیل کے فوائد سے معمور ہے، ویدک میں بھی اس کے فوائد کا فیاضی کے ساتھ اعتراف کیا گیا ہے، جدید ڈاکٹری بھی اس کے منافع کا اقرار کرتی ہے۔ اور تجربہ بھی اس پر شاہد ہے کہ امراض معدہ اور امعاء و احشاء میں اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، حد شمار سے خارج ہیں،

لیکن یہ ہو، یا کوئی اور چیز، ان سب چیزوں کے استعمال میں بنیادی طور پر جو چیز ملحوظ رکھنی چاہیے، وہ ہے اعتدال، اگر اعتدال سے کام نہ لیا جائے تو مفید سے مفید چیز بھی زہر بن سکتی ہے، اور اس سے جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، جو لوگ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں، وہ خدا کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں، اور جو انہیں نظرانداز کردیتے ہیں، وہ بیماری اور علالت کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔

حرف السین

سنا سنا اور سنوت کے متعلق گذر چکا ہے۔

سفرجل ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں روایت درج کی ہے کہ طلحہؓ کہتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے ہاتھ میں سفرجل تھا، آپ نے فرمایا: اے طلحہؓ یہ لو کیونکہ یہ دل کو قوت دیتا ہے۔

یہ سرد اور قابض ہوتا ہے۔ معدہ کے لیے اچھی چیز ہے۔ شیریں سفرجل سرد خشک ہوتا ہے اور اعتدال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ البتہ کھٹا سخت سرد خشک ہوتا ہے، سفرجل کی تمام انواع پیاس اور قے کو سکون بخش ہیں۔ مدر بول اور زخم امعاء۔ نفث الدم اور ہیضہ میں مفید ہے نیز ابکائیاں آنے میں فائدہ بخش ہے۔ جب اسے کھانے کے بعد استعمال کیا جائے۔ تو تبخیر کو روکتا ہے۔ اس کا بکثرت استعمال اعصاب کے لیے مضر ہے۔ نیز قولنج پیدا کرتا ہے۔ سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ اسے بھون کر یا شہد میں پکا کر کھایا جائے۔ اس کے حبوب خشونت حلق و قصبۃ الریہ (پھیپھڑے کی نالی) میں مفید ہیں، اس کا روغن پسینہ کو روکتا ہے اور معدہ کو قوت دیتا ہے۔

مسواک صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اگر میں اپنی امت پر اسے دشوار نہ سمجھتا۔ تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے۔ تو مسواک سے منہ صاف فرماتے۔ صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ مسواک منہ کو پاک

کرنے والی (اور) پروردگار کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس کے متعلق کثرت سے احادیث مروی ہیں۔ نیز صحیح روایت میں آپؐ سے وفات کے وقت بھی مسواک کرنا ثابت ہے۔ سب سے عمدہ مسواک درخت اراک کی ہے۔ اور نامعلوم قسم کے درخت کی مسواک ٹھیک نہیں، کیونکہ بعض اوقات زہریلا ہوتا ہے اس کے استعمال میں اعتدال ضروری ہے، اگر زیادہ استعمال کیا تو دانتوں کی چمک دمک چلی جاتی ہے۔ اور جب اعتدال کے ساتھ اسے استعمال کیا جاتا ہے تو دانتوں کو جلا کرتی ہے۔ جڑوں کو مضبوط اور زبان کو صاف کرتی ہے۔ نیز دماغ کو صاف کرکے کھانے کی اشتہا پیدا کرتی ہے اور سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اسے عرق گلاب میں تر کرکے استعمال کیا جائے۔

مسواک میں کئی فوائد ہیں، یہ منہ کو خوشبودار کرتی، مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ بلغم چھانٹتی اور بینائی کو تیز کرتی ہے۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ اور معدہ کو درست کرتی ہے آواز صاف کرتی ہے۔ نیز کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے، مجاری کلام کو کھولتی اور قرأت اور نماز کے لیے نشاط پیدا کرتی ہے، نیند کو ہٹاتی اور پروردگار کو راضی کرتی ہے۔

سنن میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گنت بار مسواک کرتے دیکھا، حالانکہ آپ روزہ کی حالت میں ہوتے۔

سمن (گھی) محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ حضرت صہیبؓ کی مسند سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ تمہارے لیے گائے کا دودھ (پینا) ضروری ہے۔ کیونکہ یہ شفاء ہے، اور اس کا گھی دواء ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔

گھی درجہ اوّل میں گرم تر ہوتا ہے۔ نیز اس میں قدرے جلاء اور لطافت ہوتی ہے اور نرم ابدان میں پیدا ہونے والے اورام کے لیے شفاء بخش اثر رکھتا ہے۔ اگر اسے شہد اور بادام کے ساتھ ملا لیا جائے تو سینہ اور پھیپھڑوں اور غلیظ لزج کیموس جلا کرتا ہے البتہ یہ معدہ کے لیے مضر ہے، خصوصاً اگر مریض کا مزاج بلغمی ہو۔ گائے اور بکری کا گھی جب شہد کے ہمراہ ملا کر استعمال کیا جائے۔ تو سمیت قاتلہ کو مفید ہے۔ نیز سانپ اور بچھو ڈسنے میں مفید ہے۔

کتاب ابن سنی میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا! گھی سے بہتر چیز کوئی نہیں جس سے لوگوں کو شفاء ہوتی ہے۔

سمک (مچھلی) مسند احمدؒ اور سنن ابن ماجہؒ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے۔ مچھلی اور ٹڈی اور جگر اور تلی۔

مچھلی کی کئی انواع ہیں۔ اور سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کا ذائقہ لذیذ اور خوشگوار اور اس کا جسم متوسط ہو۔ نیز اس کی جلد پتلی ہو۔ اور اس کا گوشت نہ سخت ہو نہ خشک ہو۔ شیریں پانی میں ہو۔ تنکوں کی بجائے پودے کھاتی ہو۔ اور ان میں بھی سب سے اعلیٰ وافضل وہ ہے جو کہ کسی عمدہ نہر میں پائی جائے۔

سمندر کی مچھلی افضل اور لطیف ہوتی ہے، اور تازہ مچھلی سرد تر دیر ہضم اور مولد بلغم ہے (یہ صفت) سمندری مچھلی میں نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ مچھلی اچھے اخلاط پیدا کرتی ہے، اور بدن کو تروتازہ کرتی منی بڑھاتی اور گرم مزاج کی اصلاح کرتی ہے۔

مچھلی میں سب سے اچھا حصّہ اس کا پچھلا حصّہ ہے۔

حرف الشین

شونیز یہ سیاہ رنگ کے دانے ہوتے ہیں۔ اس کا ذکر حرف حاء میں گذر چکا ہے۔۔۔

شبرم شبرم چھوٹا درخت ہے۔ اس کی بلندی آدمی کے قد کے برابر ہوتی ہے۔ اعلیٰ قسم وہ ہے جس کی شاخیں سرخ ہوں اور چمک رکھتی ہوں۔ اور شاخوں کے آخر میں پتوں کا ایک گچھا سا ہو، اس کی شاخوں کا چھلکا اور شاخوں کا دودھ مستعمل ہے۔ یہ چوتھے درجہ میں گرم خشک ہوتا ہے۔ سوداء اور غلیظ کیموس کا مسہل ہے، نیز زرد پانی اور مثلی اور سخت بلغم کا مسہل ہے۔ اسے کثرت سے استعمال کرنا مہلک ہے۔ اور جب اسے استعمال کیا جائے۔ تو چاہیئے کہ اسے ایک شب و روز دودھ میں تر رکھا جائے۔ اور دن میں دو یا تین بار دودھ بدل دیا جائے۔ پھر اسے نکال کر سایہ میں خشک کر لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ گلاب کی آمیزش کر لی جائے۔ اور آب شہد کے ہمراہ یا عصارا انگور کے ہمراہ استعمال کیا جائے۔ اور اس کی مقدار خوراک بقدر برداشت چار سے دو دانق ہے۔

حنین فرماتے ہیں، کہ شبرم کے دودھ میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا استعمال نافع ہے۔ کیونکہ کئی اطباء نے اس سے مریضوں کو ہلاک کیا ہے۔

شعیر (جو) ابن ماجہ رح میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کسی کو بخار ہو جاتا تو آپ جو کا دلیا سا بنانے کا حکم دیتے۔ وہ بنایا جاتا اور پلایا جاتا۔ پھر آپ فرماتے۔ کہ یہ غمگین کے دل کو قوت

دیتا اور بیمار کے لیے دل کو سرور پہنچاتا ہے۔ جیسے کہ تم میں کوئی چہرے پر پانی ڈال کر فرحت محسوس کرتا ہے۔ اور یہ تو گذر چکا ہے کہ اُبلے ہوئے جَو کا جز، پانی ہوتا ہے۔ اس میں ستو سے زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔ یہ کھانسی اور خشونت حلق کے لیے مفید ہے، حدت فضلات کے لیے نافع ہے۔ مجلی معدہ ہے، پیاس بجھاتا اور حرارت کو دور کرتا ہے۔ اس میں مجلی۔ ملطف اور محلل قوت پائی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اعلیٰ قسم کے جَو میں پانچ گنا شیریں پانی ڈال کر آب جو حاصل کیا جائے اسے صاف کر کے حسب ضرورت استعمال کیا جائے۔

شحم (چربی) مسند میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کی۔ اور آپؐ کی خدمت میں جَو کی روٹی اور باسی چربی پیش کی۔ صحیح روایت میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے ثابت ہے۔ کہ خیبر کے روز چربی کا ایک مشکیزہ ہاتھ آیا۔ چنانچہ میں اسے چمٹ گیا، اور میں نے کہا، بخدا اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ میں نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ آپؐ نے کچھ نہ فرمایا[1]۔

سب سے بہتر چربی اس جانور کی ہوتی ہے۔ جو مکمل عمر والا ہو۔ یہ گرم تر اثر رکھتی ہے۔ اور گھی سے کم مرطوب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب چربی اور گھی پگھلایا جائے۔ تو چربی جلدی جم جاتی ہے۔ یہ خشونت حلق میں نافع ہے۔ نیز استرخاء اور تعفن پیدا کرتی ہے۔ اس کا ضرر نمکین لیموں، سونٹھ سے دور کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] یعنی ناراض نہیں ہوئے۔

۵

حرف الصاد

صلوٰۃ (نماز) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ

نیز فرمایا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مدد چاہو۔ ساتھ صبر اور نماز کے۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

نیز فرمایا: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ..... (اور حکم دے اپنے اہل کو نماز کا۔ اور اس پر صبر کر ہم تم سے کسی رزق کا سوال نہیں کرتے ہم تجھے رزق دیتے ہیں اور (اچھا) انجام پرہیزگاری کے لیے ہے)

سنن میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی۔ تو آپ نماز کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتے۔

نماز رزق لانے والی، صحت کی محافظ۔ تکالیف دُور کرنے والی اور مقوی قلب ہے۔ نیز چہرے کو روشن کرتی اور طبیعت کو فرحت بخشتی ہے۔ کاہلی کو دُور کر کے تمام اعضاء میں نشاط لاتی قوتوں کی ممد اور شرح صدر کرتی ہے۔ نیز روح کے لیے غذا ہے، قلب کو روشن کرتی انعامات کی محافظ عذاب کی دافع۔ حصول برکت کا ذریعہ، شیطان سے دور کرنے والی اور دشمن کا ترب نصیب کرنے والی عبادت ہے۔ الغرض نماز دنیا و آخرت کی تکالیف دُور کرنے میں ایک عجیب و غریب اثر ہے۔ خصوصاً اس وقت جب اس کے تمام ظاہری و باطنی قواعد کو ملحوظ خاطر

دکھا جاتے اور اس کا راز یہ ہے کہ نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر دیتی ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بندے کا جتنا زیادہ تعلق ہوگا۔ اتنے ہی اس پر خیر کے دروازے کھلتے جائیں گے اور تکالیف کے دروازے بند ہوتے جائیں گے۔

صبر صبر کرنا نصف ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان صبر اور شکر سے مرکب ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے، کہ ایمان کے دو برابر حصے ہیں، ایک صبر اور ایک شکر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور۔ اور ایمان کے لیے صبر ایسا ہی ہے۔ جیسا بدن کے لیے صبر،

صبر کے تین اقسام ہیں، ایک اللہ کے فرائض پر صبر کرنا۔ کہ انہیں پابندی سے ادا کرے۔ اور ایک محارم پر صبر کرنا۔ ان کا ارتکاب نہ کرے، اور ایک اللہ کی قضا و قدر پر صبر کرنا۔ کہ ان پر ناراض نہ ہو۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے صبر کے ذریعہ بہترین زندگی حاصل کی ہے۔ اور جسم و دل کے اکثر امراض بے صبری کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے صبر سے زیادہ کوئی ایسی چیز نہیں، جس کے ذریعہ بدن و قلب اور روح کی صحت قائم رکھی جا سکے۔

صبر (ایلوا) سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ جب ابو سلمہؓ نے وفات پائی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے ایلوا لگا رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ (ایلوا) صبر ہے۔ اور اس میں خوشبو نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ چہرے کو صاف کرتا ہے، اسے رات ہی کو استعمال کیا کرو۔ آپؐ نے دن کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

ایلوے میں بہت سے فوائد ہیں، خصوصاً صبر ہندی میں، یہ دماغ اور اعصاب و بصارت کے صفراوی خراب مادوں کا تنقیہ کرتا ہے۔ جب اسے روغن گلاب میں حل کر کے پیشانی اور کنپٹیوں پر ملا جائے۔ تو درد سر میں فائدہ دیتا ہے، نیز یہ ناک اور منہ کے زخموں میں بھی نافع ہے سوداء اور مالیخولیا کے مادہ کا مسہل ہے، صبر فارسی عقل کا تزکیہ کرتا دل کو قوت دیتا اور معدہ اور دماغ کے صفراوی زائد مواد کا تنقیہ کرتا ہے۔ اس کے دو چمچے پانی کے ساتھ پئے جائیں۔

صوم (روزہ)

روزہ قلب، روح اور بدن کا علاج ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں، حفظانِ صحت اور فضلات ختم کرنے میں ایک عجیب تاثیر ہے۔

روزہ ادویہ روحانیہ اور جسمانیہ ہر دو میں داخل ہے کیونکہ محض کھانا پینا چھوڑ دینے کے بجائے قصداً روزہ رکھنا ایک دوسرا فعل ہے، اسی وجہ سے یہ تمام اعمال میں زیادہ مخصوص شمار کیا گیا۔ اور چونکہ بندے اور اس کے قلب و بدن کے لیے مضر چیز کے درمیان عاجل اور آجل (دنیا و آخرت) ہر جگہ ڈھال اور پرہیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی حکم فرمایا۔ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے۔ تم پر یہ فرض کیے گئے روزے جیسے فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے۔ شاید کہ تم بچ سکو۔)

روزہ کا دوسرا مقصد اللہ تعالیٰ پر قلبی توکل اور اس کی طاعت و محبت میں قوائے نفس کا وفور انہماک ہے۔

حرف الضاد

ضب (گوہ) صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی تو آپؐ اس کے کھانے سے رک گئے۔ دریافت کیا گیا، کیا یہ حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں۔ لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتی اس لیے میں اس سے بچتا ہوں۔ ویسے گوہ آپؐ کے سامنے، آپ کے دسترخوان پر کھائی گئی۔ اور آپ دیکھتے رہے، صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ میں اسے حرام کرتا ہوں نہ حلال کرتا ہوں۔ گرم خشک ہوتی ہے۔ شہوت جماع کو قوی کرتی ہے۔ جب اسے کوٹ کر کانٹا چبھنے کی جگہ پر رکھا جائے۔ تو اسے جذب کر کے باہر نکال دیتی ہے۔

ضفدع (مینڈک) امام احمدؒ نے فرمایا، کہ دوا میں (بھی) مینڈک استعمال کرنا جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

صاحب قانون کہتے ہیں۔ کہ جو مینڈک کا خون پیئے یا اسے کھائے اس کا بدن متورم ہو جاتا ہے۔ اس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اس کی منی ختم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے اطباء نے اس کی مضرت کے پیش نظر اس کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ آبی اور خاکی۔ خاکی کا کھانا ہلاکت کا باعث ہے۔

حرف الطاء

طیب (خوشبو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا، مجھے تمہاری دنیا کی دو چیزیں مرغوب ہیں۔ عورت اور خوشبو[1] میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

آپؐ کثرت سے خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے، بدبو سے آپؐ کو از حد اذیت ہوتی۔

طین (مٹی) اس کے متعلق موضوع احادیث مروی ہیں، جن میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ مثلاً جس نے مٹی کھائی، اس نے اپنے آپؐ کو قتل کرنے میں مدد دی۔

مٹی کے متعلق تمام احادیث نہ صحیح ہیں، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مٹی خراب چیز ہے، مضر ہے اور مجاری عروق کو بند کرتی ہے۔ نیز یہ سرد خشک سخت ترین مجفف ہے۔ پیٹ کی تلیین کو بند کرتی ہے۔ نفث الدم اور منہ کے زخموں کا باعث ہوتی ہے۔

طلح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (کیلے ہیں تہہ بہ تہہ) اکثر مفسرین نے فرمایا ہے، کہ یہ کیلا ہے، اور منضود کے معنی ہیں۔ ایک دوسرے میں گتھا ہوا، جیسے کنگھی ہوتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ طلح ایک خاردار درخت کا نام ہے۔ ہر کانٹے کی جگہ پر ایک پھل اگ آتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے گتھ جاتا ہے جیسے کیلا ہوتا ہے۔

یہ گرم تر ہوتا ہے اور اس میں اعلیٰ قسم وہ ہے جو پختہ اور شیریں ہو۔ یہ خشونت سینہ۔ ریح اور کھانسی گردوں اور مثانہ کے زخموں میں فائدہ بخش ہے۔ مدر بول۔ مزید منی اور محرک شہوت ہوتا ہے۔ ملین ہے اور کھانے سے قبل کھایا جاتا ہے۔ معدہ کے لیے مضر ہے۔ صفراء اور بلغم بڑھاتا ہے۔ اس کا مصلح شکر

---

[1] اس لیے کہ عورت مرد کے لیے وجہ سکون وطمانیت ہے۔ اور خوشبو نشاط قلب و روح کا سبب ہے۔

یا شہد سے دور کیا جا سکتا ہے۔

طلع اللہ تعالیٰ نے فرمایا: والنخل باسقات لها طلع نضید: یعنی اور کھجوریں ہیں لمبی کہ ان کا خوشہ ہے تہ بہ تہہ۔ طلع النخل سے مراد وہ (کھجور کا) پھل ہے جو شروع میں ظاہر ہو۔

"طلع" کی دو اقسام ہیں، ایک مذکر اور دوسری مونث، اور صحیح مسلم میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھجوروں کے ایک باغ میں سے گزرا، تو آپؐ نے ایک گروہ کو دیکھا کہ پیوند لگا رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا۔ یہ مذکر اور مونث میں پیوند لگا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، میں نہیں سمجھتا کہ اس سے انھیں کچھ فائدہ ہوگا۔ انھیں خبر ہوئی تو انھوں نے اسے ترک کر دیا۔ چنانچہ (اس بار) فصل اچھی نہیں ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ میرا ذاتی خیال تھا اس لیے اگر مفید ہو تو ایسا کر لیا کرو۔ میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں۔ اور ظن بعض اوقات غلط ہوتا ہے اور بعض اوقات درست ہوتا ہے، البتہ جو کچھ میں اللہ عزوجل کی جانب سے حکم دوں تو اس میں میں اللہ پر جھوٹ نہیں بولتا (انتہیٰ)

کھجور کا ابتدائی پھل (طلع النخل) مقوی باہ ہوتا ہے عورت اسے قبل از مباشرت استعمال کرے، تو حمل قرار پانے میں از حد معین ہوتا ہے۔ یہ برودت و یبوست کے اعتبار سے دوسرے درجہ میں ہے۔ مقوی معدہ اور مجفف ہے۔ غلیظ اور دیر ہضم ہونے کے باوجود مسکن دم ہے۔ صرف گرم مزاج لوگ اسے برداشت کر سکتے ہیں۔ اور جو اسے کثرت سے استعمال کر بیٹھے اسے چاہیے کہ وہ کچھ گرم جوارشات بھی کھالے۔ یہ پھل طبیعت کو درست کرتا ہے۔ انتڑیوں کو قوت دیتا ہے۔

حرف العین

عنب (انگور) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول ہے کہ آپؐ انگور اور خربوزے کو پسند فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے انگور کا اپنی کتاب میں چھ مواقع پر تذکرہ فرمایا ہے۔ اور یہ بندوں پر اس دنیا اور جنت میں بھی اللہ کے انعامات میں سے ایک انعام ہے۔ یہ تمام پھلوں سے افضل ہے اور فائدہ بخش ہے۔ اسے تر اور خشک کچا اور پکا ہر طرح کھایا جاتا ہے یہ پھلوں کے ساتھ پھل۔ غذا کی طرح غذا، سالن کی طرح سالن دوا کی طرح دوا، اور مشروب کی طرح مشروب ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے۔ اعلیٰ قسم بڑے آبی انگور کی ہے اور سفید سیاہ کی نسبت زیادہ اچھا ہے۔ اور دو یا تین دن کا توڑا ہوا تازہ توڑے ہوئے سے بہتر ہے کیونکہ تازہ نفاخ اور پیٹ کے لیے ملین ہوتا ہے۔ یہ ایک عمدہ غذا ہے، مقوی بدن ہے، اس کے کثرت استعمال سے دردِ سر پیدا ہو جاتا ہے۔ انار اس کی مضرت دور کر سکتی ہے۔ انگور کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مسہل ہے۔ فربہ کرتا ہے۔ عمدہ غذا ہے۔

عسل (شہد) اس کے فوائد گزر چکے ہیں، ابن جریج فرماتے ہیں کہ زہریؒ نے فرمایا، تمہیں شہد (کھانا) واجب ہے، کیونکہ یہ حفظانِ صحت کے لیے نہایت عمدہ ہے، اور سب سے اعلیٰ وہ ہے جو سب سے زیادہ صاف اور سفید ہو، اور نرم اور خوب شیریں ہو، جو کہ پہاڑوں سے حاصل کیا جائے اور شہد کی مکھی چراگاہ کے لحاظ سے اس درخت کی ہو جو سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

عجوہ صحیحین میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھالے۔ اُسے اس روز کوئی زہر اور جادو ضرر نہیں دے گا۔ سنن نسائیؒ اور ابن ماجہؒ میں حضرت جابرؓ اور ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ عجوہ جنت کا پھل ہے، اور یہ زہر کا تریاق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صفت مدینہ کی عجوہ میں ہے۔ عجوہ کھجور کی اقسام میں سے ایک ہے اور یہ قسم حجاز کی تمام اقسام کھجور سے اعلیٰ و افضل ہے۔ یہ

ایک بہترین نوع ہے جو انتہائی لذیذ ہوتی ہے ۔ بدن کو فربہ اور قوی کرتی ہے ۔ اور کھجور کی تمام اقسام سے زیادہ نرم ۔ عمدہ اور ذائقہ دار ہوتی ہے ۔

عنبر | عنبر ایک قسم کی گراں ڈیل مچھلی بھی ہے اور ایک قسم کی خوشبو بھی ، مشک کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ یہ سونے کی طرح طویل مدت تک بھی خراب نہیں ہوتا ۔

اس کی کئی انواع و اقسام ہیں ۔ اس کے رنگ بھی مختلف ہیں ۔ سفید ۔ گندمی ۔ سرخ زرد ، سبز ۔ نیلا سیاہ اور دو رنگا ۔ سب سے اعلیٰ قسم (شہب رنگ کی طرح) پھر نیلا پھر زرد اور سب سے خراب نوع سیاہ کی ہوتی ہے ۔ اس کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے ۔ مقوی قلب ، دماغ و حواس و اعضائے بدن ہے ۔ فالج ۔ لقوہ ، امراض بلغمیہ اور ریاحِ غلیظ میں نافع ہے ۔ جب اسے پیا جائے یا باہر سے طلاء کیا جائے تو سردوں میں بھی مفید ہے ۔ جب اس کا بخور لیا جائے تو زکام ، دردِ سر اور سرد شقیقہ میں بھی فائدہ بخش ہے ۔

عود | عود ہندی کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک دوا میں استعمال ہوتی ہے ۔ اسے کست کہتے ہیں ۔ نیز اسے قسط بھی کہا جاتا ہے ۔ اس کا تذکرہ (حرف ق) میں آئے گا ۔ دوسری خوشبو میں استعمال کی جاتی ہے ۔ اسے الوہ بھی کہتے ہیں ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہؓ الوہ (عود) کی دھونی لیا کرتے اور ساتھ ہی کافور ڈال دیتے ، اور فرمایا کرتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح دھونی لی تھی ۔ اہل جنت کے انعامات کے تذکرہ میں بھی آیا ہے کہ اہل جنت کی انگیٹھیاں بھی عود کی ہوں گی ۔ اور اس کی کئی اقسام ہیں ۔ سب سے اعلیٰ نوع سیاہ ، اور نیلی ، جو سخت اور روغنی ہو ۔ اور سب سے گھٹیا وہ ہے جو ہلکی ہو اور پانی پر تیر جائے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک درخت ہوتا ہے جسے کاٹ کر ایک سال تک زیر زمین دفن کر دیتے ہیں ۔ پھر غیر مفید حصہ زمین کھا جاتی ہے ۔ اور خوشبودار عود باقی رہ جاتی ہے ۔ یہ تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے ۔ حواس کو قوی کرتی ہے ۔ اور مثانہ کی سردی کے باعث پیدا ہونے والے سلسل بول میں فائدہ دیتی ہے ۔

حرف الغین

غیث

غیث یعنی بارش کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ اس کا پانی ہر پانی سے زیادہ افضل، لطیف، فائدہ بخش اور برکت عظیم کا حامل ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ گرجدار بادلوں سے بارش ہو، اور یہ پانی شفاف پہاڑوں پر جمع ہو۔ یہ ہر پانی سے زیادہ مرطوب ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین پر یہ دیر تک نہیں رہتا کہ اس کی یبوست بھی اپنالی ہو۔ اور نہ ابھی اس میں کوئی خشک جوہر مخلوط ہوتا ہے۔ اسی لطافت اور سرعتِ انفعال کے باعث یہ پانی جلدی سے متغیر اور متعفن ہوجاتا ہے آیا جاڑے کی بجائے بہار کی بارش افضل ہوتی ہے، یا اس کے برعکس معاملہ ہے؟ اس باب میں دو قول ہیں جس نے جاڑے کی بارش کو افضل کہا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت سورج کی حرارت بہت کم ہوتی ہے۔ اس وجہ سے سمندر سے صرف لطیف ترین حصہ کی تبخیر ہوتی ہے۔ اور فضا بھی صاف ہوتی ہے۔ اس میں غبار یا بخارات دخانیہ نہیں ہوتے جو کہ اکثر پانی کے ساتھ آمیز ہوجاتے ہیں۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر اس کی لطافت۔ صفائی اور کسی دوسری آمیزش سے تحفظ کا سلسلہ قائم رہتا ہے اور جس نے بہار کی بارش کو ترجیح دی اس کی دلیل یہ ہے کہ حرارت بخاراتِ غلیظہ کو تحلیل کردیتی ہے اور ہوا کی رقت لطافت کا موجب بنتی ہے۔ اس وجہ سے پانی خفیف ہوجاتا ہے اس میں ارضی اجزا کم ہوجاتے ہیں۔ پودوں اور درختوں کی پیدائش کے مناسب موقع پر یہ بارش ہوتی ہے جب ہوا بھی اچھی حالت میں ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے چنانچہ بارش ہوئی۔ آپؐ نے اس کا پانی نوش فرمایا اور فرمایا، کہ یہ اپنے پروردگار کے پاس سے نیا نیا آیا ہے۔

حرف الفاء

فاتحۃ الکتاب یہ ام القرآن، سبع مثانی، شفائے تام، دوائے نافع، رقیہ نامہ، کلید غنا، محافظ قوت اور دافع غم و حزن اور وہم و خوف ہے۔ جو بھی اس کی قدر کو پہچانے اور اسے پڑھنے کا حق ادا کرے۔ اور طریقۂ طلبِ شفاء و علاج سے واقف ہو۔ اور اس راز سے بھی آگاہ ہوگا جس کے باعث یہ برکات حاصل ہوتی ہیں۔ جب صحابہؓ کو ان اسرار کی خبر ہوئی تو ایک صحابیؓ نے سانپ ڈسے پر دم کیا۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہوگیا۔

معرفتِ الٰہی۔ اعمالِ قلوب، امراضِ قلب کے تمام معالجات سورہ فاتحہ میں ذکر ہیں۔ یہ ہی کنجی ہے اور ان پر روشنی ڈالنے والی ہے۔ اور رب العالمین کی جانب جانے والے تمام راستوں کی منزل اسی میں مذکور ہے۔ اور اللہ کی قسم اس کی شان اس سے بھی کہیں بالا و بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفائے تام، عصمتِ بالغہ، نورِ مبین بنا کر نازل فرمایا۔ اور اگر خزانوں کے متلاشی اس سورت کے اسرار و رموز سے آگاہ ہو جائیں۔ اور اس کے معانی سے واقف ہو جائیں۔ اور اس کنجی کو خوب مضبوطی سے پکڑ لیں، تو بغیر مشقت اور رکاوٹ کے وہ بڑے بڑے خزانوں کے مالک بن جائیں۔ اور یہ الفاظ محض مجازی یا استعارۃً نہیں بلکہ حقائق ہیں۔ لیکن اللہ کی حکمت ہے کہ اس نے اکثر لوگوں سے ان رموز کو مخفی رکھا ہے، جیسے زمین کے خزانوں کو مخفی رکھنے میں اس کی حکمت ہے۔ اور خزائن کے سامنے شیطانی خبیث ارواح حائل ہیں اور ان پر صرف ارواح علویہ ہی قابو پا سکتی ہیں۔ ایمان ہی ان کا ہتھیار ہے جس کے سامنے شیاطین قطعاً نہیں ٹھہر سکتے۔ اور اکثر لوگ اس حالت میں نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے نہ وہ ان ارواح خبیثہ کے سامنے ٹھہر سکتے ہیں اور نہ ان پر قابو پا سکتے ہیں۔ اور ان کا سلب[1] حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ جو کسی کو (میدانِ جہاد میں) قتل کرے اس کا سلب اسی قاتل کے لیے ہوتا ہے۔

---

[1] حریف کا سازو سامان اور لباس وغیرہ۔

فاغیہ یہ مہندی کا عطر ہوتا ہے۔ اور یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت عبداللہؓ بن بریدہ سے انھوں نے اپنے والدؓ سے مرفوع روایت کی، کہ دنیا و آخرت میں تمام خوشبوؤں کا سردار (فاغیہ) (عطر حناء) ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ فاغیہ کی خوشبو محبوب تھی۔ ان احادیث کی صحت کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔

یہ حرارت و یبوست میں معتدل ہے۔ اس میں کچھ قابض کیفیت ہوتی ہے۔ جب اسے سوت کے کپڑوں کی تہہ میں رکھا جاتا ہے تو کیڑے سے اس کی حفاظت کرتی ہے۔ نیز فالج اور تمدد کے مرہموں میں ڈالی جاتی ہے۔ اس کا روغن اعضائے بدن کی تحلیل کرتا اور اعصاب کو نرم کرتا ہے۔

فضہ (چاندی) ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ نیز آپؐ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔ نیز لباس میں چاندی لگانے یا اس کا زیور بنانے کی ممانعت اس طرح ثابت نہیں۔ جیسے اس کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت ہے۔ اور برتنوں کا معاملہ لباس اور زیور سے زیادہ تنگ ہے۔ اسی وجہ سے عورتوں کو اس کا لباس اور زیور حلال ہے۔

سنن میں مروی ہے کہ "چاندی سے کھیلو۔ اب ممانعت کے لیے ضرورت اس کی ہے کہ ایک واضح دلیل نص یا اجماع سے ثابت ہو۔ اب اگر دونوں میں سے ایک بھی ثابت ہو جائے تو مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے میں ریشم پکڑا اور فرمایا، کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں پر حلال ہیں۔ اور چاندی بھی زمین پر اللہ کے اسرار میں سے ایک راز اور بھید ہے، اور اہل دنیا پر آپس کے معاملات قائم رکھنے کے لیے احسان ہے۔ اس کا مالک بڑا سمجھا جاتا ہے۔ مجلس میں اس کا اعلےٰ مرتبہ ہوتا ہے نہ اس سے مجالست رکھنے میں کوئی اکتاہٹ محسوس کرتا ہے۔ نیز یہ مفرح ادویات میں سے ہے۔ غم و حزن، ضعف قلب اور خفقان میں فائدہ دیتی ہے۔ کئی معجونوں میں ڈالی جاتی ہے۔ اپنی خاصیت کے باعث قلب میں پیدا ہونے والے اخلاط فاسدہ کو جذب کر لیتی ہے۔ خصوصاً اگر اسے شہد مصفیٰ اور زعفران میں ملا کر استعمال کیا جائے۔ اس کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے۔ اور اس سے حرارت و رطوبت بھی پیدا ہوتی ہے۔

وہ جنت جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے بنا رکھی ہیں، چار ہیں۔ دو سونے کی ہیں، اور دو چاندی کی ہیں۔ اور ان کے برتن اور لباس بھی اسی کے ہیں۔ صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو اور نہ ان کی طشتریوں میں کھاؤ کیونکہ یہ دنیا میں ان دکفار کے لیے ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی حرمت کی علت، سکے" میں کمی آجانے کا خطرہ ہے، کیونکہ جب اس سے برتن بنائے گئے تو جس حکمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا تھا کہ بنی آدم کے مصالح (ملک وخرید وفروخت) اس سے طے پائیں وہ فوت ہو جائیں گی[1] ایک قول یہ ہے کہ اس کی علت فخر و غرور ہے۔ ایک قول میں اس کی علت یہ ہے کہ فقراء و مساکین جب یہ برتن دیکھیں گے تو ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ اور صحیح یہ ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ان کے استعمال سے عبودیت کی منافی اور متضاد حالت سامنے آتی ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دنیا میں کفار کے لیے ہے۔ کیونکہ انھیں دنیا میں عبادت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا، جس کے ذریعہ وہ آخرت کما سکیں۔ اس لیے اللہ کے بندوں کے لیے دنیا میں اس کا استعمال درست نہیں، انھیں صرف وہی استعمال کرتا ہے، جو کہ اللہ کی عبودیت سے خارج ہو گیا اور دنیا کی سہولتوں پر راضی ہو گیا۔

---

[1] لیکن یہ علت وزنی نہیں ہے کیونکہ زیورات کے مقابلہ میں برتنوں کا استعمال کبھی بھی عام نہیں تھا۔

حرف القاف

قرآن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا ایها الناس قد جاءتكم موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور، (یعنی اے لوگو! تمہارے پاس آئی نصیحت تمہارے رب کی جانب سے اور شفاء واسطے اس کے جو کہ سینوں میں ہے) تو قرآن تمام امراضِ قلبی و بدنی کے لیے اور دنیا و آخرت کے تمام دکھوں کے لیے شفائے تام ہے۔ اور ہر آدمی جو اس کا اہل ہو وہ ضرور اس سے شفاء حاصل کرتا ہے بشرطیکہ اس سے بہترین طور پر علاج کیا جائے۔ پورے صدق و ایمان، قبولِ تام، پختہ اعتقاد اور تمام شرائط کے ساتھ، تو پھر مرض کبھی بھی اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اور آسمان و زمین کے پروردگار کے کلام کے مقابلہ میں امراض ٹھہر بھی کیسے سکتے ہیں۔ جب کہ اس کلام کا یہ عالم ہے، کہ اگر اسے پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ زمین پر نازل کیا جاتا تو زمین شق ہو جاتی۔ اس لیے امراض قلب و بدن میں سے کوئی مرض ایسا نہیں، جس کا علاج، سبب اور پرہیز قرآن مجید میں ذکر نہ ہو۔

قسط وکست دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ مسند میں حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ آپ نے فرمایا، تم جس سے علاج کرتے ہو ان میں سے بہترین چیز حجامت اور قسط بحری ہے۔ مسند میں حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم پر عودِ ہندی کا استعمال واجب ہے کیونکہ اس میں سات شفائیں ہیں جن میں سے ذات الجنب بھی ہے۔

قسط کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سفید جیسے قسط بحری کہا جاتا ہے۔ دوسری قسط ہندی، آخر الذکر زیادہ گرم ہوتی ہے۔ سفید زیادہ نرم ہوتی ہے۔ دونوں میں کثیر فوائد ہیں اور یہ دونوں تیسرے درجہ میں گرم خشک ہیں۔ بلغم کو صاف کرتی اور زکام دور کرتی ہیں۔ جب انھیں پیا جائے تو ضعفِ جگر و معدہ اور ان کی برودت میں

نافع ہیں۔ نیز باری، چوتھیے بخار میں فائدہ دیتی ہیں۔ دردِ پہلو کو دور کرتی اور کیسات میں فائدہ بخش ہیں۔ کدو دانہ کو مارتی ہیں۔ اکثر جاہل اطبار کو ذات الجنب میں اس کا فائدہ معلوم نہیں۔ اس لیے انھوں نے اس کا انکار کیا ہے اگر یہ جہلار جالینوس سے یہ کلام اخذ کرتے تو اسے نص قطعی کے طور پر تسلیم کر لیتے جالانکہ کئی متقدمین اطبا نے واضح کیا ہے کہ قسط ذات الجنب کی بلغمی قسم میں فائدہ بخش ہے۔ خطابی نے محمد بن جہم سے اسے نقل کیا ہے۔

قصب (گنا)

بعض صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حوض (کوثر) کا پانی شکر سے زیادہ میٹھا ہو گا، اور میں نے شکر لفظ اس حدیث میں دیکھا ہے۔ اور شکر نئی چیز ہے۔ متقدمین اطبار نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ اور نہ وہ اسے جانتے تھے۔ اور نہ وہ اسے مشروبات میں استعمال کیا کرتے، بلکہ وہ لوگ تو صرف شہد کو جانتے تھے۔ اور ادویہ میں اس کو ڈالا کرتے۔

گنا گرم تر ہے۔ کھانسی میں فائدہ دیتا ہے۔ رطوبت مثانہ اور قصبۃ الریۃ کا مجلی ہے۔ شکر سے زیادہ ملین ہے۔ قے لانے میں مدد دیتا ہے۔ مدربول اور مقوی باہ ہے۔ عفان بن مسلم الصفار نے کہا ہے، جو کھانے کے بعد گنا چوس لے۔ وہ دن بھر فرحت و سرور سے شادکام رہے گا (انتہی)

یہ خشونتِ سینہ و حلق میں نافع ہے۔ اگر اسے بھون لیا جائے۔ مولد ریاح ہے اس کی اصلاح چھیلنے اور اسے گرم پانی سے دھونے سے ہو سکتی ہے۔ شکر صحیح قول کے مطابق گرم تر ہے۔ ایک قول میں سرد ہے۔ جب اسے پکایا جائے اور اس کی جھاگ اتار دی جائے تو پیاس اور کھانسی کے لیے مسکن ہے۔ البتہ معدہ کے لیے مضر ہے۔ صفرار کی طرف مستحیل ہو جانے کے باعث صفرار پیدا کرتی ہے۔ اس کا ضرر آبِ لیموں یا آبِ سنترہ یا آبِ انار ڈالنے سے دور کیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ اس کی کمی حرارت و نرمی کے باعث اسے شہد سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ بات ان کی جانب سے شہد پر افترا ہے کیونکہ شہد کے فوائد شکر کے فوائد سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کو شفار۔ دوا۔ سالن، اور شیرینی بنایا ہے۔ اس لیے شکر میں شہد جیسے فوائد کہاں ہوئے ؟ (شہد میں) تقویتِ معدہ تلیین تقویتِ بصارت۔ اندھیرا دور کرنے، غرغرہ سے خناق کے دور کرنے، فالج و لقوہ اور بارد امراض میں جو رطوبات کی وجہ سے جسم میں پیدا ہو جاتی ہیں، شفا بخش اثر ہے۔ یہ اخلاط قعرِ بدن سے جذب کرتا ہے۔ تحفظِ صحت کرتا ہے۔ فربہ کرتا ہے۔ مقوی باہ۔ محلل۔ مجلی۔ مفتح افواہ۔ عروق۔ منقی اور مخرج ہے۔

حرف الکاف

کتاب للحمی (بخار کے لیے تعویذ) مروزیؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ کو اطلاع ہوئی کہ مجھے بخار ہے۔ انھوں نے مجھے بخار کا تعویذ دیا جس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ وباللہ محمد رسول اللہ قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم واردوا بہ کیدا فجعلنا ھم الاخسرین اللھم رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل اشف صاحب ھٰذا الکتاب بحولک وقوتک وجبروتک الٰہ الحق آمین۔ امام احمدؒ سے تعویذات کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ ان میں کچھ حرج نہیں۔

عسر (ولادت کا تعویذ) خلالؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن احمدؒ نے بتایا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انھوں نے ایک عورت کے لیے تعویذ لکھا جسے ولادت کی تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ تعویذ ایک سفید پیالہ پر لکھا جاتا، یا کسی پاک چیز پر، یہ تعویذ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ذیل کی صورت میں تھا۔

لا الٰہ الا اللہ العلیم الحکیم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلاغ کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا۔

خلالؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر مروزیؒ نے بتایا کہ ابوعبداللہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے عرض کیا اے ابوعبداللہ کیا آپ ایک عورت کے لیے تعویذ لکھ دیں گے۔ جو دو دن سے بچہ کی پیدائش کی تکلیف میں مبتلا ہے؟

انھوں نے فرمایا، اس سے کہو، ایک چوڑا پیالہ اور زعفران لا دے۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ

کئی ایک کے لیے لکھا کرتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضؓ نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا۔ فرمایا:
حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک گائے کے پاس سے گزرے۔ جس کے پیٹ میں بچہ پھنسا ہوا تھا،
گائے نے عرض کیا اے کلمۃ اللہ میرے لیے دعا کیجیئے کہ جس مصیبت میں گرفتار ہوں اس سے مجھے اللہ تعالیٰ
نجات دے۔ انھوں نے دعا فرمائی:

یا خالق النفس من النفس و یا مخلص النفس من النفس و یا مخرج النفس من النفس
من النفس خلصھا

راوی فرماتے ہیں اس نے بچہ جن دیا۔ اور اسی وقت کھڑی ہو کر اسے سونگھنے لگی۔ کہتے ہیں، کہ
جب عورت پر بچہ کی پیدائش دشوار ہو جائے، میں اسے یہ تعویذ لکھ دیتا ہوں۔

سلف کی ایک جماعت نے قرآن مجید کی بعض آیات کے لکھنے اور پینے کی اجازت دی ہے اور
اس کو شفاء حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بتایا ہے۔

اگر ایک پاک برتن میں یہ الفاظ لکھے جائیں:
إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا
وَتَخَلَّتْ ـــــ اور حاملہ عورت اس کو دھو کر پی لے۔ نیز اس کے پیٹ پر بھی چھڑک دیا جائے۔
افاقہ ہو گا۔

نکسیر کا تعویذ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحؒ اس کی پیشانی پر لکھا کرتے تھے۔
وقیل یا ارض ابلعی ماءک و یا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر

میں نے سنا کہ انھوں نے کئی آدمیوں کے لیے یہ لکھا اور وہ صحتیاب ہو گئے اور فرمایا، کہ یہ الفاظ
نکسیر والے کے خون سے لکھنا جائز نہیں کیونکہ خون نجس ہوتا ہے اور اس سے کلام اللہ کے الفاظ
تحریر کرنے کی اجازت نہیں۔

حرف اللام

لحم (گوشت) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

"وامددناھم بفاکھۃ ولحم مما یشتھون"

نیز فرمایا : ولحم طیر مما یشتھون

اللہ تعالیٰ نے اس طرح انعام کے طور پر گوشت کا ذکر فرمایا ،

سنن ابن ماجہ میں ابوالدرداء کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :—

اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے ۔

بریدہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ دنیا و آخرت میں سب سے بہتر سالن گوشت کا ہے ۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ عورتوں پر عائشہؓ کی برتری ویسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید بالا ہے : —— ثرید ، مرکب ہوتا ہے روٹی اور گوشت سے !

زہری کہتے ہیں گوشت کھانے سے ستر گنا طاقت پیدا ہوتی ہے ۔ محمد بن واسع کہتے ہیں گوشت سے بینائی میں قوت آتی ہے ۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے گوشت کھاؤ ، اس سے خون صاف ہوتا ہے ، اخلاق میں خوبی پیدا ہوتی ہے ، نافع کہتے ہیں ، رمضان کے مہینہ میں ابن عمرؓ گوشت ناغہ نہیں کرتے تھے ۔ اسی طرح سفر میں بھی گوشت ترک نہیں کرتے تھے ۔

گوشت کی مختلف قسمیں اختلاف اصول و طبائع کے مطابق ہوتی ہیں ، اب ہم ہر جنس کا اور اس کی منفعت و مضرت کا ذکر کرتے ہیں ۔

بھیڑ کا گوشت بھیڑ کا گوشت خون صالح پیدا کرتا ہے ، بارد اور معتدل مزاج رکھنے والوں کے لیے مفید ہے ۔ ورزش کرنے والوں کے لیے بھی سود مند ہے ۔ اس سے ذہن قوی ہوتا ہے ۔ یادداشت بڑھتی ہے ۔ بوڑھی بھیڑ کا گوشت ردی ہوتا ہے ، خاص طور پر

نر کا گوشت ہلکا، لذیذ اور نافع ہوتا ہے، خصی اور زیادہ مفید اور بہتر ہے۔ اس کا آگے کے حصہ کا گوشت پیچھے کے حصہ سے زیادہ بہتر ہوتا ہے، بقول غرزدق اس کے پیٹ اور سر میں بیماری ہوتی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے، گردن اور بازو کا گوشت سریع الہضم، لذیذ اور لطیف ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے پسند فرماتے تھے۔ پیٹھ کا گوشت کثیر الغذا ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ بہترین گوشت پیٹھ کا ہے۔

بکری کا گوشت یہ گوشت قلیل الحرارت اور خشک ہے۔ اس سے جو خلط پیدا ہوتے ہیں اچھے نہیں ہیں۔ ہضم و غذا کے اعتبار سے بہتر نہیں ہے۔ بقول جاحظ اس سے سوداء میں تحریک ہوتی ہے، نسیان پیدا ہوتا ہے، خون خراب کرتا ہے۔

سنن نسائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کہ اس سے اچھا برتاؤ کرو۔ اسے تکلیف نہ دو، کیونکہ یہ جنت کے جانوروں میں سے ہے، لیکن یہ مشکوک ہے، اطباء نے اس کی معزت کا جو حکم لگایا ہے، وہ جزئی ہے۔ کلی اور عام نہیں ہے۔

بکری کا بچہ قریب بہ اعتدال ہے، خاص طور پر حلوان کا گوشت، سریع الہضم ہے، اور لذیذ بھی۔

گائے کا گوشت بارد، یابس، دیر ہضم ہے، اس سے سوداوی خون پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف غیر معمولی محنت مشقت کرنے والوں کے لیے سزاوار ہے۔ اس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

گھوڑے کا گوشت بخاری میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہم نے گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

اونٹ کا گوشت یہود اور رافضی اس کی مذمت کرتے ہیں اور نہیں کھاتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے اصحاب نے اسے سفر و حضر میں کھایا ہے۔ بچہ کا گوشت بہت لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے، یہ سوداء پیدا کرتا ہے، اور دیر ہضم ہے۔

گوہ کا گوشت اس کی حلت کا ذکر گزر ہو چکا ہے۔ اس کا گوشت حار اور یابس ہوتا ہے شہوت

پیدا کرتا ہے۔

ہرن کے بچّہ کا گوشت یہ بہتر شکار ہے۔ اس کا گوشت بھی بہترین ہوتا ہے۔ معتدل مزاج والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔

ہرن کا گوشت حار یابس ہے، مجفف بدن ہے، تر مزاج والوں کے لیے سود مند ہے، صاحب قانون[1] کا قول ہے، چوپاؤں میں سب سے بہتر گوشت ہرن کا ہوتا ہے۔ سوداویت کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔

خرگوش کا گوشت حرارت اور یبوست کے اعتبار سے معتدل ہے، اس کے کولھوں کا گوشت بہت عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے، اس کے کھانے سے پیشاب کھل کر آتا ہے۔ پتھری کو توڑتا ہے۔ اس کا سر رعشہ کے مرض میں مفید ہے۔ ابو طلحہ رضؓ نے اس کے کولھوں کا گوشت آپ صلعم کی خدمت میں بھیجا جسے آپ نے قبول فرمایا۔

پرندوں کا گوشت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ولحم طیر مما یشتھون " مسند بزار وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ بعض پرند حرام ہیں، بعض حلال، ذو مخلب[2] پرند حرام ہیں۔ مثلاً شکرا، بازی، شاہین، اور وہ پرندے جو مردار کھاتے ہیں جیسے گدھ، لقلق۔ کوا، جن پرندوں کو ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ ہدہد اور لٹورا ہے جن پرندوں کے ہلاک کرنے کا حکم ہے وہ ہیں چیل، اور کوا۔

مرغی کا گوشت جو پرند حلال ہیں وہ بہت سی اقسام کے ہیں، ان میں ایک مرغی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ابو موسیٰ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے مرغ کا گوشت تناول فرمایا۔ یہ زود ہضم ہے۔ معدہ بہ آسانی اسے قبول کر لیتا ہے۔ اس سے عمدہ خلط پیدا ہوتے ہیں۔ دماغی قوت بڑھاتا ہے، منی بڑھاتا ہے۔ آواز صاف کرتا ہے۔ رنگ نکھارتا ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔

---

[1] حکیم بو علی سینا کی کتاب " القانون " عرصہ کے قدیم نصاب میں شامل ہے۔

[2] یعنی وہ پرند جو چنگل والے ہوتے ہیں، جن کے پنجے خاردار ہوتے ہیں کہ شکار کے بدن میں پیوست ہو جائیں۔

بطخ کا گوشت اس سے فضلہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ دیر ہضم ہے ، معدہ اس سے موافقت نہیں کرتا۔

گوریا کا گوشت سنن نسائی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اگر کوئی انسان بغیر حق کے گوریا کو ہلاک کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے باز پرس کرے گا ، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق کیا ہے ؟

آپؐ نے فرمایا : ذبح کرو ، اور کھا لو۔ یہ نہ ہو کہ سر کاٹ لو اور پھینک دو۔

اس کا گوشت حار اور یابس ہوتا ہے۔ طبیعت کو تیز کرتا ہے ، باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کا شوربا ملین طبع ہے ، جوڑوں کے لیے مفید ہے۔

کبوتر کا گوشت اس کا گوشت ہلکا ہوتا ہے ، غذائی اعتبار سے بہتر ہوتا ہے ، نر کبوتر کا گوشت استرخار کے مرض میں مفید ہے۔ سکتہ اور رعشہ کو بھی فائدہ دیتا ہے۔

ٹڈی کا گوشت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی صحیحین میں روایت ہے کہ سات غزوات کے مواقع پر ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ ہم نے (ہر مرتبہ) ٹڈی کھائی۔ مسند میں روایت ہے کہ ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں ، ایک مچھلی ، دوسری ٹڈی ، اور دو خون حلال ہیں ، کلیجی اور جگر۔

اسے ہمیشہ کھانا دبلا پن پیدا کرتا ہے ، پیشاب اگر قطرہ قطرہ کرکے آتا ہو یا مشکل سے اترتا ہو ، تو یہ مفید ہے۔ خاص طور پر عورتوں کے لیے ، بواسیر کو بھی فائدہ دیتا ہے۔ مرگی کے مریضوں کے لیے مضر ہے ؟ ردی الخلط ہے۔

لبن ، (دودھ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین۔

نیز فرمایا : فی الجنۃ فیھا انھار من ماءٍ غیر آسن وانھار من لبن لم تتغیر طعمہ ،

حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب اللہ دودھ پلائے ، وہ یہ دعا پڑھے :

اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ۔ (بار الٰہا ہمیں اس میں برکت دے اور زیادہ عطا کر)

دودھ بظاہر ایک بسیط چیز ہے لیکن درحقیقت اپنی اصل خلقت میں تین جوہروں سے مرکب ہے وہ یہ ہیں، جبنیہ، سمنیہ، مائیہ، ان میں سے جبنیہ (پنیر کا جز) بارد اور تر ہے۔ بدن کا تغذیہ کرتا ہے اور سمنیہ (چکنائی) حرارت اور رطوبت کے اعتبار سے متعدی ہے۔ انسانی بدن کے لیے ملائم ہے کثیر المنافع ہے اور مائیہ (آبی جز) مزاج کے اعتبار سے گرم تر ہے۔ دودھ علی الاطلاق بارد اور تر ہے۔ تازہ دوہا ہوا دودھ بہترین ہے۔ جتنا جتنا وقت گزرتا جاتا ہے۔ ناقص ہوتا جاتا ہے۔ یہ بہترین غذا ہے، وسوسے سے نجات دیتا ہے۔ پریشانی دور کرتا ہے۔ امراض سودایہ کا علاج ہے شہد کے ساتھ پیا جائے تو باطنی زخموں کو جو اخلاط متعفن سے پیدا ہوتے ہیں صاف کرتا ہے شکر کے ساتھ آمیز کرکے اسے پینا رنگ کو نکھارتا ہے۔ یہ ضرر جماع کا تدارک کرتا ہے۔ سینہ اور ریہ کے لیے مفید ہے۔ سل کے مریضوں کے لیے نفع بخش ہے، معدہ، جگر اور طحال کے لیے ردی ہے، اس کی کثرت دانت اور مسوڑے کو ضرر پہنچاتی ہے۔ بہتر ہے کہ دودھ استعمال کرنے کے بعد پانی سے کلی کرلی جائے۔ بخاری اور مسلم میں روایت درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پھر پانی منگوایا، اور کلی کی۔

بھیڑ، بکری اور گائے کا دودھ

بھیڑ کا دودھ غلیظ ہوتا ہے، بکری کا دودھ لطیف، اور معتدل ہوتا ہے۔ حلق کے زخموں کے لیے مفید ہے خشک کھانسی کو فائدہ دیتا ہے۔ نفث الدم کو بھی نافع ہے۔ بدن انسانی کے لیے مشروبات میں سب سے بہتر ہے۔ گائے کا دودھ بدن کا تغذیہ کرتا ہے۔ یہ معتدل ترین ہوتا ہے۔ بھیڑ اور بکری کے دودھ سے افضل ہے۔

حرف المیم

ماء (پانی) یہ مادۂ حیات ہے۔ سید الشراب ہے، یکے از ارکان عالم ہے، بلکہ عالم کا رکن اصلی ہے۔ آسمانوں کی تخلیق اس کے بخارات سے ہوئی۔ زمین اس کے جھاگ سے پیدا ہوئی۔ ہر چیز کی زندگی اللہ نے اس پر منحصر کی ہے۔ یہ بدن کی حرارت کو دور کرتا ہے۔ رطوبات بدن کا محافظ ہے۔ بدل ما یتحلل کا سبب ہے، غذا کو رقیق کرتا ہے۔ رگوں میں پہنچاتا ہے۔

نیل، فرات، سیحون اور جیحون کا پانی بہت عمدہ ہوتا ہے۔ صحیحین میں ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سیحان وجیحان اور نیل وفرات، جنت کی نہروں میں سے ہیں۔"

شیریں پانی مریضوں کے لیے بھی نافع ہے، اور تندرستوں کے لیے بھی۔ ٹھنڈا پانی بہت زیادہ نافع اور لذیذ ہوتا ہے۔ جماع کے بعد پانی نہ پینا چاہیے، نہ سوتے سے اٹھ کر فوراً پینا چاہیے، نہ غسل کے بعد، نہ پھل کھانے کے بعد، البتہ کھانے کے اوپر پی لینے میں مضائقہ نہیں، نہ پیئے تو اچھا ہے۔ پیئے تو کم، اور وہ بھی گھونٹ گھونٹ کرکے اس طرح، نہ صرف مضرت نہیں باقی رہتی بلکہ معدہ کی تقویت حاصل ہوتی ہے اور تشنگی دور ہوتی ہے۔

آب زمزم یہ پانیوں کا سردار ہے، شرف واجلال کے اعتبار سے گراں قدر، مرغوب طبائع قیمت کے لحاظ سے گراں بہا، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آپؐ نے، ابوذرؓ سے فرمایا!

"یہ بیماری کی شفا ہے۔"

مشک صحیح مسلم میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خوشبوؤں میں سب سے بہتر خوشبو مشک کی ہے۔"

دوسرے درجہ میں مشک حار اور یابس ہے، دل کو سرور بخشتا ہے، اور قوی کرتا ہے، جمیع اعضائے باطنی کے لیے طاقت بخش ہے۔ دوسری چیزوں کی اس سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ اسے کسی چیز سے تشبیہہ نہیں دی جاتی۔ اس کا پینا اور سونگھنا مفید ہے، بڈھوں اور سرد مزاج کے لوگوں کے لیے ازحد نافع ہے۔ خاص طور پر موسم سرما میں غشی اور خفقان کو دور کرتا ہے۔ حرارت غریزی کو قوت دیتا ہے۔ سمیت دور کرتا ہے، یہ مفرحات میں سب سے زیادہ قوی ہے۔

ملح : (نمک) سنن ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نمک تمہارے سالن کا سردار ہے!"

نمک اجسام کا مصلح ہے، کھانے کا بھی مصلح ہے، جس چیز میں ملا دیا جائے اس کا مصلح ہے، یہاں تک کہ سونے اور چاندی کا بھی مصلح ہے، اس میں وہ قوت ہے کہ سونے کی زردی اور چاندی کی سفیدی میں اضافہ کرتا ہے یہ عفونت کو دور کرتا ہے، اسے سرمہ کے طور پر لگایا جائے تو آنکھ کے زائد گوشت کو نکال دیتا ہے، قروح (زخم) خبیثہ کو پھیلنے سے روکتا ہے، دانت کی حفاظت کرتا، اور اس کی بدبو دور کرتا ہے، مسوڑھے کو مضبوط کرتا ہے، بے شمار فوائد کا حامل ہے۔

حرف النون والہاء

نخل (کھجور)

قرآن میں متعدد مواقع پر اس کا ذکر آیا ہے۔

صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں خوشۂ نخلہ لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا "درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ مرد مسلمان اس کے مانند ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟"۔ لوگ دوسرے درختوں کا نام لینے لگے، میرا جی چاہا کہ عرض کر دوں، یہ نخلہ ہے، لیکن حاضرین میں سب سے کم سن میں ہی تھا، خاموش رہا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ نخلہ ہے پھر یہ بات میں نے عمرؓ سے کی، انھوں نے فرمایا، اگر تم نے کہہ دیا ہوتا تو تم فلاں فلاں سے مجھے عزیز ہوتے۔

اس حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ:

- عالم، اگر چاہے تو مسائل کو اپنے اصحاب کے سامنے امتحان اً نزیبکے طور پر پیش کر کے جواب طلب کر سکتا ہے۔
- ضرب مثال اور تشبیہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔
- اپنے اکابر کے مقابلہ میں صحابہ کا ادب، خاموشی، شرم
- بیٹے کی قوت فہم پر باپ کی خوشی۔
- بیٹے کے لیے جائز ہے کہ اگر کوئی چیز اسے معلوم ہے تو باپ کی موجودگی میں بیان کرے خواہ اس کا باپ اسے نہ جانتا ہو، یہ سوء ادب نہیں ہے۔
- مرد مسلمان کی مشابہت نخلہ سے اس کی کثرت بیخ، طیب ثمر، اور دائمی طور پر سایہ افگنی۔
- نخلہ کو ہر حالت میں خواہ وہ خشک ہو، تر ہو، پکی ہو، کچی ہو، ادھ پکی ہو، گدر کھایا جاتا ہے۔ وہ

غذا، دوا، شیرینی، شراب، اور پھل ہے۔

نرگس یہ دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ اس کی جڑ زخم کو مندمل کرتی ہے خواہ اتنا گہرا ہو کر پٹھوں تک پہنچ گیا ہو، اس میں قوت غسالہ جالیہ ہوتی ہے۔ اگر اسے پکا کر اس کا پانی پلایا جائے یا اسے کھایا جائے تو یہ قعر معدہ کی رطوبت جذب کر لیتا ہے۔ یہ زکام بارد میں فائدہ بخش ہے، دماغ کے سدے کھولتا ہے۔

هندبا اس کا مزاج انقلاب موسم کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ موسم سرما میں یہ سرد تر ہے، موسم گرما میں گرم خشک، ربیع و خریف میں معتدل، یہ نقرس کا مرض دور کرتا ہے۔ آنکھ کے ورم کو نافع ہے۔ اس کی جڑ اور پتیوں کا اگر لیپ بچھو کے ڈنک زدہ مقام پر کیا جائے تو فائدہ دیتا ہے۔ معدہ کو قوی کرتا ہے جگر کے سدے کھولتا، درد جگر کو مفید ہے، اس کا افشردہ، یرقان سردی کو فائدہ دیتا ہے۔ اس کی قوت تریاقیہ ہر قسم کے زہر کا توڑ ہے۔

حرف الواؤ و حرف الیاء

ورس [۱] ترمذیؒ نے اپنی جامع میں زید بن ارقمؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیتون اور ورس کو ذات الجنب کے لیے مفید بتایا ہے۔

ابوحنیفہ لغوی کہتے ہیں کہ ورس کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ خودرو نہیں ہے ارض عرب کے سوا میں نے اسے کہیں اور نہیں دیکھا، اور ارض عرب میں بھی بلاد یمن کے سوا کہیں نہیں پایا جاتا۔
سطح بدن پر جو دانے ابھر آتے ہیں ان میں بھی یہ مفید ہے اگر اس کا طلاء (مالش) کیا جائے۔

وسمہ یہ بیل کی پتی ہے، بالوں کو سیاہ کرتی ہے۔ یہ لفظ کدو کے لیے بولا جاتا ہے۔ اگرچہ یقطین زیادہ عام ہے۔ از روئے لغت یہ ہر اس درخت پر بولا جاتا ہے جو تنے پر قائم نہ ہو، جیسے خربوزہ۔ تربوز۔ کدو، ککڑی وغیرہ، "قرآن مجید میں جس "شجر یقطین" کا ذکر آیا ہے اس سے مراد کدو کی قسم کی نباتاتی بیل ہے۔ اس پھل کو کدو کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحیحین میں انس بن مالکؓ کی حدیث ہے کہ خیاط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی میں بھی آپؐ کے ساتھ گیا۔ آپؐ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا گیا جس میں کدو، اور گوشت تھا میں نے دیکھا آپؐ کدو چن چن کر کھا رہے تھے، اس دن سے میں کدو کو بہت مرغوب رکھنے لگا۔

یقطین سرد تر ہے، اس میں غذائیت ہے، جلدی سے معدہ میں اتر جاتا ہے۔ اگر قبل از ہضم فاسد نہ ہو جائے، اس سے خلط محمود پیدا ہوتی ہے۔ اس کی خاصیت ہی یہ ہے کہ خلط محمود پیدا کرتی ہے۔ گرم مزاج والوں کے لیے زیادہ مفید ہے۔ سرد مزاج والوں کے لیے مناسب نہیں۔ اس کا پانی تشنگی کو دور کرتا ہے اور درد سر کو اگر وہ گرمی سے ہو دفع کرتا ہے، معدہ میں اگر اس کا سابقہ کسی خلط ردی سے پڑ جائے تو خلط ردی پیدا کرتا ہے۔ اس کی مضرت سرکہ سے دور کی جا سکتی ہے۔ یہ لطیف اور سریع الانفعال غذا ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اکثر تناول فرمایا کرتے تھے۔

---

[۱] ایک قسم کی گھاس ہے جو رنگائی کے کام آتی ہے۔ یہ تل کی طرح ہوتی ہے۔

خطرات سے متعلق طبی ہدایتیں

اب یہ حصہ طب ختم کرنے سے پہلے ایک مختصر لیکن عظیم النفع فصل محاذر (خطرات) اور طبی ہدایتوں سے متعلق ذیل میں درج کرتا ہوں، ابن ماسویہ نے کتاب المحاذیر میں ایک فصل اس موضوع پر لکھی ہے۔ میں وہی درج کر رہا ہوں :

اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرو

ابن ماسویہ نے لکھا ہے کہ جس نے مسلسل چالیس روز تک پیاز کھایا، اور اس کے چہرے پر چھائیاں پڑ گئیں، وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

● جس نے فصد کھلوائی، پھر فوراً کھانا کھا لیا، اسے اگر خارشت کی شکایت ہو جائے، تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

● جو حمام میں داخل ہو، اور اس کی بغض میں امتلا ہو، اسے اگر فالج ہو جائے تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

● جس نے اپنے معدے میں دودھ اور مچھلی کو جمع کر لیا، اسے اگر جذام، یا برص یا نقرس کی شکایت لاحق ہو جائے تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

● جس نے اپنے معدے میں دودھ اور نبیذ کو جمع کر لیا اور اسے برص یا نقرس کا مرض ہو گیا تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

● جسے احتلام ہو گیا، اور غسل نہیں کیا، پھر بیوی سے مباشرت کر لی، اس کا بیٹا اگر پاگل پیدا ہو تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

● جس نے رات کو آئینہ دیکھا، اور لقوے میں مبتلا ہو گیا، یا کوئی اور بیماری ہو گئی تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

بقراط کا قول ہے کہ کاہلی اور زیادہ کھانے سے احتراز کرنا صحت کو دائمی بناتا ہے۔

بقراط کا قول بعض حکماء کا قول ہے جو صحت چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی غذا کھائے جب بھوکا ہو تب کھائے۔ جب پیاسا ہو تب پیئے، اور پانی زیادہ نہ پیئے۔ رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرے۔ دن کے کھانے کے بعد قیلولہ کرے، بوڑھے جانور کا گوشت نہ کھائے، دوا اسی وقت استعمال کرے، جب بیمار ہو۔ پھل پکا ہوا کھائے۔ لقمے چبا چبا کر کھائے، جب پیشاب لگے تو نہ روکے، کھانے پر کھانا نہ کھائے۔ ہر ہفتہ قے کرکے تنقیۂ جسم کرے، غسل کی عادت ڈالے، کثرت جماع سے پرہیز کرے۔

بیمار ڈالنے والی چار چیزیں چار چیزیں ہیں جو جسم کو بیمار ڈال دیتی ہیں (۱) کلام کثیر، (۲) جماع کثیر (۳) نوم کثیر (۴) اکل کثیر، چار چیزیں ہیں جو جسم کو ناکارہ بنا دیتی ہیں (۱) حزن وغم (۲) جوع (بھوک) (۳) ہم (پریشانی) (۴) رات کو زیادہ جاگنا۔

آنحضرتؐ کے احکام وقضایا،

آپؐ کا اصول اور معمول احکام جزئیہ کے نفاذ میں

اس باب میں ہم تشریع عام کا ذکر نہیں کریں گے۔ اگرچہ آپؐ قضایائے خاصہ بھی تشریع عام ہی کی حیثیت رکھتے تھے، مقصد صرف یہ ہے کہ احکام جزئیہ میں آپؐ کے اصول ومعمول کا ذکر کیا جائے کہ آپؐ کس طرح خصوم کا فیصلہ فرماتے تھے، اور لوگوں کے مابین ایسے احکام کے سلسلہ میں آپؐ کا طرز کار کیا تھا؟

غلام کو عمداً یا غلطی سے قتل کرنے کی سزا اوزاعی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے بواسطہ جد روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کردیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سو کوڑے لگائے، سال بھر کے لیے جلا وطن کردیا اور حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے[1]۔ امام احمد نے سمرہ سے حسن کی حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا، جو اپنے غلام کو قتل کرتا ہے ہم اسے قتل کی سزا دیتے ہیں حسن کہتے ہیں کہ غلام کا قاتل امام کے سامنے پیش کیا جائے گا، اور وہ جو فیصلہ مناسب سمجھے گا کرے گا۔

ایک یہودی کو عبرت انگیز سزا صحیح بخاری اور مسلم سے ثابت ہے کہ ایک یہودی نے ایک جاریہ کا سر دو پتھروں سے کچل کر ریزہ ریزہ کردیا، تاکہ اس کے زیور پر قبضہ کرلے، وہ پکڑا گیا اور آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس نے اقرار جرم

---

[1] یہ کوئی مخصوص صورت تھی، ورنہ قتل عمد کی سزا قتل ہے، خواہ مقتول غلام ہو، یا آزاد

بھی کرلیا، آپؐ نے حکم دیا کہ دو پتھروں سے اس کا سر بھی کچل دیا جائے۔

اس حدیث سے جو امور ثابت ہوتے ہیں یہ ہیں۔

- عورت کے قاتل کو سزائے قتل،
- مجرم کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جس میں وہ خود ماخوذ ہو۔
- سزائے قتل میں اذن ولی کی ضرورت نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مقتول کے اولیا کے حوالے نہیں کیا، نہ ان سے یہ فرمایا کہ اگر چاہو تو اسے قتل کردو، چاہو معاف کردو، بلکہ اسے قتل کردیا۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

جنین کا تاوان، اور قتل خطا کی دیت

صحیحین میں روایت درج ہے کہ ہذیل کی دو عورتوں نے ایک دوسری پر سنگ باری کی، جس سے ایک عورت قتل ہوگئی، اور اس کا جو بچہ پیٹ میں تھا، ہلاک ہوگیا۔ اس مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین کے لیے تاوان کا حکم دیا۔ اور مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عصبہ سے دلوائی۔

حضرت علیؓ کا ایک عجیب فیصلہ

امام احمد اور بزار وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یمن میں ایک جماعت نے ایک کنواں کھودا، اس میں ایک آدمی گر پڑا، گرتے گرتے اس نے دوسرے کو، دوسرے نے تیسرے کو، تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا، چاروں کے چاروں کنویں میں گر پڑے، اور مر گئے۔

ان لوگوں کے اولیاء نے حضرت علی کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ انھوں نے ان لوگوں کو طلب کیا، جنھوں نے کنواں کھودا تھا، اور فیصلہ کیا کہ پہلے کی چوتھائی دیت ہوگی، اس لیے کہ اس نے اپنے اوپر کے تین آدمیوں کو ہلاک کیا، دوسرے کی ایک تہائی دیت ہوگی۔ کیونکہ اس نے اپنے اوپر کے ایک آدمی کو ہلاک کیا۔ اور چوتھے کی پوری دیت ہوگی۔

دوسرے سال یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا ماجرا کہہ سنایا، آپؐ نے فرمایا علیؓ کا فیصلہ درست ہے۔

محرمات سے شادی کرنے والا سزائے قتل کا مستحق ہے

امام احمد اور نسائی وغیرہ نے

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت درج کی ہے وہ کہتے ہیں میں اپنے خالو حضرت ابو بردہؓ سے ملا، تو دیکھتا کیا ہوں ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہے۔ انھوں نے فرمایا۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی عورت سے شادی کرلی ہے کہ اسے قتل کردوں اور اس کا مال ضبط کروں۔"

ابن ابی خثیمہ نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث درج کی ہے جسے معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے، اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس بھیجا جس نے اپنے باپ کی عورت سے شادی کرلی تھی۔ انھوں نے اسے قتل کردیا۔ اور اس کا مال ضبط کرلیا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ابن عباس کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو محرم عورت کے ساتھ مجامعت کرے اسے قتل کردو۔"

جوزجانی نے ذکر کیا ہے کہ حجاج کے سامنے ایک آدمی پیش کیا گیا جس نے اپنی بہن کو اپنے لیے حلال کرلیا تھا، حجاج نے حکم دیا اسے قید کردو، اور یہاں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان سے مسئلہ دریافت کرو، چنانچہ عبداللہ بن مطرف رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو محرمات کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرے، اس کے تلوار سے دو ٹکڑے کردو۔"

امام شافعیؒ، مالکؒ اور ابو حنیفہؒ ایسے شخص کے لیے وہ سزا تجویز کرتے ہیں جو زانی کی ہے۔

تاخیر قصاص زخم مجروح کا مندمل ہونے تک

سنن دار قطنی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جارح سے اس وقت تک تاوان لینے سے منع فرمایا ہے جب تک مجروح کا زخم مندمل نہ ہو جائے اس سے ثابت ہوا کہ زخم جب تک مندمل نہ ہو جائے یا سرایت مستقرہ کی صورت نہ اختیار کرلے قصاص لینا درست نہیں ہوگا۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ ضرب کا قصاص ہے، خواہ وہ ضرب ڈنڈے سے لگائی گئی ہو یا کسی اور چیز سے۔

نیز یہ کہ اگر مضروب قصاص کی جلدی کرے پھر اس کے بعد اس کا زخم سرایت اختیار کر لے، یعنی ایک عضو سے دوسرے عضو تک پہنچ جائے، تو پھر قصاص لے چکنے کے بعد اس سرایت کی الگ سے کوئی سزا نہیں ملے گی، قصاص کافی سمجھا جائے گا۔ اب امام کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ مجرم کو قید کرے، یا کوئی اور سزا دے۔

جمہور کا قول ہے کہ قصاص عقوبت زائدہ سے محفوظ کر دیتا ہے، اس کی مثال حد کی طرح ہے۔ اگر کسی آدمی پر حد جاری کر دی گئی تو اب وہ عقوبت دیگر کا سزاوار نہیں۔

معاصی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایک قسم وہ ہے جس کے لیے حد مقرر ہے، تو اب اس حد کے ساتھ کوئی دوسری تعزیر نہیں دی جائے گی۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے لیے نہ کوئی حد مقرر ہے، نہ کفارہ، اس صورت میں امام تعزیر کا فیصلہ کرے گا۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں کوئی حد تو نہیں مقرر ہے لیکن کفارہ ہے، جیسے احرام یا روزے کی حالت میں بیوی سے مجامعت کر لے، اس صورت میں کفارہ لیا جائے گا، تعزیر نہیں ہوگی۔

گھر میں تاک جھانک کرنے والے کی سزا

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص بغیر اذن کسی کے گھر میں جھانکتا ہے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے، تو اس کی کوئی دیت (تاوان) نہیں ہے۔ نہ قصاص ہے۔

فقہائے حدیث، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا فتویٰ یہی ہے، لیکن امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احکام وقضایا

ذیل میں آپؐ کے چند احکام وقضایا، متفرق مسائل کے سلسلے میں درج کیے جاتے ہیں

مقتول کی دیت کیا ہے؟

اہل سنن اربعہ نے ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کی ہے، کہ ایک آدمی قتل کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت بارہ ہزار مقرر کی۔

حضرت عمرؓ کا فیصلہ

حضرت عمرؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک موقع پر خطبہ دیتے ہوئے اعلان فرمایا، کہ چونکہ اونٹ گراں ہو چکے ہیں[1] لہٰذا ان کے بدلے میں بارہ سو (۱۲۰۰) دینار، اہل زر پر، اور بارہ ہزار درہم اہل سیم پر[2] عاید ہوں گے، البتہ جو گائے دے سکیں وہ دو سو گائے دیں، جو بکری دے سکیں وہ دو ہزار بکریاں دیں، جو حلے دے سکیں، وہ دو سو حلے دیں[3] نیز اہل ذمہ کی دیت ترک کر دی۔[4]

---

[1] مقتول کی دیت سو (۱۰۰) اونٹ ہے۔
جملہ اعضائے انسانی مثلاً، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کی الگ الگ دیت بھی ہے۔

[2] جیسے اشرفی اور روپیہ کہ ایک سونے کا سکہ ہے، ایک چاندی کا۔

[3] دیت، یا خراج، یا جزیہ، اگر بصورت نقد نہ دیا جائے تو بصورت پارچہ بھی لیا جا سکتا ہے۔

[4] لیکن معمول بہ اور متفق علیہ مسلک یہ ہے کہ ذمی کی دیت بھی ہوگی، اختلاف جو کچھ ہے وہ مقدار میں ہے۔

معاہد کی دیت کیا ہے؟

اہل سنن اربعہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہد[1] کی دیت نصف دیت حر[2] مقرر فرمائی ہے۔

ابن ماجہ سے اسی طرح کی حدیث میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے لیے اتنی ہی دیت مقرر کی گئی ہے۔

اس بارے میں فقہا کا باہم اختلاف ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ کسی معاہد کو اگر کوئی مسلمان قتل کر دے، تو مسلمان کی دیت سے نصف دیت دی جائے گی، خواہ یہ قتل غلطی سے ہو یا عمداً،

امام احمد فرماتے ہیں کہ مسلمان نے اگر معاہد کو عمداً قتل کیا ہے تو اس کی دیت اتنی ہی ہوگی جتنی ایک مسلمان کی ہوتی ہے۔ اور اگر غلطی سے قتل کیا ہے تو ایک قول کے مطابق مسلمان سے نصف، اور دوسرے قول کے مطابق ایک تہائی دیت دینا ہوگی۔

امام شافعی کا ارشاد ہے کہ قتل خواہ غلطی سے کیا ہو یا جان بوجھ کر ایک تہائی دیت واجب ہوگی۔

امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ جب قصاص کا اصول دونوں میں (یعنی مسلم اور غیر مسلم میں) جاری ہے، تو دیت بھی مساوی ہوگی۔[3]

---

[1] معاہد شرع کی اصطلاح میں اس غیر مسلم کو کہتے ہیں جو از روئے معاہدۂ سلامتی جان و مال خود، مسلمانوں کے ملک میں ان کی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرے، متعدد احادیث صحیحہ میں معاہد پر ظلم و زیادتی کرنے والوں کو عذاب شدید کی وعید دی گئی ہے۔

[2] آزاد مسلمان،

[3] آئمہ اربعہ میں سے کسی امام کا قول بھی، انفرادی حیثیت سے نہیں ہے، وہ بہرحال کتاب و سنت اور آثار صحابہ پر مبنی ہے، لیکن ہر ایک کا معیار اور قبول جدا ہے، اور در حقیقت یہیں سے اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ پچھلا حاشیہ) دیت، یعنی خون بہا کے سلسلے میں، جو اختلافی اقوال آئمہ اربعہ کے اوپر گذرے ہیں، وہ بھی ایسے ہی ہیں، ہر امام کا مسلک اس خبر یا اثر پر مبنی ہے، جو اس کے نزدیک زیادہ صحیح اور قابل قبول ہے، یہی صورت امام ابو حنیفہ کے ساتھ بھی ہے، لیکن چونکہ وہ لفظ کے ساتھ مغز و معنی پر غور کرتے ہوئے، قیاس سے بھی کام لیتے ہیں، اسی لیے بالعموم ان کے اقوال زیادہ وزنی اور محکم نظر آتے ہیں۔

جرم زنا کا اقرار اور اُس کی سزا

ایک زانی مرد اور ایک زانیہ عورت کا واقعہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ ایک شخص جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے زنا کا اعتراف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، یہاں تک کہ چار مرتبہ اس نے اپنے خلاف گواہی دی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا۔

"کیا تو پاگل ہے۔؟"

اس نے عرض کیا، "نہیں!"

آپ نے پوچھا، "کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟"

اس نے اعتراف کیا، "جی ہاں!"

اب آپ نے اسے بیرون مسجد میں سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ وہ سنگسار کیا گیا، یہاں تک کہ وہ مر گیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خیرا"، پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اقراری مجرم سے استفسار

بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا،

"تمہارے بارے میں مجھے جو خبر ملی ہے کیا وہ صحیح ہے؟"

اس نے پوچھا،

"میرے بارے میں آپؐ کو کیا خبر ملی ہے؟"

آپؐ نے ارشاد فرمایا،

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے فلاں قبیلہ کی ایک باندی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے۔"

اس نے کہا، "جی ہاں یہ سچ ہے!"

پھر اپنے خلاف چار مرتبہ شہادت دی،

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس بلایا، اور پوچھا،

"کیا تو پاگل ہے؟!"

اس نے جواب دیا "نہیں!"

آپؐ نے پوچھا، "کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟"

اس نے اقرار کیا "جی ہاں!"

پھر آپؐ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

اقراری مجرم کو جرم زنا کی تحریم سے واقف ہونا چاہیے

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس کی شہادت لینے کے بعد اس سے پوچھا،

"کیا تو جانتا ہے زنا کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا، ——— "جانتا ہوں! میں نے اس باندی کے ساتھ وہ فعل حرام کیا ہے جو ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے تو حلال ہوتا ہے!"

آپؐ نے پوچھا، "یہ کہنے سے تیرا مطلب کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا

"میں چاہتا ہوں آپؐ مجھے پاک کر دیں۔"

چنانچہ آپؐ نے حکم دیا، اور وہ سنگسار کر دیا گیا،

ایک زانیہ کا واقعہ صحیح مسلم میں ہے کہ غامدیہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے کہا۔

"یا رسول اللہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، مجھے پاک کر دیجیے!"

آپؐ نے اسے واپس کر دیا، دوسرے دن وہ پھر حاضر ہوئی اور کہنے لگی،

"یا رسول اللہ، (زنا سے) میں خدا کی قسم حاملہ بھی ہوں!"

آپؐ نے فرمایا، "ابھی جاؤ، جب بچہ جن لینا تب آنا!"

جب اس نے بچہ جن لیا، تو پھر حاضر خدمت ہوئی، بچہ ایک کپڑے میں لپٹا ہوا تھا کہنے لگی،

"یہ ہے جسے میں نے جنا ہے!"

آپؐ نے فرمایا "پس جاؤ، اسے دودھ پلاؤ، جب اس کے دودھ پینے کی مدت ختم ہو جائے تب آنا!"

جب دودھ پلانے کی مدت ختم ہو گئی، تو پھر بچہ لے کر حاضر ہوئی، بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، وہ عرض گزار ہوئی۔

"یا نبی اللہ! میں نے اس کا دودھ بڑھا دیا، اب یہ کھانا کھانے لگا ہے!"

آپؐ نے وہ لڑکا ایک مسلمان کو دے دیا، پھر آپؐ کے حکم سے ایک گڑھا کھودا گیا جو سینہ تک تھا، پھر آپؐ نے حکم دیا، اور لوگ اس پر پتھر پھینکنے لگے، خالد بن ولیدؓ نے بھی ایک پتھر اس کے سر پر کھینچ مارا، جس سے خون کے چھینٹے اڑ کر ان کے منہ پر لگے، خالدؓ نے اسے گالی دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ سے کہا،

"اے خالد ٹھہرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس عورت نے وہ توبہ کی ہے کہ کیسا ہی گنہگار ایسی توبہ کرتا تو وہ قبول کر لی جاتی!"

پھر آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ دفن کر دی گئی۔

غیر شادی شدہ زانی کی سزا صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کے لیے حد سو کوڑے

جاری کرنے کی سزا تجویز فرمائی۔ اور سال بھر کے لیے جلاوطنی کا حکم دیا۔

قضائے رسول ص سے احکام و مسائل مستنبطہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قضایا سے جو امور ثابت ہوتے ہیں یہ ہیں:

— : حدود کا نفاذ مسجد میں بھی ہو سکتا ہے۔

— : اگر کوئی آزاد شادی شدہ شخص کسی باندی سے زنا کرے تو بھی سنگسار کیا جائے گا،

— : شادی شدہ شخص کی سزائے زنا سنگساری ہے۔

— : زانی جب تک چار مرتبہ اقرار جرم نہ کرلے، سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

— : اگر چار مرتبہ اقرار نہ کرے، دو یا تین مرتبہ کرے، تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ کیونکہ نصاب اقرار کی تکمیل نہیں ہوتی، امام کو چاہیئے کہ اس سے اعراض کرے، اور عدم تکمیل اقرار کے باعث اس کو ماخوذ نہ کرے۔

— : پاگل، یا نشہ میں وحشت شخص کا اقرار لغو ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس طرح اس کی طلاق، عتاق، قسم، اور وصیت بھی غیر معتبر ہے۔

— : امام کے لیئے انسب یہ ہے کہ اقرار زنا کرنے والے کو، عدم اقرار پر مائل کرے۔

— : جو شخص تحریم زنا سے لاعلم ہے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی سے حکم زنا کے بارے میں پوچھا تھا۔ اور اس نے جواب میں کہا تھا میں نے اس باندی کے ساتھ وہ فعل حرام کیا ہے، اگر شوہر بیوی کے ساتھ کرے تو حلال ہوتا ہے۔

— : حاملہ عورت پر حد جاری نہیں ہوتی، جب تک وہ بچہ نہ جن لے، اسے پوری مدت تک دودھ نہ پلالے،

— : اہل معاصی پر تائب ہونے کے بعد سب و شتم ناجائز ہے۔

— ؛ حد زنا میں جو قتل ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

— ؛ زنا کا اقرار کرنے والا، اگر اثنار حد میں بھاگ جائے، تو چھوڑ دیا جائے۔ اور حد پوری نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ فرار یا تو اقرار زنا سے رجوع ہے، یا تکمیل حد سے قبل توبہ ہے، اب اس پر حد جاری نہیں ہوگی، ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا مسلک بھی یہی ہے،

— ؛ کوئی شخص اگر اقرار کرتا ہے کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے، تو اس پر حد قذف (تہمت) جاری نہیں ہوگی، زنا کی حد جاری ہوگی۔

— ؛ عورت کو جلا وطنی کی سزا نہیں دی جائے گی، ٭

لواطت

وضع خلاف فطرت کی عبرت انگیز سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فیصلہ لواطت (اغلام) کے بارے میں ثابت نہیں ہے، کیونکہ یہ عرب میں رائج نہیں تھی، لہٰذا ایسا کوئی مقدمہ آپؐ کے سامنے پیش نہیں ہوا، لیکن یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا، :

"فاعل اور مفعول کو قتل کر دو۔!"

حضرت ابو بکرؓ نے بھی یہ حکم نافذ کیا، اور صحابہ سے مشورہ کے بعد خالدؓ کو فرمان بھیج دیا، ابن قصار اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ صحابہ کا لواطت کرنے والے کو قتل کر دینے کے بارے میں مکمل اتفاق ہے اگرچہ کیفیت قتل میں اختلاف ہے،

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ اسے قتل کر دو۔!"

ابن عباسؓ ہی کی روایت ہے کہ جو کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے اسے اور جانور، دونوں کو قتل کر دو۔

اور یہ حکم، حکم شارع کے عین موافق ہے، کیونکہ محرمات جتنے غلیظ ہوں گے، سزا بھی اتنی ہی سخت ہوگی، وہ مجامعت جو کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ اس مجامعت سے کہیں زیادہ سنگین ہے، جو بعض احوال میں جائز ہے۔

سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے، حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس کی حد، زانی کی حد ہے، ابوسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ ہر حال میں قتل کیا جائے گا[1]

---

[1] وضع خلاف فطرت بہت بڑا سماجی گناہ ہے، ان افعال کا ارتکاب کرنے والے جتنے بے حیا ہوتے ہیں کوئی نہیں ہو سکتا، لہذا سزا بھی اتنی ہی سنگین ہونی چاہیئے، جتنا سنگین جرم ہے۔
بعض لوگ لواطت کو جرم نہیں سمجھتے، یا سمجھتے ہیں تو بہت ہلکا، لیکن اخلاقی، طبی، ہر اعتبار سے یہ بہت بڑا جرم ہے، فاعل کے لیے بھی اور مفعول کے لیے بھی، اس کے ارتکاب سے نہ صرف سماج میں گندگی پیدا ہوتی ہے بلکہ فطرت بھی مسخ ہو جاتی ہے، اللہ نے انسان میں قوت رجولیت اس لیے پیدا کی ہے، اور جذبہ شہوانی کا مقصد یہ ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رہے، یہ جذبہ اس لیے نہیں ہے کہ انسان جانور بن جائے، بلکہ جانور بھی اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کرتے۔
لہذا اگر غور کیا جائے تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس جرم کی سزا انتہائی سنگین ہونا، مصلحت ملی و عمومی پر مبنی ہے۔

زنا کا اقرار و انکار

اقراری زانی پر حد جاری ہوگی منکر عورت سے ساقط

اگر کسی شخص نے معین اور مخصوص عورت کے ساتھ زنا کا اعتراف کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر زنا کی حد جاری فرمائی۔

چنانچہ سہل بن سعدؓ کی حدیث ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت کرایا، اس نے ارتکابِ زنا سے صاف انکار کر دیا۔

آپؐ نے مرد پر کوڑے کی حد[1] جاری کرا دی، اور عورت کو سزا نہیں دی۔

اس حکم سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ اقرار زنا کے بعد مرد پر حد جاری ہو جائے گی، اگرچہ عورت نے اسے جھٹلایا کیوں نہ ہو، ——— امام ابو حنیفہ، اور امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ مرد پر بھی حد جاری نہیں ہوگی۔

دوسرے یہ کہ مرد پر حد قذف (تہمت) جاری نہیں ہوگی۔

باقی رہی سنن ابو داؤد کی روایت کہ ایسے موقع پر آپؐ نے حدِ زنا کے ساتھ حد قذف بھی جاری کی۔ تو نسائی کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔

---

[1] یہ اقرار زنا کرنے والا شخص شادی شدہ نہیں تھا اسی لیے سنگسار نہیں کیا گیا۔

حدِّ قذف

ارتداد اور شراب نوشی کی سزائے شرعی

آسمان سے حضرت عائشہ رض کی جب تہمت سے برأت نازل ہوئی، تو اس جرم میں آپؐ نے دو آدمیوں اور ایک عورت کو سزائے تازیانہ دی، وہ دو مرد تھے۔ حسان بن ثابت رض اور مسطح بن اثاثہ، ابو جعفر نفیلی کا قول ہے کہ عورت کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔

مرتد کی سزا آپؐ نے مرتد کے لیے قتل کی سزا کا حکم دیا، ارتداد کی سزا، مرد اور عورت دونوں پر یکساں جاری ہوگی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے ایک عورت ام قرفہ کو سزائے قتل دی، جو اسلام لانے کے بعد، مرتد ہوگئی تھی۔ [1]

شرابی کی سزا آپؐ شرابی کو لکڑی سے بھی پٹوایا، اور جوتے سے بھی، اسی طرح حضرت ابوبکر کا عمل ثابت ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آپؐ نے شرابی کو اسّی کوڑے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سزا ثابت نہیں ہے۔

---

[1] یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں مرتدہ کے لیے سزائے قتل نہیں ہے۔

درحقیقت سزائے قتل ان مرتدوں کو دی گئی، جو اسلام سے منحرف ہوکر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو چالیس کوڑے لگوائے، حضرت ابوبکر رضہ نے بھی یہی سزا دی، حضرت عمر رضہ نے ان دونوں کا مجموعہ اسی کوڑے نافذ کیا۔

آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس جرم کے چوتھی یا پانچویں مرتبہ ارتکاب کے بعد آپؐ نے سزائے قتل دی۔

اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے[1]

شرابی کو حسب مصلحت سزائے قتل دی جا سکتی ہے

ایک قول یہ ہے کہ یہ سزا منسوخ ہو چکی ہے، اس کی ناسخ عبداللہ بن حماد کی حدیث ہے، کہ وہ بار بار جرم شراب نوشی میں ماخوذ ہو کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیے گئے، ہر مرتبہ آپؐ نے سزائے تازیانہ دی، سزائے قتل کبھی نہیں دی۔
ایک قول یہ ہے کہ قتل ایسی تعزیر ہے جو حسب مصلحت روا رکھی جا سکتی ہے۔

---

[1] یعنی شرابی کو قتل کرنے کے بارے میں۔

چور کی سزا

قطع ید کا نصاب اور اس سے متعلق مباحث

آپؐ نے تین درہم کی چوری تک چور کے ہاتھ کٹوائے، آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ چار دینار سے کم کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں، آپؐ سے صحیح طور پر مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا،
چار دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ لو، اس سے کم کی چوری پر مت کاٹو ۔۔۔!"

اُچکّے اور خائن کے لیے قطع ید نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچکّے، ڈکیت اور خائن کے لیے قطع ید کا حکم ساقط فرما دیا۔

خائن سے مراد، خائن در ودیعت ہے،
آپؐ نے فرمایا، "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔!"

کھجور کے چور کا حکم کھجور کے چور سے آپؐ نے قطع ید کی سزا ساقط فرما دی، اور فیصلہ کیا اگر ان کے منہ میں کچھ پائی جائے، تو وہ محتاج ہے، اس پر کوئی سزا نہیں ہے، اور جس نے ڈال سے توڑا اس سے دوگنا تاوان لیا جائے گا، اور سزا دی جائے گی، اور جس نے کھلیان سے چوری کی اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، بشرطیکہ مالیت نصاب ایک ترکش کی قیمت کے برابر ہو۔

بکری چرانے کی سزا چراگاہ سے کوئی شخص بکری چرالے تو اسے دوگنی قیمت دینی پڑے گی۔ البتہ کسی نے اگر بکری کی چوری اس کی بیٹھک سے کی تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، بشرطیکہ مالیت نصاب کے برابر ہو،

مقدمہ پیش کرنے کے بعد واپس نہیں لیا جا سکتا

صفوان بن امیہ کی چادر جب وہ مسجد میں سو رہے تھے، ایک شخص نے چرالی، آپؐ نے اس کے لیے قطع ید کی سزا کا فیصلہ کیا، صفوان نے کہا میں یہ چادر اسے ہبہ کرتا ہوں، (اسے معاف کر دیجئے) آپؐ نے فرمایا،

"میرے پاس (شکایت لے کر) آنے سے پہلے تم یہ (ہبہ) کر سکتے تھے، (اب نہیں)!"

جو شخص خود چوری کا اقرار کرلے ___؟

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ ایک شخص چوری کے الزام میں آپؐ کے سامنے لایا گیا، اس نے چوری کا اعتراف کر لیا، لیکن اس کے پاس کچھ مال (چوری کا) نہیں پایا گیا، آپؐ نے فرمایا،

"میں نہیں خیال کرتا کہ اس نے چوری کی ہوگی"!

لیکن ملزم نے کہا، میں نے چوری کی ہے، !"

جب دو یا تین مرتبہ اس نے چوری کا اقرار اعادۂ سوال کے بعد کر لیا تو آپؐ نے قطع ید کا فیصلہ فرمایا۔

چوری کا ایک اور اقراری مجرم

اسی طرح ایک اور شخص چوری کے الزام میں آپؐ کے سامنے لایا گیا، آپؐ نے فرمایا،

"میں نہیں خیال کرتا کہ اس نے چوری کی ہوگی"!"

لیکن اس شخص نے اعتراف کر لیا،

آپؐ نے فرمایا، "اسے لے جاؤ اور اس کے ہاتھ قطع کر دو، پھر اس کا علاج کرو، اس کے بعد میرے پاس لاؤ"!"

چنانچہ اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، اس کے بعد وہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے اس سے فرمایا،

"خدا سے توبہ کرو"!"

اس نے کہا، "میں خدا سے توبہ کرتا ہوں"!"

آپؐ نے فرمایا، "خدا نے تیری توبہ قبول کرلی"!"

جن لوگوں پر چوری کی تہمت لگائی جائے ان کا حکم

ابوداؤد نے ازہر بن عبداللہ کی روایت درج کی ہے کہ ایک جماعت کا کچھ مال چوری ہو گیا، ان لوگوں نے بعض جولاہوں پر چوری کی تہمت لگائی، اور صحابیِ رسول ؐ نعمان بن بشیر رضؓ کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوئے، انھوں نے چند روز تک ان جولاہوں کو قید رکھا، پھر رہا کر دیا، شکایت کرنے والے نعمان کے پاس آئے، اور کہا۔

"آپ نے بغیر مارے پیٹے اور سزا دیئے ان لوگوں کو چھوڑ دیا؟"

نعمان رضؓ نے کہا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟ اگر یہ چاہتے ہو کہ میں انہیں سزائے ضرب دوں، تو ایسا جب ہوتا کہ ان کے پاس سے مالیت برآمد ہوتی، اور اب اگر انہیں سزا ملے گی تم بھی سزا پاؤ گے"

انہوں نے کہا، "یہ آپ کا فیصلہ ہے۔"

نعمان رضؓ نے جواب دیا، "اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کے رسول ؐ کا فیصلہ ہے" —!"

احکام و قضایائے بالا سے احکام مستنبط

ان مذکورۂ بالا احکام و قضایا سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں یہ ہیں:

۱— تین درہم، یا چار دینار سے کم مالیت کی چوری کرنے والا سزائے قطع ید نہیں پائے گا۔

۲— گناہ کبیرہ —— مثلاً چور، سود خور، شرابی، شراب ساز، اغلام باز وغیرہ —— کے مرتکب پر لعنت کا جواز، —— جیسا کہ آپ ؐ نے ایک مرتبہ رسن سقیتہ اور بیغتہ (؟ ہن) پر لعنت فرمائی! —— لیکن عبداللہ بن حماد جو شراب کے رسیا تھے لعنت سے منع فرمایا۔

لیکن دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، جس میں وہ وصف پایا جائے جو مستحق لعن ہو، تو اس پر لعنت روا ہے، لیکن جس کے حسنات سیآت سے زیادہ ہوں یا جس نے توبہ کر لی ہو تو پھر انواع پر لعنت جائز ہے اعیان پر نہیں۔

۳— سدِ ذرائع کا ارشاد بھی ملتا ہے، —— کیونکہ آپ ؐ کا ارشاد ہے کہ رسن

(سقیفہ) اور بیضہ (آہن) کے چور کو نہ چھوڑو، اس کا ہاتھ کاٹ دو، (کیونکہ ان کی قیمت ۳-۴ درہم کے برابر ہوتی تھی)۔

۴ — مستعار چیز لینے والا اگر واپس کرنے کے بجائے جھگڑنے لگے، تو وہ بھی چور کے حکم میں ہے، لہٰذا اسے قطع ید کی سزا ملے گی، جیسا کہ ایک عورت کے لیے آپؐ نے حکم دیا تھا۔

۵ — جس کی سزائے قطع ید ساقط ہوگی، اس پر دوگنا تاوان عاید کیا جائے گا، جیسا کہ ثمار معلقہ اور بیٹھک سے چوری کی ہوئی بکری کے بارے میں آپؐ نے فیصلہ کیا۔

۶ — تاوان اور (کچھ) سزا کا اجتماع بھی درست ہے، یعنی عقوبت مالی بھی اور سزائے بدنی بھی۔

۷ — حرز[1] کا بھی لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لٹکے ہوئے ثمار کی چوری پر قطع ید کی سزا نافذ نہیں کی، لیکن کھلیان سے چوری کرنے والے کے لیے قطع ید کا حکم دیا۔

چوری کے تین احوال جمہور کا قول یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کو تین احوال پر منحصر رکھا ہے:

الف — کوئی سزا نہیں ہے، اگر ثمار چور کے منہ سے برآمد ہوں۔

ب — دوگنا تاوان اور سزائے ضرب، نہ کہ قطع ید، اگر ثمار درخت پر لٹکے ہوں۔

ج — قطع ید، اگر چوری کھلیان سے کی جائے، چاہے وہ پھل پکے ہوں، یا نہ پکے ہوں، اصل اعتبار مکان، (جائے حفاظت) اور حرز (احتیاط و نگہداشت) کا ہے، چنانچہ جس نے بکری چراگاہ سے چرائی تھی، آپؐ نے سزائے قطع ید نہیں دی، لیکن جس نے بیٹھک سے چرائی تھی اسے قطع ید سے معاف نہیں کیا۔

---

[1] یعنی مالک نے اپنے مال کی حفاظت کی ہو، اور پھر چوری ہو جائے تو دوسرا حکم ہے، اور یوں ہی کھلا چھوڑ دیا ہو، پھر چوری ہو جائے، تو اب حکم بدل جائے گا۔

۸ ـــ اثبات عقوبات مالیہ، ـــ یہ بات متعدد غیر متعارض سنن اور عمل خلفائے راشدین سے ثابت ہے۔

۹ ـــ انسان کے کپڑے اور فرش کو مال محفوظ مانا جائے گا، خواہ وہ سو رہا ہو، اور کہیں بھی ہو، مسجد ہی میں کیوں نہ ہو۔

۱۰ ـــ مسجد، جائے محفوظ ہے، پس وہاں سے جو چیز، چٹائی، قندیل، فرش وغیرہ چرائے گا وہ قطع ید کا مستحق ہے۔

۱۱ ـــ چوری کا مقدمہ دائر کرنے سے پہلے اگر آدمی چاہے تو چور کو مال مسروقہ ہبہ کردے، یا معاف کردے۔

۱۲ ـــ مقدمہ پیش ہونے کے بعد، قطع ید کی سزا ساقط نہیں ہوگی، یہی حال دوسری شرعی سزاؤں، (حدود) کا بھی ہے، بلکہ سنن میں ایسے شافع اور مشفع دونوں کے لیے لعنت آئی ہے۔

۱۳ ـــ اگر کسی نے کوئی ایسی چیز چرائی، جس میں اس کا بھی حق تھا، تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

۱۴ ـــ اقراری چور اگر دو یا تین مرتبہ اقرار نہ کرے تو ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کیونکہ جب چور نے آپؐ کے سامنے پہلی مرتبہ اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا،

"میں نہیں خیال کرتا تو نے چوری کی ہوگی۔!"

پھر جب اس نے دوبارہ اقرار جرم کیا، تب حد نافذ کی، یعنی جب تک اس نے دو مرتبہ اقرار نہیں کرلیا۔ سزائے قطع ید نہیں دی،

۱۵ ـــ جو خود سے جرم کا اقرار کرے، یعنی خود اقرار کناں حاضر ہوگیا ہو، ماخوذ کر کے لایا نہ گیا ہو۔ تو امام کو چاہیے، اسے ٹالنے کی کوشش کرے، تاکہ وہ اقرار کر کے مستحق سزا نہ بن جائے، اور اپنے ارادہ سے باز آجائے، اور قول سے (اگر ایک مرتبہ اقرار کیا ہو) رجوع کرلے، ـــ!

۱۶ ـــ قطع ید کے بعد، چور کا علاج حاکم کے ذمہ ہے،

آپؐ کا یہ ارشاد کہ قطع ید کے بعد اس کا علاج کرو۔ پھر میرے پاس لاؤ، اس بات

کی دلیل ہے کہ مصارف علاج سارق کے ذمہ نہیں حکومت کے ذمہ ہوں گے۔

۱۷ ــــ تنکیل اور عبرت کے طور پر سارق کے ہاتھ اس کی گردن سے لٹکائے جا سکتے ہیں۔

۱۸ ــــ اگر علامات شبہہ موجود ہوں تو متہم کو سزائے ضرب دی جا سکتی ہے۔

۱۹ ــــ اگر متہم کے پاس سے کوئی چیز برآمد نہ ہو تو اسے نہ قید رکھا جائے گا، نہ سزا دی جائے گی، جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے ثابت ہے،

۲۰ ــــ سزائے ضرب، کوڑے سے بھی دی جا سکتی ہے، اور چھڑی سے بھی ؛

مسلمان، یا ذمی اور معاہد

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر سب و شتم کریں تو کیا سزا ہوگی؟

بعض یہودیوں کو اس جرم میں قتل کیا گیا کہ انھوں نے آپؐ پر سب و شتم کی تھی اور آپ کو ایذا دی تھی۔

فتح مکہ کے دن آپؐ نے عام لوگوں کو امان دے دی، سوا ان لوگوں کے جو آپؐ کو اذیت دیتے اور آپؐ کی ہجو کرتے تھے، یہ چار مرد تھے، اور دو عورتیں تھیں[1]

ایک یہودیہ عورت کا انجام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ ایک یہودیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی، ایک مرتبہ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مرگئی، آپؐ نے اس کا خون بہا نہیں دلایا۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جو آپؐ کو گالیاں دیا کرتا تھا، انھوں نے

---

[1] یہ وہ لوگ تھے، جنہیں بار بار معاف کیا گیا، گرفتار کرنے کے بعد رہائی عطا کی گئی، قابو پا لینے کے بعد چھوڑ دیا گیا، ان کے قول و اقرار پر اعتبار کیا گیا، لیکن، انھوں نے صرف موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے، ان کی زندگی کا مقصد یہ رہ گیا تھا کہ آپ پر سب و شتم کریں، اور تخریبی سرگرمیوں میں مصروف و منہمک رہیں، اسلام اور داعی اسلام کو ختم کرنے کی سازشیں کرتے رہیں۔

اسے قتل کر دیا، اور کہا۔

"جو اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں دیتا ہے، یا انبیاء میں سے کسی نبی پر سب وشتم کرتا ہے اسے قتل کر دو"!

معاہد کا عہد اس وقت تک ہے کہ سب نبی نہ کرے

مجاہدؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ!

"جو مسلمان اللہ اس کے رسولؐ، اور انبیاء میں سے کسی نبی پر سب وشتم کرتا ہے وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے، یہ ارتداد ہے اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ رجوع کرے تو خیر، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے، اور جو معاہد اللہ اس کے رسول، اور انبیا میں سے کسی نبی پر سب وشتم کرتا ہے تو اس نے نقض عہد کا ارتکاب کیا، اسے قتل کر دو"!

ایک راہب اور حضرت ابن عمرؓ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ ایک راہب کے پاس سے گزرے، ان سے کہا گیا یہ شخص، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرتا ہے، انھوں نے فرمایا۔

"اگر میں اس کے منہ سے ایسی بات سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا، ہم ان کی جان ومال کا ذمہ اس شرط پر لیتے ہیں کہ یہ ہمارے نبیؐ پر سب وشتم نہ کریں، ——!"

شاتم رسولؐ کے قتل پر اجماع امت

صحابہ کے آثار اس باب میں بہت زیادہ ہیں، اکثر ائمہ شاتم رسولؐ کے قتل پر اجماع کے قائل ہیں، ہمارے شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ اجماع صدر اوّل کا ہے، اس میں صحابہ اور تابعین سب شامل ہیں،

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

اور آپ کا اپنے قادح کو قتل نہ کرنا، تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آپؐ کا حق تھا، آپؐ کو اختیار تھا کہ اسے لیں یا ترک کر دیں۔ لیکن آپؐ کی امت حق نبیؐ کو ترک نہیں کر سکتی۔

نیز یہ بات بھی ہے کہ آپؐ عفو و صفح پر مامور تھے، آپؐ تالیف قلب کی مصلحت کے پیش نظر معاف کر سکتے تھے۔

نیز جمع کلمہ سوء کے لیے بھی آپؐ عفو اور درگزر سے کام لے سکتے تھے، کہ لوگ آپؐ سے بیزار نہ ہو جائیں، اور یہ چرچا نہ کریں کہ آپؐ اپنے اصحاب (منافقین) تک کو قتل کر دیتے ہیں۔

لیکن یہ ساری باتیں (عفو و درگزر) آپؐ کی زندگی تک تھیں، آپؐ کے بعد امت اس حق کو حاصل کرے گی، اور معاف نہیں کرے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوراک میں زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش اور آپؐ کا طرزِ عمل

بخاری اور مسلم سے ثابت ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری زہر آلود کر دی اور اس کا گوشت پکا کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپؐ نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا، پھر اسے تھوک دیا، آپؐ کے ساتھ بشر بن براء بھی شریک طعام تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس یہودیہ کو معاف کر دیا، اور اسے کسی طرح کی سزا نہیں دی، — یہ صحیحین کی روایت ہے۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ اس یہودی عورت کے لیے جس نے زہر ملایا تھا، آپؐ نے قتل کا حکم صادر فرمایا۔

واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے جہاں تک خود آپؐ کے حق کا تعلق تھا یہودی عورت کو معاف کر دیا، سزا نہیں دی، لیکن اس سم آلود کھانے کے باعث بشر بن براء کا انتقال ہو گیا، تو آپؐ نے اس کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔

اگر جاسوس مسلمان ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول اور معمول

ثابت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے جب آپؐ کے خلاف جاسوسی کی تو حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی، کہ گردن اڑا دیں آپؐ نے اجازت نہیں دی، اور فرمایا:

"تم کیا جانو اللہ تعالےٰ نے اہل بدر سے درگزر کر دیا ہے فرمایا ہے اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (یعنی جو چاہو کرو، میں نے تم سے درگزر کیا)!"

جاسوس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، اس باب میں فقہا کا اختلاف ہے، سحنون کا قول ہے اگر کوئی مسلمان اہل حرب[1] کا کاتب ہو تو قتل کر دیا جائے گا، اس کی توبہ نہیں قبول کی جائیگی، اس کا مال ورثا میں تقسیم کر دیا جائے گا،

اصحاب مالک میں سحنون کے سوا دوسروں کا خیال ہے کہ بڑی سخت کوڑوں کی مار ماری جائے گی، لمبی سزائے قید دی جائے گی، اور کسی ایسی جگہ جلاوطن کر دیا جائے گا، جو کفار کے علاقہ کے قریب ہو۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا، اس جرم کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، وہ زندیق کی طرح ہے۔

امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] یعنی وہ کافر جن سے مسلمانوں کا معاملہ جنگ کا ہو، صلح و امن کا نہ ہو،

دونوں فریق حاطبؓ کے واقعہ سے دلیل لاتے ہیں۔

لہ یہ واقعہ یوں ہے کہ جب آپؐ نے فتح مکہ کے لیے کوچ کی تیاریاں شروع کیں تو حاطبؓ نے مکہ میں اس کی اطلاع دیدی، جب آپؐ کو خدا نے یہ بات بتادی، تو باز پرس پر انھوں نے عذر پیش کیا کہ مہاجرین کے جو متعلقین مکہ میں ہیں وہ بہر حال مامون ہیں' لیکن میرا وہاں کوئی نہیں ہے' میں نے اطلاع اس لیے دی کہ ان پر میرا احسان ہو جائے، اور وہ میرے متعلقین کو گزند نہ پہنچائیں، فتح تو آپ کو خدا ہر حالت میں دے گا، حاطب جنگ بدر میں شریک تھے، اور اس جنگ کے جاں بازوں کو اللہ نے مغفرت کی بشارت دیدی تھی، چنانچہ آپؐ نے حاطب کا عذر قبول فرما لیا، اور انہیں کوئی سزا نہیں دی، جاسوسی بہت بڑا جرم ہے —— خواہ وہ نیک نیتی ہی سے کیوں نہ کیا گیا ہو —— لیکن اس بہت بڑے جرم کو بھی بدر کی شرکت نے محو کر دیا،

اسیرانِ جنگ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول اور معمول

اسیرانِ جنگ کے لیے آپؐ نے بعض کے قتل کا حکم بھی دیا، بعض کو احسان رکھ کر رہا کر دیا، بعض سے فدیہ لیا پھر چھوڑ دیا، بعض کو مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں رہائی عطا کی، بعض کو غلام بنایا، لیکن یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی بالغ شخص کو غلام نہیں بنایا۔[1]

جنگ بدر کے اسیروں میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کا حکم دیا،[2] یہودی اسیرانِ جنگ میں سے بھی کتنی کے لیے یہی حکم نافذ فرمایا۔[3] جنگ بدر میں جو مشرکین گرفتار ہو کر آئے ان سے چار ہزار سے لے کر چار سو تک فدیہ لے کر چھوڑا، بعض اسیرانِ جنگ کا فدیہ صرف یہ قرار دیا کہ وہ چند مسلمانوں کو لکھنا سکھا دیں۔ یوم بدر کے موقع پر ابو عزہ شاعر کو احسان رکھ کر رہا کر دیا، آپؐ نے دو مسلمانوں کا فدیہ ایک مشرک کو قرار دیا، ثمامہ بن اثال کو ازراہِ احسان پروانۂ رہائی عطا کیا،

---

[1] یہ ثبوت ہے اس کا کہ اسلام نے درحقیقت نظامِ غلامی کا یکسر خاتمہ کر دیا کیونکہ غلام وہی بنائے جاتے ہیں جو میدانِ جنگ میں گرفتار ہوں۔

[2] مدور جہ سازشی اور تخریبی لوگ تھے اطرح طرح کے احسانوں اور بار بار کی رعایتوں کے باوجود اپنے حرکات سے باز نہ آئے۔

[3] اہل کتاب سے خواہ یہودی ہوں یا عیسائی، آپؐ کا برتاؤ خاص طور پر نرم تھا، لیکن یہود اپنی سرکشی، شرارت اور طغیان سے کبھی باز نہیں آئے۔

فتح مکہ کے دن قریش کی ایک بڑی جماعت کو اسی طرح رہا کر دیا، اور انہیں "طلقاء" (آزاد کردہ) فرمایا۔

اسیران جنگ اہل کتاب بھی مشرک بھی

ان احکام میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں ہے، بلکہ امام کو اختیار رہے کہ حسب مصلحت جو صورت چاہے اختیار کرے۔

اسیران جنگ میں سے جو لوگ غلام بنائے گئے، وہ اہل کتاب بھی تھے، بلکہ بت پرست تھے، عربوں کے دیوتاؤں اور دیویوں کے پجاری،

اسی طرح عہد صحابہ میں بنو حنیفہ کے قیدی بھی اہل کتاب نہیں تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اختیار اختیار دیا تھا کہ فدیہ، احسان، قتل اور استعباد میں سے جو صورت چاہیں عمل میں لائیں، اور کوئی شبہہ نہیں کہ یہ بات سچ ہے۔

یہود کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قضایا

یہود کے ساتھ آپ کے متعدد قضایا وابستہ ہیں۔

پہلے پہل آپ نے یہود مدینہ سے معاہدہ صلح وامن کیا، لیکن بنو قینقاع نے (معاہدے کو نظر انداز کرتے ہوئے) آپ سے جنگ کی، آپ غالب آئے، اور از راہ احسان چھوڑ دیا۔

پھر بنو نضیر نے آپ سے (خلاف عہد) جنگ کی، آپ غالب آئے اور انہیں جلاوطن کر دیا۔

(کچھ عرصہ بعد) بنو قریظہ نے پھر آپ سے جنگ کی، آپ غالب آئے، آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

پھر خیبر کے یہود نے آپ سے جنگ کی، ہار گئے، آپ نے انہیں ارض خیبر میں بود و باش کی اجازت دیدی، سوا ان لوگوں کے جنہیں سزائے قتل دی گئی۔

پھر جب (یہود کی حسب مرضی) سعد ابن معاذ۔ (جو اسلام لانے سے پہلے یہودی تھے) کو بنو قریظہ پر حاکم بنایا گیا، تو انھوں نے فیصلہ دیا کہ ان کے جنگجو قتل کر دئے جائیں، بچے غلام بنا لیے جائیں، مال ضبط کر لیا جائے۔

خیبر کے یہودیوں کے ساتھ معاملہ فتح خیبر کے دن آپ نے یہود کو ارض خیبر میں سکونت رکھنے اور بٹائی پر کھیتی باڑی کرنے کی اجازت دیدی۔

اور ابن ابی الحقیق کے قتل کا حکم دیا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت کا اعلان فتح مکہ کے دن آپ نے فرمان صادر فرمایا کہ ! جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے

اسے اماں ہے۔

جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اسے اماں ہے۔

جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے اماں ہے۔

جو ہتھیار رکھ دے اسے اماں ہے۔

آپ نے اس موقع پر سات آدمیوں کے قتل کا حکم دیا، جن میں مقیس بن صبابہ اور ابن اخطل تھے، اور دو مغنیہ تھیں جو آپ کی ہجو گایا کرتی تھیں،

آپ نے حکم دیا کہ زخمی کو نہ چھیڑا جائے، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، اور کسی جنگی قیدی کو قتل نہ کیا جائے — یہ واقعہ ابو عبید نے اپنی کتاب الاموال" میں ذکر کیا ہے۔

آپ نے بنو خزاعہ کو حکم دیا کہ بنو بکر پر نماز عصر کے وقت تک تلوار چلاتے رہیں، پھر آپ نے فرمایا۔

" خزاعہ! قتل سے اپنے ہاتھ (اب) اٹھالو!"

مقتول کا سلب قاتل کا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ سلب[1] سارا کا سارا قاتل کا ہے، اس میں سے خمس[2] نہیں نکالا جائے گا۔ نہ اسے خمس میں شمار کیا جائے گا، اس کی اصل ہے، — یہ تھا آپ کا فیصلہ اور قضا۔

سلب کے چار احکام

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ،
۱۔ سلب قاتل کا ہے، (۲) اور یہ خمس کے علاوہ ہے۔ (۳) آپ نے ایک آدمی کی شہادت پر سلب دلوا دیا۔ (۴) اور قتل کے بعد بھی اس کے دینے کا فیصلہ فرما دیا،

پس بخاری کی اس حدیث سے مذکورہ چار احکام نکلتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر مبنی ہیں کہ سلب اسی کا ہے جو مقتول کو قتل کرے۔

کیا سلب کا شمار خمس میں ہوگا

مالک اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ سلب کا شمار خمس میں ہوتا ہے، آں حضرت کا کوئی قول و فعل سوا جنگ حنین کے ہمارے پاس اس خیال کی تائید میں نہیں ہے، نہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا، ابن المواز

---

[1] سلب میدان جنگ کے مقتول کے لباس اور اسلحہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ اس کا حق بلا شرکت غیرے ہوتا ہے جو دشمن کو للکار کر قتل کرتا ہے۔

[2] خمس — پانچواں حصہ، جو اللہ اور رسول کے لیے ہوتا ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ براء بن مالک کے سوا کسی کو آپؐ نے سلب نہیں عطا فرمایا۔

سلب صرف قاتل کا حق ہے

لیکن جو مالک اور اصحاب مالک کے اس خیال سے متفق نہیں ہیں وہ کہتے ہیں۔

—: سلب قاتل کا حق ہے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین سے سات سال قبل ارشاد فرمائی تھی۔ چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ معاذ بن عمر بن الجموح اور معاذ بن عفراء، دو انصاریوں نے جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل بن ہشام کو اپنی تلوار سے ہلاک کیا۔ پھر یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

آپؐ نے دریافت فرمایا، "تم دونوں میں کس نے اسے قتل کیا ہے۔؟"

دونوں میں سے ہر ایک نے جواب دیا، "میں نے اسے قتل کیا ہے"!—:

آپؐ نے پوچھا، "کیا تم دونوں نے اپنی تلوار پونچھ ڈالی ہے؟"

دونوں نے کہا، "ابھی نہیں"!

پھر آپؐ نے دونوں تلواروں پر ایک نظر ڈالی، اور سلب معاذ بن عمرو بن الجموح کا قرار دیا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا ایک امر معلوم مشروع ہی سے چلا آرہا تھا البتہ اس کی تجدید جنگ حنین کے موقعہ پر اعلام عام اور منادی کے ذریعہ ضرور ہوئی تھی۔

ابن اعواز کے قول کی تردید

رہا ابن اعواز کا قول کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا نہیں کیا تھا۔ اس کے دو جواب ہیں،

ایک جواب تو یہ ہے کہ منفی شہادت در خور اعتنا نہیں ہوتی اور یہ منفی شہادت ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں (حضرت ابوبکر و عمر) کے عہد میں چونکہ یہ بات ثابت اور طے شدہ تھی، لہذا اعلام و ندا کی ضرورت نہ رہی، اور بہ فرض محال اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ترک کی روایت ان دونوں کے بارے میں صحیح ہے تو بھی اسے ارشاد رسولؐ پر مقدم نہیں رکھا جا سکتا۔

وہ لوگ جنہیں آپؐ نے سلب دلوایا

اور یہ بات کہ آپؐ نے مقتول کا سلب براء بن مالک کے سوا کسی کو نہیں دیا غلط ہے کیونکہ ثابت ہے کہ آپؐ نے مسلمہ بن الاکوع، معاذ بن عمرو، ابوطلحہ انصاری کو بھی جنہوں نے جنگِ حنین کے موقع پر بیس آدمی قتل کیے تھے، سلب دیا۔

یہ تمام واقعات صحیح ہیں اور ان کا بڑا حصہ صحیح بخاری میں موجود ہے،

سلب کا خمس میں ہونا بے دلیل ہے

باقی رہی یہ بات کہ سلب کا شمار خمس میں ہے تو اس کی تائید میں کوئی اثر موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کے خلاف ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں خالدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب میں پانچواں حصہ نہیں لگایا۔

ایک آیت اور اس کی تفسیر

اصحاب مالک اپنے خیال کی تائید میں یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں کہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان اللہ خمسہ لیکن یہ حکم عام ہے، اور سلب کا قاتل کو دیا جانا خاص ہے اور عموم کتاب (قرآن) کی تخصیص جائز ہے۔

حضرت ابوقتادہؓ کا واقعہ اور اس سے استدلال

اور یہ قول کہ اگر سلب قاتل کا حق ہوتا تو ابوقتادہ نے جنگ حنین کے موقع پر منادی کی ندا سننے سے پہلے مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ بات مقرر اور معلوم نہیں تھی اسی لیے وہ خاموش رہے، ان کے سکوت کی وجہ یہ تھی کہ مجرد دعوے کی بنا پر سلب نہیں حاصل کر سکتے تھے، جب ایک گواہ نے شہادت دیدی تو انہیں سلب دیدیا گیا۔

ایک گواہ کی شہادت کافی ہے

اور صحیح یہ ہے کہ دعوائے سلب کے لیے ایک گواہ کی شہادت کافی ہے، دوسرے گواہ یا قسم کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ سنت صحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے۔

جب دشمن مسلمان کے مال و املاک پر قبضہ کر لے

پھر اس کے قبول اسلام کے بعد وہ چیزیں اسی کی رہیں گی

ابن عمرؓ کا ایک واقعہ | بخاری میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک گھوڑا بھاگ گیا، دشمن نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر مسلمان اس پر غالب آگئے، لیکن ابن عمر نے وہ گھوڑا واپس لینے سے انکار کر دیا — یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہے۔

حضرت خالدؓ کا واقعہ | خالدؓ کا ایک غلام بھاگ گیا۔ اور روم میں چلا گیا، پھر مسلمان جب غالب آئے تو خالد نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھاگے ہوئے غلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

آں حضرتؐ کا فیصلہ | مدونہ اور واضحہ میں ہے کہ ایک مسلمان نے اپنا ایک گم شدہ اونٹ مال غنیمت میں پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا،

"اگر وہ تمہیں مل جائے تو پھر مال غنیمت کے ساتھ تقسیم نہیں ہوگا، اور اگر تقسیم ہو چکا ہے تو پھر اس کی قیمت نہیں ملے گی۔

مہاجرین فتح مکہ کے بعد اپنا مال و املاک واپس نہ لے سکے | فتح مکہ کے دن مہاجرین جب مکہ واپس آئے تو انھوں نے اپنے مکانوں کا مطالبہ کیا جن پر مشرکین قابض ہو چکے تھے لیکن آپ نے کسی مشرک کے قبضہ سے چھین کر مسلمان کا چھینا ہوا مکان اسے واپس نہیں دلایا۔

آں حضرتؐ اور جناب عقیلؓ

فتح مکہ کے روز آپؐ سے پوچھا گیا:

"آپ مکہ میں کل کہاں اتریں گے؟"

آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟"

اصل صورت واقعہ

اور معاملہ یوں تھا کہ جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو عقیل نے مکہ میں املاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قبضہ کر لیا، پھر جب وہ اسلام لائے، تو آپؐ کی مملوکہ چیزیں ان کے قبضہ اور تصرف میں تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اسلام قبول کرنے وقت جس کے قبضہ میں جو چیز ہوگی وہ اسی کی ہے۔

عقیلؓ ابوطالب کے وارث ہوئے۔ علی کرم اللہ وجہہ باپ کے وارث تقدم اسلام کے باعث نہ بن سکے[1] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث عبدالمطلب میں سے کچھ حصّہ نہیں ملا، کیونکہ آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور ان کے والد عبدالمطلب ابھی زندہ تھے۔ پھر جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو ان کی اولاد وارث ہوئی، جو اعمام نبیؐ تھی، لیکن اکثر اولاد کا انتقال ہو گیا۔ اور ابوطالب تنہا وارث بنے، پھر جب ان کا انتقال ہوا، تو عقیل اس وارث پر قابض ہو گئے اور علی کرم اللہ وجہہ کو باپ کے ترکہ میں سے اختلاف دین کے باعث کچھ نہیں ملا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو عقیل ان کے گھر پر بھی قابض ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟"

کفار محاربین قبول اسلام کے بعد

مشرکین نے یہ وطیرہ بنالیا تھا کہ جہاں کسی مسلمان نے ہجرت کی۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، فوراً ہی انھوں نے

---

[1] وراثت کا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ ابوطالب کے انتقال کے وقت علی کرم اللہ وجہہ مسلمان ہو چکے تھے لہٰذا باپ کی وراثت سے محروم رہے۔ عقیل اپنے دین پر قائم تھے لہٰذا وراثت انھیں مل گئی۔

اس کے گھر، اور املاک و جائداد پر قبضہ کر لیا!

چنانچہ یہ سنت جاری ہو گئی، کہ کفار حربی جب اسلام قبول کرتے تھے تو انھوں نے مسلمانوں کو جو کچھ بھی مالی اور جانی نقصان پہنچایا ہوتا تھا، نہ اس کا تاوان دینا پڑتا تھا، نہ جو کچھ ان کے قبضہ میں رہ گیا ہو وہ واپس کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا مالِ مغصوبہ بدستور ان کے قبضہ اور تصرف میں رہتا تھا کیونکہ آپؐ کا ارشاد یہ تھا کہ اسلام قبول کرتے وقت جس کے قبضہ میں جو کچھ بھی ہے وہ اس کا مال اور اسی کا حق ہے۔

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں فیصلہ اور قضا!

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تحائف و ہدایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل اور طریق کار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ کھانا وغیرہ پیش کیا کرتے تھے اور آپؐ قبول فرمالیتے تھے، اور جو کچھ قبول فرماتے تھے اس کی مکافات دوگنا تحفہ یا عطیہ دے کر فرمادیا کرتے تھے۔

بادشاہوں کی طرف سے ہدایا اور تحائف

بادشاہوں کی طرف سے بھی آپؐ کی خدمت میں ہدایا آتے رہتے تھے۔ آپؐ ان کے ہدایا قبول فرمالیا کرتے تھے، اور انھیں اپنے اصحاب کے مابین تقسیم کردیتے تھے۔ کبھی کچھ حصہ اپنے لیے بھی رکھ لیتے تھے۔ یہ گویا مال غنیمت میں سے آپؐ کا حصہ ہوتا تھا۔

دیباج کی زرکار قباؤں کی تقسیم

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیبا کی زرکار قبائیں بطور ہدیہ پیش کی گئیں۔ یہ قبائیں آپؐ نے صحابہ میں سے کئی لوگوں کو تقسیم فرمادیں، اور ایک مخرمہ بن نوفل کے لیے رکھ لی۔

پھر مخرمہ آئے۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے مسعد بھی تھے۔ وہ دروازے پر کھڑے ہوئے اور اذن طلب کیا۔ ان کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی آپؐ ان سے ملے، اور ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا:

یہ (قبا) میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی!

مقوقس (شاہ مصر) کا تحفہ

آپؐ کی خدمت میں بادشاہ مصر مقوقس نے ماریہؓ کو، اور سیریں کو ہدیۃً بھیجا۔ آپؐ نے حسان بن ثابت کو سیریں دے دی۔ اور ماریہ کو اپنے پاس رہنے دیا، مقوقس نے آپؐ کی خدمت میں ایک خچر اور گدھا بھی بھیجا تھا۔

نجاشی بادشاہ حبشہ کا ہدیہ حبش کے بادشاہ نجاشی نے آپؐ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ آپؐ نے اسے قبول فرمالیا، اور عوض میں اپنی طرف سے ہدیہ بھیجا، لیکن یہ ہدیہ پہنچنے سے پہلے اس کے مرنے کی خبر آگئی، اور وہ واپس آگیا۔

آپؐ کی خدمت میں خچر کی پیش کش نیز آپؐ کی خدمت میں فروہ بن نفاثہ جذامی نے سفید رنگ کا ایک خچر ہدیہ بھیجا۔ یہی خچر تھا جنگ حنین کے موقع پر آپؐ نے جس پر سواری کی تھی۔

بادشاہ ایلہ کا ہدیہ بخاری کی روایت ہے کہ بادشاہ ایلہ نے آپ کی خدمت میں ایک سفید رنگ کا خچر ہدیہ بھیجا۔

ابوسفیان کا تحفہ آپؐ نے قبول کرلیا ابوسفیان نے بھی آپؐ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا، اور آپؐ نے اسے قبول فرمالیا۔

مشرک کا ہدیہ ناقابل قبول ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ عامر بن مالک نے آپؐ کی خدمت میں ایک گھوڑا بطور ہدیہ بھیجا۔ لیکن آپؐ نے اسے واپس کردیا اور فرمایا

"ہم کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے!"

اسی طرح، عیاض مجاشعی نے جب آپ کو ہدیہ دیا تو فرمایا۔

"ہم مشرکوں کا عطیہ نہیں قبول کرتے!"

ابوعبید کہتے ہیں کہ حالت شرک میں ابوسفیان کا ہدیہ آپؐ نے اس لیے قبول کرلیا کہ اس زمانہ میں آپؐ کے اور اہل مکہ کے مابین صلح تھی۔

مقوقس نے اقرار نبوت کرلیا تھا مقوقس صاحب اسکندریہ (شاہ مصر) کا ہدیہ آپؐ نے قبول فرمالیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے حاطب بن ابی بلتعہ کی بڑی تکریم و توقیر کی تھی۔ یہ اس کے پاس آپؐ کے قاصد اور سفیر کی حیثیت سے گئے تھے۔

علاوہ ازیں مقوقس نے آپؐ کی نبوت کا بھی اقرار کیا تھا۔

محارب مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا جاسکتا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی محارب مشرک[1] کا ہدیہ کبھی اور کسی زمانہ میں بھی قبول نہیں فرمایا

[1] یعنی وہ مشرک جن سے صلح و امن کا معاہدہ نہ ہو، بلکہ جنگ برپا ہو یا جنگ کی سی کیفیت ہو۔

غیر مسلموں کا تحفہ مال غنیمت سمجھا جائے گا

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ائمہ مسلمین کے پاس ہدایا کے بارے میں سحنون یحیے از اصحاب مالک کہتے ہیں کہ اگر امیر روم، امام المسلمین کو ہدیہ بھیجے تو اس کے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ ہدیہ مسلمانوں کے لیے ہوگا۔ اور اس کی مکافات اسی نہج سے بیت المال سے کی جائے گی۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ کفار امام المسلمین کو جو ہدیہ دیں یا مسلمانوں کے امیر عسکر اور سپہ سالاروں کو کوئی ہدیہ پیش کریں تو وہ مال غنیمت ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو غنائم کا ہے۔

دشمن سے وفاء عہد کا حکم

قاصدوں اور سفیروں کے قتل و حبس کی ممانعت

• آپؐ نے مسیلمہ کذاب کے قاصدوں سے جب انھوں نے مسیلمہ کے رسولِ خدا ہونے کی شہادت دی فرمایا :

"اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔"

• قریش نے ابو رافع کو اپنا پیامی بنا کر آپؐ کے پاس بھیجا، ابو رافع نے آپؐ ہی کے پاس رہ جانا چاہا، اور قریش کے پاس واپس جانے سے انکار کر دیا۔ آپؐ نے ان سے کہا۔

"میں عہد شکنی کرنا نہیں چاہتا (اب) اپنی قوم کے پاس جاؤ، اور اگر وہ بات (اسلام) جو اب تمہارے دل میں ہے قائم رہے تو واپس آجاؤ۔"

• آپؐ نے ابو جندل کو (جو مسلمان تھے) اس عہد کی بنا پہ جو قریش سے تھا، یعنی جو مسلمان مکّہ سے بھاگ کر مدینہ آئے گا واپس کر دیا جائے (جو مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکّہ جائے گا، واپس نہیں طلب کیا جائے گا) ابو جندل کو واپس کر دیا۔

غیر مسلم کو امان اور پناہ دینا

امان مسلمان مرد بھی دے سکتا ہے اور مسلمان عورت بھی

ام ہانی رضؓ کا واقعہ آپؐ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے ان دو آدمیوں کو امان عطا فرمائی، جنہیں آپؐ کی بنت عم ام ہانی نے پناہ دی تھی۔

■ آپؐ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے ابوالعاص بن ربیع کو امان عطا فرمائی۔ جب آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے انھیں پناہ دی تھی۔

حکم قتال کے بغیر دعوت اسلام اللہ عزوجل نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپؐ کے ذمہ اسلام کی دعوت بغیر قتال اور بغیر جزیہ کے تھی، اس حالت میں آپؐ دس سال سے زیادہ مکہ میں مقیم رہے۔

قتال کی مشروط اجازت اس کے بعد آپؐ کو حکم ملا کہ جو مقابلہ کرے اس سے قتال کیا جائے، جو مقابلہ نہ کرے، اسے چھیڑا نہ جائے۔

قتال سے معاہدین کا استثناء پھر ۸ھ میں سورۂ برأت نازل ہوئی جس میں آپؐ کو حکم دیا گیا کہ جمیع عرب سے جو اسلام قبول نہ کریں قتال کیا جائے، اور صرف ان لوگوں سے قتال نہ کیا جائے جو معاہد ہوں۔ اور اپنے عہد پر راستی کے ساتھ قائم ہوں؛ ساتھ ہی ساتھ آپؐ کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ آپؐ بھی وفائے عہد کریں، لیکن مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔

متعدد مرتبہ آپؐ نے یہودیوں سے جنگ کی، لیکن ان سے بھی جزیہ لینے کا آپؐ کو حکم نہیں دیا گیا۔

اہل کتاب سے قتال کا حکم اس کے بعد آپؐ کو تمام اہل کتاب سے قتال کا حکم دیا گیا، بجز اس صورت کے

کہ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں۔

آپؐ نے حکم الٰہی کی پابندی کی اور اس پر عمل کیا آپؐ نے ان سے مقاتلہ کیا، اس مقاتلہ کے نتیجہ میں بعض نے اسلام قبول کرلیا۔ بعض جزیہ دینے پر راضی ہوگئے۔ بعض جنگ و پیکار پر قائم رہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران اور اہل ایلہ سے جزیہ قبول کرلیا — یہ لوگ عرب عیسائی تھے۔ اہل دومۃ الجندل سے بھی آپؐ نے جزیہ لینا منظور کرلیا۔ ان کی اکثریت بھی عرب تھی۔

مجوس سے بھی جزیہ لیا گیا

آپؐ نے مجوس (پارسی) سے بھی جزیہ لیا اور یمن کے اہل کتاب سے بھی جو یہودی تھے۔ لیکن مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا۔

مجوس اور اہل کتاب کے سوا کسی سے جزیہ نہیں

احمد اور شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جزیہ سوا مذکورہ تین گروہوں کے کسی اور سے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی یہود، نصاریٰ، اور مجوس، ان تین کے علاوہ جو لوگ ہیں ان سے یا اسلام قبول کیا جائے گا یا قتل؟

جزیہ ہر غیر مسلم سے لیا جاسکتا ہے

ایک دوسری جماعت کا قول ہے کہ جو قوم بھی جزیہ دے اسے قبول کرلیا جائے گا۔

اہل کتاب (یہود اور نصاریٰ) سے اس لیے کہ قرآن کا حکم ہے۔

مجوس سے اس لیے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتضا بھی ہے۔

اور دوسری قوموں سے اس لیے کہ وہ بھی ان سے ملحق مانی جائیں گی، کیونکہ مجوس اہل شرک ہیں ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں، اگر ان سے جزیہ لینا جائز ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مشرکوں سے خواہ وہ مجوس ہوں یا کوئی اور، جزیہ قبول کرلیا جائے گا۔

عربوں سے جزیہ کیوں نہیں لیا گیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بت پرستوں سے جزیہ نہیں لیا کیونکہ یہ سب کے سب آیہ جزیہ کے نزول سے پہلے ہی مسلمان ہوچکے تھے، کیونکہ آیۂ جزیہ غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں قتال عرب سے فارغ ہوچکے تھے۔ اور یہ سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہوچکے تھے۔ اور کوئی اگر باقی رہ جاتا تو یقیناً آپ قبول فرمالیتے جس طرح آپؐ نے عیسائیان (صلیب) اوثان

(صنم) اور نیران (آگ) کے پرستاروں سے جزیہ قبول کرلیا۔

مجوس اور مشرکین کا فرق اور بعض طوائف کے کفر کا دوسرے کے گروہ کے مقابلہ میں زیادہ سخت اور سنگین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ بت پرستوں کا کفر، اگر دیکھا جائے تو مجوس کے مقابلہ میں ہلکا ہے۔ اور غور کیجئے تو بت پرستوں اور آتش پرستوں کے درمیان فرق بھی کیا ہے؟ اور اگر ہے تو مجوس کا کفر، بت پرستوں کے مقابلہ میں زیادہ غلیظ اور سخت ہے۔

بت پرست اور مجوس کا امتیاز بت پرست توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ خالق خدائے یکتا کے سوا کوئی نہیں۔ وہ دیوتاؤں اور دیویوں کی پوجا تقرب الہٰی کے لیے کرتے ہیں، انھیں صانع عالم نہیں مانتے۔ نہ یہ مانتے ہیں کہ صانعین عالم میں سے ایک خالق خیر ہے، دوسرا خالق شر، جیسا کہ مجوس کہتے ہیں، نہ وہ ماؤں، بیٹوں اور بہنوں کے ساتھ شادی جائز رکھتے ہیں۔ وہ بقیہ دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم ہیں لیکن مجوس، ان کے پاس سرے سے کوئی آسمانی کتاب ہی نہیں۔ نہ وہ انبیاء میں سے کسی نبی کے دین کے پیرو ہیں ان کے عقائد و شرائع میں کوئی ایسا اثر نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب یا شریعت تھی جو اٹھالی گئی اور اگر یہ اہل کتاب تھے بھی تو وہ اٹھالی گئی۔ اور ان کی شریعت باطل ہوگئی۔ اب ان میں سے کوئی چیز ان کے پاس باقی نہیں ہے۔

اور یہ معلوم ہی ہے کہ عرب دین ابراہیم علیہ السلام کے پیرو تھے۔ ان کے پاس صحف تھے۔ شریعت تھی، اور ان بت پرستوں نے دین ابراہیم علیہ السلام میں وہ عظیم تبدیلی نہیں کی، جو مجوس نے اپنے بنیوں کے دین میں کرڈالی اور بخلاف عرب کے شرائع انبیاء میں سے کسی پر ان کا تمسک ثابت نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مجوس جنھوں نے اپنے دین کو اقبح الادیان بنادیا، مشرکین عرب کے مقابلہ میں بہتر حالت میں رہیں؟

عرب اور غیر عرب میں تفریق ایک تیسرا گروہ ہے جو عرب اور غیر عرب میں تفریق کرتا ہے وہ کہتا ہے جزیہ ہر کافر سے قبول کیا جاسکتا ہے، سوا مشرکین عرب کے۔

قریش اور غیر قریش میں تفریق ایک چوتھا گروہ ہے جو قریشی اور غیر قریشی میں فرق کرتا ہے لیکن یہ بے معنی سی بات ہے کیونکہ قریش میں کوئی کافر باقی

نہیں رہ گیا تھا جس سے قتال کیا جاتا، یا جزیہ لیا جاتا۔

عربی اور غیر عربی کا کوئی سوال نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر اور منذر بن ساوی اور ملوک طوائف کو اسلام یا جزیہ کی دعوت دی، عربی اور غیر عربی کا کوئی سوال نہیں پیدا کیا۔

جزیہ کی تعداد کا تعین

اب رہی جزیہ کی تعداد تو آپؐ نے معاذؓ کو یمن بھیجا اور حکم دیا، کہ ہر بالغ سے ایک دینار، یا اس قیمت کی یمنی چادر جزیہ میں لیں۔

بعد میں عمر رضی اللہ عنہ نے اس مقدار میں اضافہ کر کے چار دینار اہل ذہب (سونا) پر، اور چالیس درہم اہل فضہ (چاندی) پر سالانہ عائد کر دیئے۔

اہلِ مکہ سے معاہدہ صلح

نقضِ عہد کی صورت میں بغیر اعلانِ جنگ کی جاسکتی ہے

• نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے اہلِ مکہ سے دس سال کے لیے جنگ نہ کرنے کے معاہدے پر صلح کرلی۔ قریش کے حلیفوں میں بنو بکر تھے اور آپؐ کے حلفا میں بنو خزاعہ،

حلفاء قریش نے بدعہدی کی، قریش نے ان کا ساتھ دیا، انھیں منع نہیں کیا۔ اس طرح وہ نقض عہد کے مرتکب ہوئے۔ اور ان سے لڑائی بغیر اعلان جنگ کے جائز ہوگئی۔ کیونکہ اب وہ جنگ آزما تھے، انھوں نے خود باہمی رضامندی سے معاہدہ صلح توڑا تھا۔

• نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپؐ مدینہ میں وارد ہوئے، تو یہود سے آپؐ نے معاہدہ صلح کرلیا۔ لیکن یہود نے بار بار نقض عہد اور بدعہدی کا مظاہرہ کیا ہر مرتبہ جب آپؐ نے ان سے جنگ کی غالب آئے۔

• آخر میں آپؐ نے خیبر کے یہود سے صلح کی، شرط یہ رکھی کہ زمین آپؐ کی ہوگی۔ وہ وہاں کارکن کی حیثیت سے رہیں گے۔ جب تک آپؐ چاہیں۔

آپؐ کے اس عمل سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ کام کے وقت دشمن سے صلح کرنا اپنی معین کی ہوئی مدت کے لیے جائز ہے اور اس معاہدے کو وہ اپنی صواب دید پر جب چاہے فسق کرسکتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر منسوخ حکم ہے۔

زاد المعاد

حصہ سوم

مترجمہ
سید رئیس احمد جعفری ندوی

مصنفہ
علامہ حافظ ابن قیم

نفیس اکیڈمی

بلاسس اسٹریٹ ——— کراچی نمبر ۱

قیمت:- بارہ روپیہ مجلد